

نزاکت البعاد

حصہ دوم

323

DATA ENTERED

یہ حصہ مشتمل ہے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و مجاہدات، معاملات دینی و دنیوی میں آپ کے اسوۂ مبارک اور سنتِ طیبہ، نیز حالات و سوانح اور معمولات نبوی کی روشنی میں بہت ہی اہم نکات و نوادر مسائل فقہیہ پر پڑے۔

مترجم

سید نسیم احمد جعفری

مصنف

علامہ حافظ ابن قیم

نفیس کیڈی

بلاسٹن سٹریٹ ————— کراچی (پاکستان)

قیمت: دو روپے بارہ آنے

PEOPLE'S PUBLISHING HOUSE

Almazar Market, Choke Anarkali,

LAHORE

Marfat.com

جُملہ حُقوقِ طِباعت و اشاعت کا اٹنی بِحق

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندی

مالک

نہیں اکیڈمی - و - مسعود پبلشنگ ہاؤس

بلاکس سٹریٹ، کراچی

محفوظ ہیں

کلیج اول: _____ اگست ۱۹۶۲ء

✓
۲۹۷۶۹۹۲۱
۱۲۸۲
۱۰۵۸۳
۷۰۲

مطبوعہ

انٹرنیشنل پریس، کراچی

بارگاہ رسالت میں نذر عقیدت

(از چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندی)

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صفات و خصوصیات میں یکتا تھے، اسی طرح آپ کی یہ خصوصیت بھی یگانہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی پر دنیا کی ہر زبان میں بالعموم اور عربی و اردو میں بالخصوص جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، محنت و استناد اور جامعیت کے ساتھ لکھی گئی ہیں، ان کا عشر عشر بھی کسی اور نبی پر کسی زبان میں نہیں لکھا گیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک زاد المعاد، ایک طویل اور ضخیم کتاب ہے لیکن حیرت ہے کہ دوسری بہت سی طویل و ضخیم کتابیں اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں، مگر اب تک کسی ناشر نے اس اہم ترین کتاب کے ترجمہ کی طرف توجہ مبذول نہیں کی، جو سیرۃ نبوی کے ماخذ اور مواد کا بہترین سرمایہ ہے، مصنف زاد المعاد کا یہ قول نہ قول فیعل ہے، نہ اس کے نکالے ہوئے نتائج و مسائل بلا استثنا ہر نقیبی مساک کے ساتھ ہیں لیکن اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اپنے موضوع پر یہ کتاب بلا شبہ حیرت انگیز ہے، اگر زاد المعاد نہ ہو، تو سیرۃ نبوی پر کوئی مستند اور مکمل کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔

ایسی ایہ ناز کتاب کا چند صدیوں کے اس طویل عرصہ میں اردو زبان میں منتقل نہ ہونا حد درجہ حیرت انگیز ہے، شاید اس میں مصلحت یہ تھی کہ یہ سعادت مجھ نامہ سیاہ کے حصے میں آئے اور روز قیامت، یہ تحفہ میں بارگاہ رسالت میں پیش کر سکوں۔

یہ کام سربراہ طلب بھی تھا، اور غور طلب بھی، اس گرامی اور کساء بازاری کے زمانے میں تقریباً دو ہزار صفحات کی بڑے سائز پر کتاب کا چھاپنا مجھ جیسے کم مایہ شخص کے لئے آسان نہ تھا، دوسرا کام مترجم کا انتخاب تھا، سرمایہ کا بندوبست ہوا تو میں نے اس طرف توجہ مبذول کی، میری نگاہ انتخاب سید رئیس احمد صاحب جعفری ندوی پر جا کر اٹک گئی، جعفری صاحب کی یہ خصوصیت ہے جیسا کہ معارف اعظم گڑھ نے ان کی ایک مترجمہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا، وہ ترجمہ کرتے وقت کبھی پرکھی نہیں مارتے، نہ تاریخین کتاب کے صلح علم، رسائی فہم، اور ضبط و

اور اک مسائل کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہیں۔

میں تو کہتا ہوں ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ گویا مصنف نے خود اردو میں کتاب لکھی ہے، وہ اس کی روح، اس کے خیالات، اس کے انداز، اس کی روش کو ضرب کر لیتے ہیں اپنے قلم میں، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ پڑانے زمانہ کی گراں بہا اور گراں پایہ کتابیں اس ڈسٹک پہ لکھی گئی ہیں جو کہ ان کے زمانہ میں رائج تھا۔ یعنی کئی کئی صفحات کا ایک پیراگراف، کئی کئی ججز کا ایک باب، کئی کئی صفحات کی ایک ایک تفصیل، موجودہ زمانہ کا قاری اس طرح کتاب نہیں پڑہ سکتا۔ جعفری صاحب اپنے ترجمہ میں پیراگرافنگ کرتے ہیں، اور ابواب، فصول کو اس طرح پیش کرتے ہیں قاری بیک نظر باب کی روح کو سمجھ لے اور دلچسپی لینے لگے، چنانچہ میں نے یہ کار اہم ان کے سپرد کیا، اور الحمد للہ انہوں نے حسب دل خواہ اسے انجام دیا۔

اس دنیا میں کم ہیں جو پارسائی کا دعویٰ کر سکیں، اور مجھ جیسا گناہگار جب اپنے نامہ اعمال پر نظر ڈالتا ہے تو عرقِ خیانت سے آبِ آب ہو جاتا ہے، لیکن اپنی سعی کے بارے میں مجھے اُمید ہے کہ بارگاہِ رسالت میں مقبول ہوگی، اور یہ خالی و عاصی رحمت و شفاعت سے نوازا جلائے گا کہ شفیع اللذنبین، رحمة اللعالمین، اور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی الطالحوت لی در برے میرے لئے ہیں، فرما چکے ہیں، بقول مولانا محمد علی کیونکر نہ فدا ایلے بتی پر ہوں جو فرمائے اچھے تو بھی کے ہیں بڑے میرے لئے ہیں

زاد المعاد حصہ دوم

خصوصیات و فضائل پر ایک طائرانہ نگاہ

زاد المعاد کا حصہ دوم اب آپ کے پیش نظر ہے۔

پہلے حصہ پر اس کے آغاز میں نقد و نظر کا فریضہ انجام دے چکا ہوں۔ ضروری ہے کہ دوسرا حصہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مقاصد و مطالب اور مسائل و مباحث پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تاکہ قارئین کرام اس کی اہمیت و عظمت کا قرار واقعی احساس کر سکیں جیسا کہ میں پہلے حصہ کے آغاز میں عرض کر چکا ہوں، سیرت نبوی پر عربی میں اور دوسری زبانوں میں بہت سی کتابیں پوری شان تحقیق و تدقیق کے ساتھ لکھی جا چکی ہیں لیکن زاد المعاد کی یکتائی اوج تک قائم ہے اور شاید ہمیشہ قائم رہے گی۔

اس کا سبب کیا ہے؟

بات یہ نہیں ہے کہ زاد المعاد کوئی ایسی کتاب ہے جس کا ہر حرف، حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے، جو رائے ظاہر کی گئی ہے، جس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے، جن تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے، جن انکار و خیالات کو پیش کیا گیا ہے، اختلافی اور نزاعی مسائل میں جس ترجیح و توفیق سے کام لیا گیا ہے، تصنیف و توثیق کے سلسلہ میں۔ خواہ وہ روایات سے متعلق ہو۔ یا اسناد سے یا روایت سے جو مسلک اختیار کیا گیا ہے دوسرے فقہی مذاہب کے منہاج پر مدح و قدح کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ ہر لغزش سے پاک ہے۔ اس کے بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتیں وہ "حیف الظلم" کا مصداق ہے۔

یہ بات تو قرآن کریم کے سوا، کسی کتاب کے لیے نہیں کہی جاسکتی۔

خدا کی بات تو دوسری ہے ورنہ انسان کتنی ہی نیک نیتی، خلوص، جانکامی اور تحقیق و محنت سے کوئی ذہنی، فکری، یا علمی کارنامہ انجام دے۔ اس کے بعض پہلوؤں پر بہر حال بحث و گفتگو ہو سکتی ہے۔ مدح و قدح کا سلسلہ قائم کیا جاسکتا ہے، دلائل و براہین کی بنیاد پر اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ زاد المعاد بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے، وہ بھی ایک آدمی کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اور آدمی کتنا ہی اونچا، کتنا ہی بڑا، کتنا ہی باعظمت ہو، اس سے چوک بھی ہو سکتی ہے، لغزش فکر و خیال بھی، اس کے دلائل کہیں کمزور بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے نکالے ہوئے نتائج محل نظر بھی نظر قرار دیئے جاسکتے ہیں، اور اس کے فیصلوں کو تنقید کی کسوٹی پر کسا بھی جاسکتا ہے۔ لہذا اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ کتاب از اول تا آخر ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں نہ کہیں لغزش ہے، نہ کوتاہی نہ خطا، تو یہ مبالغہ ہو گا، یہ ایک دلچسپ دعوئے تو ضرور ہو گا لیکن علم کی بارگاہ میں اس کی پذیرائی مشکل ہی سے ہو سکے گی۔

لیکن اس کے باوجود، بشری کمزوریوں، اور لغزشوں کے باوجود، یہ کتاب، اپنی عظمت اہمیت اور افادیت کے اعتبار سے لکھا اور لے ہوتا ہے۔

لیکن اس کی یکتائی کا سبب ہے

سبب یہ ہے کہ یہ پہلی اور آخری کتاب ہے جس میں پوری جامعیت کے ساتھ، پوری تحقیق کے ساتھ اور پوری ظرف نگاہی کے ساتھ خیر السیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال، آپ کی گفتار و کردار، اور آپ کے اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کے تمام گوشوں کو جزئی استقصا کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی یہ وہ خصوصیت ہے جو اس موضوع پر لکھی ہوئی کسی دوسری کتاب میں سرگز نہیں ملتی۔

اردو زبان میں مولانا شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی معذور نے سیرۃ النبیؐ کے نام سے جو بلند پایہ اور ضخیم مجلدات تالیف کیے ہیں بلاشبہ وہ بے مثال ہیں، خود ام الائمہ بھی اس کی مثال پیش کرتے سے عاجز اور قاصر ہے، پھر بھی جزئیات تک کی وہ تفصیل، حیات نبویؐ کے ایک ایک پہلو سے متعلق، — از ولادت تا وفات — وہ جامع معلومات آپ سے متعلقہ تمام عنوانات پر وہ سیر حاصل بحث و گفتگو جو اس کتاب میں ہے قطعاً کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تاریخ نہیں ہے، یہ سوانح عمری نہیں ہے اس لیے کہ اس میں وہ تراش خراش اور ترتیب و تبویب نہیں ہے جو اس طرح کی کتابوں کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے، لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عہد نبویؐ کی تاریخ اور سیرۃ النبیؐ کا ماخذ اس سے بہتر، اس سے بڑھ کر جامع و مانع، اور عاقل و دل کوئی ماور نہیں مل سکتا، اس موضوع جمیل پر حیب بھی خامہ فرسائی کی جائے گی، اس دادی میں حیب بھی قدم رکھا جائے گا، تو ممکن نہیں کہ اس کتاب سے استفادہ نہ کیا جائے۔ متعدد مواقع پر اس کا حوالہ نہ دیا جائے۔ اس سے دامن بچا کر، اور اسے نظر انداز کر کے اس موضوع پر کوئی مستند اور قابل مطالعہ کتاب لکھی ہی نہیں جاسکتی۔ اس کتاب کی یوہودہ خصوصیت ہے جس نے اسے زیر بحث موضوع سے متعلق تمام کتابوں کا سرتاج بنا دیا ہے، اور اس کی عظمت کے آگے ہر زمانہ اور ہر دور کے لوگ ادب سے سر جھکاتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ جھکاتے رہیں گے۔

کاروان شوق را او منزل است
 مامہ یک مشت خاکیم او دل است

مسائل و مباحث کتاب

حصہ دوم کے مسائل و مباحث کا اجمالی جائزہ

اب مختصر طور پر اسی حصہ کے مسائل و مباحث پر میں گفتگو کروں گا۔
اس حصہ کے مسائل و مباحث کا اگر جائزہ لیا جائے تو چار قسموں پر انہیں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ فقہی مسائل از قبیل عقیدہ وغیرہ۔

۲۔ مجاہدات و غزوات۔

۳۔ اذکار و ادعیہ مانورہ۔

۴۔ تاریخی واقعات اور ان کی ضروری تفصیل۔

اب ہم ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ اجمالی طور پر گفتگو کریں گے۔

(۱) فقہی مسائل میں جن امور پر مصنف علام نے گفتگو کی ہے ان میں رسم عقیدہ کا ذکر ہے،
نوملود کے کان میں اذان کہنے کا مسئلہ ہے، کھانا کھانے کے سلسلہ میں آپ کے عادات طیبہ
اور اس سے متفرع مسائل ہیں، سلام کرنا، کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا
چھینک کا جواب دینا، آداب سفر، قال، خواب، و سوائس، اذان و جہاد کی شریعت، بیعت
و جہاد کے آداب، امیران جنگ کے ساتھ سلوک، جاسوسوں کے ساتھ برتاؤ، غلاموں کے
ساتھ طرز عمل، دشمن کے ساتھ صلح و امان کا مسئلہ، جزیہ، اہل کتاب اور منافقین کے ساتھ معاملہ
جزیہ لینے میں آنحضرت کا معمول اور اصول، نماز خوف، نزول آیہ تیمم، توکل اور توسل، نکاح متوفی
کی اجازت اور ممانعت، مسئلہ حضانت — وغیرہ وغیرہ۔

گو فقہی مسائل و مباحث سے متعلق زیادہ تر گفتگو حصہ اول میں کی گئی ہے، لیکن اس دوسرے حصہ میں بھی جو فقہی مباحث و مسائل آگئے ہیں وہ غیر معمولی طور پر اہم ہیں، اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی سے گہرے طور پر مربوط ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جن سے واقفیت ہر مسلمان کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ ان مسائل پر مصنف علام نے تحقیق و تدقیق کے دریا بہا دیئے ہیں۔

(۲) مجاہدات و غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بھی اس حصہ میں کافی مواد موجود ہے اگرچہ اس میں جملہ غزوات کا ذکر نہیں آیا ہے، کچھ کا اس میں ہے، کچھ کا بعد کے حصے میں، لیکن جو کچھ ہے وہ تاریخ جہاد کی ایک نہایت اہم اور ناقابل فراموش کڑی ہے۔

اس حصہ میں جن غزوات اور سریات کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں:

- (۱) غزوہ بدر، اور ضروری مسائل
- (۲) غزوہ احد اور اس کے اہم واقعات
- (۳) غزوہ ذات الرقاع
- (۴) غزوہ دومتہ الجندل والمریسع
- (۵) غزوہ خندق اور اس کی تاریخی عظمت و اہمیت۔
- (۶) غزوہ بنی النضیر
- (۷) سریتہ بنجد
- (۸) غزوہ غمامہ
- (۹) سریتہ زبیدین حارث۔
- (۱۰) قصہ حدیبیہ اور متعلقہ احکام
- (۱۱) غزوہ خیبر اور متعلقہ احکام
- (۱۲) غزوہ موتہ
- (۱۳) غزوہ ذات السلاسل
- (۱۴) سریتہ خبیط، اور متعلقہ احکام
- (۱۵) فتح مکہ معظمہ کہ یہ تاریخ اسلام کا اہم ترین باب ہے۔
- (۱۶) سریتہ خالد
- (۱۷) فتح مکہ سے متعلق احکام و مسائل

(۱۸) غزوہ حنین۔

(۱۹) غزوہ طائف اور متعلقہ احکام

(۲۰) سہ کے بعوث دسرایا۔ — وغیرہ وغیرہ۔

غزوات دسرایا کے سلسلہ میں مصنف علام نے فکر و تخیل گفتگو کی ہے اور اپنی طرف سے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، کوئی گوشہ اور کوئی پہلو بھی تشہہ نہیں چھوڑا ہے۔ گو بعض مقامات تاریخ و تازنہ کے اعتبار سے محل گفتگو ضرور ہیں، لیکن مجموعی طور پر جو مواد پیش کیا ہے وہ حد درجہ بصیرت اخروہ اور روح پرور ہے اور کسی اہل قلم کے لیے بھی اس سے استفادہ کیے بغیر قلم فرسائی ممکن نہیں۔

(۳) اس حصہ میں بھی پہلے حصہ کی طرح اذکار و ادعیہ ماثورہ پوری تفصیل اور جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔

پہلے مصنف نے آپ کے اذکار کا اصول اور طریق بتا دیا ہے۔ اس کے بعد جن اذکار پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں :

اذکار وضو، ذکر و احیاء، اذکار سفر، اذکار نکاح وغیرہ

یہ وہ اذکار و ادعیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور اور منقول ہیں اس لیے ان کی اثر آفرینی اور ان کی دینی عظمت و اہمیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان پر عمل کرنا اور انہیں اپنا معمول بنانا ہر مسلمان کے لیے ناگزیر ہے۔

ان اذکار کی تحقیق میں مصنف علام نے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا ہے اور جہاں کہیں سے بھی مستند طور پر جو چیز مل گئی ہے اسے لے لیا ہے اور اگر ضرورت سمجھی ہے تو جرح و تعدیل سے بھی کام لیا ہے۔

(۴) اس حصہ کے مباحث میں تاریخی واقعات بھی زیر گفتگو آئے ہیں۔ یہ واقعات تاریخ اسلام میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے واقعات ہیں جو دوسرے مکتب خیال کے مؤرخین کے ہاں عرصہ سے نزاع و اختلاف کا مرکز بنے چلے آ رہے ہیں۔ وہ بھی جن پر مستشرقین فرنگ نے جو لانی طبع کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ تاریخی واقعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہمہ پہلو ہیں، یعنی ان کے ذکر کے سلسلہ میں فقہ، حدیث، قرآن، تاریخ، کلام، لغت و جرح سب ہی سے مصنف کو کام لینا پڑا ہے، اور حق یہ ہے کہ انہوں نے واقعات کے استقصا اور ان پر بے لاگ محاکمہ میں پوری دیانت و فکر سے کام لیا ہے۔

حین تاریخی واقعات کا ذکر اجمالاً یا تفصیلاً اس حصہ میں ملتا ہے وہ یہ ہیں:

● جن لوگوں نے قبول اسلام میں پیش قدمی کی اور سبک پہلے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی، ان کا ذکر بھی اس حصہ میں ملے گا۔

● ہمیشہ کی طرف جو پہلی ہجرت ہوئی تھی وہ تاریخ اسلام کا نہایت اثر انگیز ورق ہے۔ اور یہ پوری جامعیت کے ساتھ موجود ہے۔

● معراج نبوی، مح اپنی تمام ضروری اور اہم تفصیلات اور جزئیات کے۔

● مدینہ کی طرف پہلی ہجرت کی داستان،

● مکہ مکرمہ میں پہلے پہل انصار کی ایک مختصر سی جماعت کے قبول اسلام کا واقعہ۔

● دارالندوہ میں مشرکین مکہ کا اسی غرض سے اجتماع کہ آپ کو قتل کر دیا جائے تاکہ

دعوت و تبلیغ اسلام کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اس مبحث پر مصنف نے کافی مواد پیش کیا ہے۔

● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت اور تشریف آوری، اور اس سلسلہ میں ضروری تاریخی معلومات۔

● مسجد نبوی کی تاسیس و تعمیر کا مرحلہ، ایک نئے شہر میں خدا کا پہلا گھر۔

● تحویل قبلہ کا مسئلہ بھی بڑا سنگینامہ خیز اور تاریخی ہے یہ درحقیقت کفر و اسلام کی کسوٹی تھا، جن کے دل کفر سے آشنا تھے وہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو قبلہ بنا دیکھ کر بھڑک اٹھے، جو مومن صادق تھے انہوں نے بے چون و چرا یہ حکم قبول کر لیا، اور پورے انشراح قلب کے ساتھ تحویل قبلہ کے فرمان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔

تاریخی کتابوں میں اس مسئلہ پر کافی مباحث موجود ہیں، لیکن مصنف نے جس خوبی سے اس مسئلہ کو پیش کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

● تاریخ کا ایک اور بہت ہی اہم مسئلہ، جو شروع سے اب تک نزاعی اور اختلاف جلا آ رہا ہے یہ ہے کہ آیا کہ بزور قوت فتح ہوا یا از روئے صلح؟ بعض پہلی صورت کے قائل ہیں، بعض دوسری کے، دونوں کے پاس دلائل ہیں اور کافی دزنی ہیں۔ اس نہایت اہم مسئلہ پر واقعات و حقائق دلائل و شواہد، اور دلائل و براہین کی روشنی میں مصنف نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ ان کی قوت فکر و نظر کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ انہوں نے ہر دو نقطہ نظر کے حامیوں کے ساتھ دیانت برتی ہے۔ دونوں کے

افکار و دلائل پیش کیے ہیں لیکن محاکمہ کرتے وقت یکسر خالی الذہن ہو کر بحث کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اسے قبول کیے بغیر چارہ نہیں۔
 تاریخ اسلام کا ایک اور بہت اہم واقعہ واقعہ افک ہے، یعنی حضرت عائشہ صدیقہ پر بعض لوگوں کی تہمت!

اس مسئلہ پر کبھی مصنف نے بڑی تحقیق کے ساتھ بحث کی ہے اور منافقت کا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے، اور ان لوگوں کی نشان دہی کی ہے جو برائے غلط تہمتی تہمت کے اس عاثر میں شریک تھے، لیکن پھر بھی حد قذف سے نہ بچ سکے۔

کعب بن زہیر اور قصیدہ بانٹ سعادت کی حکایت بھی مصنف نے مورخانہ کاوش اور دیدہ ریزی کے ساتھ اپنے قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔
 نثر منجموٹی حیثیت سے یہ حصہ اپنے مباحث و مسائل کے اعتبار سے حصہ اول کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اہم اور معرکہ آرا ہے۔

(سیڈ) رئیس احمد حفصی زندی،

رسم عقیقہ اور اس کی مذہبی اور دینی حیثیت

موطا امام مالک کی روایت | موطا میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، میں عقوق

(نافرمانی) پسند نہیں کرتا۔

گویا آپ نے "عقوق" کے (لفظ) کو ناپسند فرمایا، اسے زید بن مسلم نے بنی صحرہ کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کیا ہے، ابن عبد البر کا ارشاد ہے کہ اس میں بہترین سند وہ ہے جسے عبد الرزاق نے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں داؤد بن قیس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا گویا آپ نے اس نام کو ناپسند فرمایا۔

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم میں سے ایک اپنے لڑکے کی طرف سے قربانی (عقیقہ) کرنا چاہتا ہے تو؟.....

آپ نے فرمایا، اگر تم میں سے کوئی اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اسے چائے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح روایت سے لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ثابت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے رمں میں ہوتا ہے اس کی جانب سے ساتویں دن (بکری) قربانی کی جائے۔ اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھ دیا جائے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ اپنے والدین کے حق میں نسیفاعت سے کا ہوتا ہے اور لخت میں رمں رک جانے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةً، یعنی ہر جان اپنے کماٹے ہوئے اعمال کی مرہون ہے اور ظاہر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنے

آپ کے متعلق مرہون (رکنا) ہوتا ہے۔ ہر بھلائی سے محروم ہوتا ہے۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عاقبت میں اس کی وجہ سے اس پر عتاب نازل ہوگا۔ بلکہ تکلیف عقیقہ کے باعث اس کے والدین کو فوائد حاصل نہ ہو سکیں گے، اور گاہے گاہے لڑکا بھی اپنے والدین کی افراط و تفریط کے باعث ایک بھلائی کھو بیٹھتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہمام کی قتادہ سے اس روایت کا آپ جواب دیں گے کہ وہ خون لگایا کرتے تھے ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ سے معلوم کیا گیا کہ "اور خون لگایا کرتے تھے، اس کا مطلب یہ یعنی خون سے لپکا کرتے تھے؟" انھوں نے جواب دیا کہ جب عقیقہ کا جانور ذبح کیا جاتا اس میں سے تر کر لیتے پھر اسے بچے کے تالو (سر کا چولی کا حصہ) پر رکھا جاتا، پھر وہ اس کے سر پر بہہ پڑتا۔ اس کے بعد اس کا سر دھویا جاتا اور مونڈ دیا جاتا، کہتے ہیں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، بعض کا قول ہے یہ روایت حسن نے سمرہ سے نقل کی ہے، حالانکہ ان کا سماع ثابت نہیں۔ بعض کہتے ہیں حدیث عقیقہ ہی حسن کا سمرہ سے سماع ثابت ہے اور ترمذی نے اسے صحیح بتایا ہے اور بتاتے ہیں کہ یہ تدمیر (خون بہانا) سنت ہے، یہ حضرت حسن اور قتادہ سے مروی ہے اور جنھوں نے تدمیر کو منع فرمایا ہے، جسے مالک، شافعی، احمد اور سحاق فرماتے ہیں کہ "اور آپ تدمیر کرتے تھے" یہ روایت قطعاً غلط ہے بلکہ آپ نام رکھا کرتے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جاہلیت کے اعمال میں سے تھا جسے اسلام نے الوداد کی روایت کے مطابق جو بریدہ حصیب سے مروی ہے باطل کر دیا فرمایا کہ دور جاہلیت میں اگر ہمارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکری ذبح کرتے اور اس کے سر پر خون مل دیتے، مگر جب اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کرتے اور بچہ کا سر مونڈ ڈالتے اور زعفران اس پر مل دیتے، کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کے اسناد میں حسین بن واقد ہے، جس سے استدلال نہیں کیا جاتا، لیکن اس روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت سے ملایا جائے تو اس کی صحت یقینی ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اس (بچے) سے (اذی) تکلیف دہ چیز دور کر دو اور خون تکلیف دہ ہی ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ اسے (اذی) تکلیف دہ (یعنی بچے) کا حکم دیتے؟ فرماتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی جانب سے ایک ایک مینڈھے کی قربانی کی اور ان پر خون نہیں لگایا۔ اور نہ یہ فعل آپ کی اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مولود کے سر کو ناپاک کرنا آپ کی سنت ہوتی۔ سنن میں اس کی نظیر اور شہادت کہاں کہاں ہے؟ بلکہ یہ تو جہلا کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔

امام حسن اور امام حسین کا عقیقہ | ذبح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی سنت طیبہ ایک بچے پر ایک ہی حال اور تھا۔ اور عبدالحی نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ سے صحیح روایت میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کی طرف سے ایک مینڈھا اور حسینؓ کی طرف سے ایک مینڈھے سے عقیقہ کیا اور حضرت حسنؓ کی ولادت احد کے سال اور اس کے ایک سال بعد حضرت حسینؓ کی ولادت مہولی اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ فرمایا کہ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کا ایک بکری سے عقیقہ کیا۔ اور فرمایا تا ظمہؓ اس کا سر منڈوا دو۔ اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کر دو۔ چنانچہ ہم نے ان کا وزن کیا جو ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔

اگرچہ یہ روایت متصل السنہ نہیں لیکن حضرت انسؓ اور ابن عباسؓ کی روایتیں اس کی تقویت کے لیے کافی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ ٹسک می سے ہے اس لیے یہ ایک سرد بچے پر قربانی (ضحیہ) اور دم تمتع کے برابر ہی واجب ہوگا۔ اسی کا جواب یہ ہے کہ لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری کی روایات کئی وجوہ کی بنا پر زیادہ قابل عمل ہیں۔ ایک سبب ترک تشریح روایت ہے کیونکہ ان راویوں میں سے حضرت عائشہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ام مروانؓ اور اسماءؓ ہیں اور ابو داؤد نے ام کرزہ سے روایت کیا، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کافی ہے۔ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو فرماتے سنا کہ مکافیتان (دکانی) کا مطلب برابر یا مساوی ہے۔

دوسرے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور دو بکریوں کے متعلق آپ کا قول ہے، قول عام ہوتا ہے اور فعل میں اختصاص کا امکان بھی ہوتا ہے۔

تیسرے یہ روایت زریاتی (نیکی) کی متضمن ہے۔ اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ چونکہ فعل کا مطلب جواز (مخص) کا ہو سکتا ہے۔ اور قول استحباب پر دلالت کرتا ہے۔ اب چونکہ دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے۔ اس لیے ایک کو ترک کر دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ پانچویں حضرت حسنؓ و حسینؓ کی جانب سے قربانی کرنا اور اس کے بعد وصالے سال کا واقعہ ہے۔ چھٹے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى، یعنی اور زماہ کی طرح نہیں۔ اس امتیاز کا تقاضا یہ ہے کہ احکام میں بھی اسے ترجیح دی جائے اور شریعت مطہرہ نے بھی شہادت میں مذکر کو دو عورتوں کے برابر اور میراث و دیت میں بھی ایسا ہی امتیاز عطا کیا ہے۔ اسی طرح عقیقہ کو اپنی احکام کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔

ساتویں عقیقہ مولود کے عتق سے مشابہ ہے۔ کیونکہ (مولود) عقیقہ سے مرہون ہوتا ہے اور اس کا ادا کرنا ہی اس کو توڑتا اور مولود کے عتق (آزادی) کا سبب بنتا ہے اس لیے ادلی یہ ہے کہ لڑکے کا دو بکریوں اور لڑکی کا ایک بکری سے عقیقہ کیا جائے جس طرح دو عورتوں کا عتق ایک مرد کے عتق کا ہم مرتبہ ہوتا ہے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان ایک مسلمان مرد کو آزاد کرے تو وہ آگ سے اس کو نجات دلانے کا سبب ہوگا۔ اس کا ہر عضو کے بدلہ میں ہوگا۔ اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے۔۔۔ دونوں اس کے آگ سے نجات کا سبب ہوں گی (اسی طرح کہ) ان مردوں کا ہر عضو اس کے حصہ بدن کے بدلہ میں ہوگا، اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی وہ اس کے آگ سے نجات کا سبب بنے گی۔ اس کا ہر عضو اس کے بدلہ میں ہوگا۔"

ابوداؤد نے مراسیل میں جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیقہ کے متعلق جو حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسن بن حسینؓ کا کیا تھا فرمایا کہ وائی کے گھر میں ایک ٹانگ بیچ دو۔ اور خود کھاؤ (دوسروں کو) کھلاؤ اور اس سے ایک بڑی نہ توڑو۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی کہ اپنے خود اپنی طرف سے بھی عقیقہ کیا۔

فرمایا جب آپ کو نبوت عطا ہو چکی تھی۔ ابوداؤد نے مسائل میں اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے سنا انھوں نے ہشیم بن جمیل سے انھوں نے عبد اللہ بن مثنیٰ سے انھوں نے تمامہ بن مثنیٰ سے انھوں نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب سے عقیقہ فرمایا۔ احمد فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن محرز نے قتادہؓ سے انھوں نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی طرف سے عقیقہ کیا۔ احمد فرماتے ہیں کہ یہ منکر روایت ہے اور انھوں نے عبد اللہ بن محرز کو ضعیف قرار دیا۔

حسین رضی اللہ عنہما کے کان میں آپ نے اذان دی | ابو داؤد نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حسن بن علی پیدا ہوئے تو آپ نے نماز کی طرح ان کے کان میں اذان دی۔

بچہ کا نام ساتویں دن عقیقہ کر کے رکھ دیا جائے | عقیقہ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے جو اٹھوں نے حسن سے اٹھوں نے سمرہ سے روایت کی کہ ساتویں دن قربانی کی جائے اور نام رکھ دیا جائے۔ میمونؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ میں مباحثہ کیا کہ کتنے ایام سے بچے کا نام رکھا جائے؟ ابو عبد اللہ نے ہمیں بتایا "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تیسرے (دن) اس کا نام رکھا جائے۔ البتہ سمرہ فرماتے ہیں، ساتویں دن نام رکھا جائے گا۔"

اور ختنہ کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ لڑکے کا ختنہ اس وقت تک نہ کرتے جب تک کہ سمجھ دار نہ ہو جاتا۔ میمونؓ فرماتے ہیں کہ میں نے احمدؓ کو فرماتے سنا کہ حضرت حسنؓ ناپسند کرتے تھے کہ بچے ساتویں دن ختنہ بٹھایا جائے۔ اور حنیبلؓ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اگر ساتویں دن ختنہ بٹھایا، تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ حضرت حسن نے اسے یہود کی مشابہت کے باعث مکروہ سمجھا ہے، حالانکہ اس میں ایسی کچھ بات نہیں۔

مکحولؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کا ساتویں دن ختنہ کیا اور اسماعیل علیہ السلام کا تیرھویں سال ختنہ کیا۔ اسے حلالؓ نے ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اسحاق علیہ السلام کا ختنہ بچپن میں ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ بھی بچپن میں ہوا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف گزر چکا کہ آپؐ کا ختنہ کب ہوا؟ (اسماء اور کنیتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ذلیل اس آدمی کا نام ہے جو اپنا نام ملک اللہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ملک (بادشاہ) نہیں۔

اور آپؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں اور سب سے زیادہ سچے حارث۔ ہمام اور سب سے بڑے نام حرب۔ سرہ میں۔ نیز آپؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اپنے لڑکے کا نام لیار۔ رباح بنجیح اور افلح نہ رکھو۔"

کیونکہ آپ کہیں گے کیا وہ مصلح ہے اور وہ ایسا نہ ہوگا تو جواب ہوگا کہ "نہیں" نیز آپ نے عاصی کا نام بدل دیا اور جمیلہ رکھا پہلے حضرت جویریہؓ کا نام یہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر جویریہؓ رکھ دیا۔ حضرت زینب بنت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نام رکھنے سے منع کیا اور فرمایا کہ اپنے آپ کو پاکیزہ مت جتاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہی تم میں سے نیکوں کو خوب جانتا ہے۔ نیز احرم کو بدل کر زرعہ۔ ابی حکم کو بدل کر ابی شریح۔ سعید کے دادا حزن نے بدل کر سہل رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ سہل کو نثارا جاتا ہے اور اس سے خدمت لی جاتی ہے۔

ابو داؤد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی۔ عزیر۔ عیلہ۔ شیطان۔ حکم۔ غریب۔ حنیب اور شہاب کا نام بدل دیا اور ان کا نام ہشام رکھا۔ نیز آپ نے حرب کا نام مسلم رکھا۔ مضطج کا منبعث۔ ارض غفرہ کا نام خضرہ۔ شعب ضلالتہ کا شعب بدی۔ بنو زینہ کا بنو رشیدہ اور بنی معاویہ کا نام بنی رشیدہ رکھا۔

اسما کے اثر شخصیت پر
اسما ومعانی کے قالب ہوتے ہیں اور ان پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ (الفاظ اور معانی) کے درمیان ایک خاص ربط اور نسبت ہو اور دونوں میں اجنبیت نہ ہو کہ وہ ایک دوسرے سے یکسر غیر متعلق ہوں، کیونکہ حکیم کی حکمت اس کو روا نہیں سمجھتی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نام کا، مسمیٰ کی شخصیت پر ایک مخصوص اثر ہوتا ہے۔ انسان اپنے ناموں کے حسن۔ قبح۔ ذلت و عزت، لطافت و کثافت سے ضرور متاثر ہوتا ہے جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وقل ان البصر عینک ذالقیہ الامعنا لا ان فکرت فی لقبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند فرماتے تھے، آپ نے حکم دیا کہ جب کوئی قاصد آپ کی طرف بھیجا جائے تو جمیل ہو اور اچھے نام والا ہو۔ اور آپ نے نیند اور بیداری میں ناموں سے معافی لیتے، جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ اور صحابہؓ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ابن طاب کی تر کھجوروں سے کھجوریں حاضر کی گئیں۔ آپ نے اس کی یہ تاویل بتائی کہ ان کے لیے دنیا میں عاقبت (خیر) اور آخرت میں رفعت ملے گی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا وہ تر ہو گئے اور طاب (خوش) ہو گئے۔

اور حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو کے آنے سے آپ نے اس کام کو سہل سمجھنے کی تاویل فرمائی۔ اور ایک گروہ نے بکری دوہنے کا ارادہ کیا چنانچہ ایک آدمی دہنے کے لیے اٹھا۔ آپ نے دریافت فرمایا،

تیرا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا مرۃ (تلخ)

آپ نے فرمایا، بیٹھ جا۔

دوسرا اٹھا، آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں، میرا خیال ہے کہ اس نے کہا میرا نام حرب ہے۔

آپ نے فرمایا، بیٹھ جا، ایک اور اٹھا، آپ نے پوچھا، تیرا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا یعیث (جتنا رہے گا) آپ نے دودھ دینے کا حکم فرمایا۔

نیز آپ برے ناموں والی جگہوں کو بھی ناپسند فرماتے اور وہاں سے گزرنے میں بھی کراہت محسوس کرتے تھے۔

اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم ایک بار کسی غزوہ میں دو پہاڑوں کے درمیان گزر رہے تھے۔
اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم آپ نے ان کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ ان کے نام
 فاضح و ذلیل کرنے والا، اور مخنی (رسوا کرنے والا) ہیں۔

آپ نے ان سے اعراض کر لیا اور ان کے درمیان سے نہ گزرے، چونکہ ان کا اور کسی دسمیہ
 میں اس طرح تناسب و ارتباط ہوتا ہے، جس طرح ارواح و اجسام اور حقائق و قوالب اشیاء کے
 درمیان ایسے عقل ان سے بڑھ کر دوسری طرف منتقل ہو جاتی ہے جیسے ایسا بن معاویہ وغیرہ کسی
 آدمی کو دیکھتے، تو فرماتے کہ اس کا نام ایسا ایسا ہونا چاہئے تھا تو وہ اس معاملہ میں غلطی پر نہ تھے۔ اس کا
 مثال حضرت عمر بن خطاب سے ملتی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے اس کا نام دریافت کیا۔ وہ کہنے
 لگا حجرہ (انگارہ)

آپ نے پوچھا، تیرے والد کا کیا نام ہے؟ کہنے لگا، شہاب آپ نے پوچھا، تیری منزل کہاں
 ہے؟ کہنے لگا حرة النار (آگ کی گرمی) میں آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا مسکن کہاں ہے؟ کہنے لگا
 ذات نظی (شعلوں والی) میں۔ آپ فرمایا، اچھا جا، تیرا مسکن جل گیا۔

وہ گیا تو واقعی ایسا ہی پایا، یعنی حضرت عمر نے الفاظ سے ان کے معانی و ارواح کا مطلب
 اخذ کیا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن پہیل کے نام سے سہولت کا مطلب لیا،
 اور واقعی معاملہ سہولت سے طے پا گیا۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی امت کو اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا اور بتایا کہ انہیں قیامت

کے دن انہی ناموں کے ساتھ بلا یا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہو کہ اچھے اعمال اچھے اعمال سے نسبت حاصل کر لیں۔ اچھے اور مناسب اعمال و اوصاف سے وہ بلا و ایک شہادت بن جائے آپ غور کیجئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احمد اور محمد کے دو ناموں سے ان کے اوصاف کا کس انداز سے (عملاً) اشتقاق کیا محمد کے لفظ میں صفات محمودہ کی کثرت اور احمد کے لفظ میں دوسروں کی صفات سے افضلیت مراد ہے۔ تو اکم اپنے مسمی سے اس طرح مرتب ہو گیا جیسے روح اور بدن کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوہکیم بن شہام کے لیے ابوہبل کنیت فرماتے۔ اس کی (اسلام سے صد و سہاات کے باعث) بالکل اوصاف روحانی کے مطابق تھا، نیز اللہ تعالیٰ نے عبدالعزیٰ کو ابولہب کی کنیت عطا کی، کیونکہ شعلہ خیز آگ میں جانے کے باعث اس کنیت کا زیادہ مستحق تھا اور یہ کنیت اس سے زیادہ مطابقت و مدافعت رکھتی تھی۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عرب قبائل سے فرمایا، اے نبی عبداللہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور آیاد احمد کے اچھے نام رکھے۔

آپ دیکھیے کہ آپ نے ان کو ان کے والدین کے اچھے نام (عبداللہ) سے اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دعوت دی، اور چونکہ اکم اپنے مسمی کا مقتضی بلکہ اس میں موثر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی ناموں کو پسند فرمایا، جیسے عبداللہ اور عبدالرحمن، اپنی اصناف کے اعتبار سے دوسرے ناموں عبدالقاہر اور عبدالقادر سے اللہ کو زیادہ محبوب میں، چنانچہ عبدالرحمن عبدالقادر سے زیادہ پسندیدہ اور عبداللہ عبدالرب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندے اور اللہ کے درمیان محض عبودیت کا تعلق ہے۔ لیکن بندے اور رحمن کے درمیان محض رحمت کے سہارے کا تعلق ہے اس کی رحمت سے اس کا وجود قائم ہے۔ اسی کے باعث اسے پیدا کیا۔ اس وجہ سے بندہ صرف اس ذات بیکتا کو محبت، خوف، امید، تعظیم اور احلال کے باعث اپنا اللہ مانتا ہے اور عبداللہ کہلاتا ہے۔ اللہ کے لفظ کے جو معنی ہیں ان کا غیر اللہ پر اطلاق ناممکن ہے اور چونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے وہ رحمت کو اپنے غضب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ پس عبدالرحمن کا نام عبدالقاہر سے زیادہ پسندیدہ ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھو | انبیاء علیہم السلام جملہ نبی آدم کے سردار ہیں کیونکہ ان کے اخلاق تمام لوگوں کے اخلاق سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں ان کے اعمال تمام لوگوں کے اعمال سے زیادہ قابل شرف ہوتے ہیں ان کے اعمال بھی تمام دوسرے

اسماء سے زیادہ قابل عظمت ہوتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو انبیاء کے اسمائے مبارکہ پر نام رکھنے کا حکم دیا جیسا کہ سنن ابی داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر اپنے نام رکھو۔ اگر ان میں دیگر مصالح نہ بھی ہوں پھر بھی ان کے اسماء سے ان سے تعلق قائم رہتا ہے، دیگر یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کی حفاظت ہوتی ہے ان کا تذکرہ جاری رہتا ہے۔ اور انھیں طاق لیاں کی زینت نہیں بنایا جاسکتا۔ اور ان کے اسماء کے ساتھ ساتھ ان کے اوصاف و حالات کا بھی تذکرہ جاری رہتا ہے۔

لڑکے کا نام یسار، افلع، نجیح، رباح رکھنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ مسمیٰ کا اعتقاد اور ظن ایسے ہی ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ اپنے آپ کو پاکیزہ اور پر عظمت و ذی رفعت جتانے میں ہی لگا رہتا ہے اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ ذنیک، نام رکھنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ "اپنے آپ کو پاکیزہ مت جتاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہی تم میں سے نیک کام کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اسی لیے تقی، متقی، مطیع، طالع، راضی، محسن، مخلص، منیب، رشید اور سدید جیسے نام رکھنا مکروہ ہے اور کفار کو تو ایسے نام رکھنے کی قطعاً اجازت نہ دینی چاہیے۔ انھیں ان ناموں سے بلانا یا ان کا ان ناموں سے تذکرہ کرنا بھی ممنوع ہے اور کفار کے ایسے نام رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔"

کنیت رکھنے کے آداب

آنحضرت کی کنیت کو اختیار کرنے کا مسئلہ

آنحضرت کی عطا کردہ کنیتیں | کنیت رکھنا دراصل ایک طرح سے مکنی کی تعظیم و تکریم ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

اکینہ حین انادیہ لا کرصہ ولا القیہ والسواءة اللقب

یعنی جب میں اسے بلاتا ہوں تو اس کے اکرام کے باعث اس کی کنیت نہ ذکر کرتا ہوں۔ اور میں اس کا لقب ذکر نہیں کرتا اور لقب یاد کرنا برا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیبؓ کو ابو یحییٰ اور علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب اور ابو الحسن کی کنیت مرحمت فرمائی اور یہ آپ کی سب سے محبوب کنیت تھی۔

۱۰۵۸۳

اور حضرت انسؓ بن مالک کے بھائی جب کہ ابھی چھوٹے تھے انھیں ابو عمیر کی کنیت عطا کی۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ یہ تھی کہ آپ صاحب اولاد اور بے اولاد سب کو کنیت عطا کرتے۔ اور ابو القاسم کے سوا آپ سے ثابت نہیں کہ آپ نے کسی کنیت سے منع فرمایا ہو۔

آپ کی کنیت پر کنیت نہیں رکھی جاسکتی | صحیح روایت میں آپ سے منقول ہے کہ فرمایا، میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت اختیار

نہ کرو۔ چنانچہ اس مسئلہ میں علمائے کرام کے چار اقوال ملتے ہیں۔

ایک یہ کہ آپ کی کنیت اختیار کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ چاہے آپ کے نام سے متصل رکھی

جائے یا انفرادی طور پر یا آپ کی حیات طیبہ میں ہو یا وفات کے بعد۔ انھوں نے اس صحیح حدیث کو غام سمجھا ہے اور بہت سی نام شافی نے اسے مطلق نقل کیا ہے۔ اور منقول ہے کہ یہ کنیت اور

نام پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص تھے۔ آپ نے اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا کہ

اللہ کی قسم میں نہ کسی کو حکم دوں گا اور نہ روکوں گا، بلکہ میں تو قاسم (تقسیم کرنے والا) ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے وہاں رکھتا ہوں۔
اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ یہ صفت (مخصوصہ) مکمل حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کہیں بھی نہیں ملتی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا نام و کنیت اجتماعی صورت میں ممنوع ہے۔ اگر دونوں میں سے صرف ایک اختیار کر لیا جائے تو اس میں کچھ ہرج نہیں۔

ابوداؤد نے باب من رای ان لا یجمع بینہما میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور ابو زبیر کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میرا نام رکھا وہ میری کنیت اختیار نہ کرے۔ اور جو میری کنیت اختیار کرے وہ میرا نام نہ رکھے۔ ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ نیز ترمذی نے محمد بن عجلان سے نقل کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح بتایا۔ الفاظ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام اور کنیت کو جمع کرنے یعنی محمد ابوالقاسم نام رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں جمع کرنا جائز ہے۔ یہ مالکؒ سے منقول ہے۔ انہوں نے ابوداؤد اور ترمذی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو محمد بن عقیفہؒ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر آپ کے بعد میرے گھر میں کوئی لڑکا ہوا تو میں آپ کا نام رکھوں گا اور اسے آپ کی کنیت دوں گا۔

آپ نے فرمایا، ہاں! ترمذی نے اسے صحیح بتایا ہے اور سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ہاں لڑکا تولد ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا اور اسے آپ کی کنیت "ابوالقاسم" دی پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اسے ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ کس نے میرا نام جائز کیا اور کنیت حرام کر دی؟ یا (فرمایا) کہ کس نے میری کنیت حرام کر دی؟ اور نام حلال (جائز) کر دیا (یہ علماء) فرماتے ہیں کہ ممانعت کی احادیث ان دو روایتوں سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ چونکہ قول یہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں ابوالقاسم کی کنیت اختیار کرنا ممنوع تھا، اور وفات کے بعد جائز ہے، کہتے ہیں کہ ممانعت کا سبب آپ کی حیات سے مخصوص تھا، جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے بقیع میں "اے ابوالقاسم" آواز دی، تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف متوجہ ہوئے۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میرا مطلب آپ نہ تھے، بلکہ میں نے فلاں کو بلایا تھا۔
آپ نے فرمایا، میرا نام رکھو اور میری کنیت اختیار مت کرو۔

اور (علمائے کرام) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا مطلب یہ ہے، کہ
انہوں نے اسی بچہ کے بارے میں پوچھا تھا جو آپ کے بعد پیدا ہوا، اس کے بارے میں نہیں جو
آپ کی زندگی میں پیدا ہوا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے
فرمایا "یہ صرف میرے لیے رخصت تھی"۔

اور صحیح مسلک یہ ہے کہ آپ کا نام رکھنا جائز ہے اور آپ کی کنیت اختیار کرنا ممنوع ہے
اور زندگی میں آپ کی کنیت اختیار کرنے کی ممانعت زیادہ شدید تھی۔

نیز سلف و خلف کی ایک جماعت نے ابوعلیٰ
کیا ابوعلیٰ کنیت اختیار کی جاسکتی ہے؟ | کی کنیت کو مکروہ بتایا ہے۔ دوسروں نے
اسے جائز قرار دیا ہے۔

ابوداؤد میں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک بیٹے کو مارا،
جو کہ ابوعلیٰ کنیت رکھتا تھا، نیز حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ابوعلیٰ کی کنیت اختیار کی۔ تو حضرت عمرؓ
نے فرمایا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ تو ابو عبد اللہ کی کنیت اختیار کر لے؟

انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت رکھی ہے انہوں نے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے اور ہم اپنی حرکات
میں ہیں۔ پھر وفات تک ہمیشہ ابو عبد اللہ ہی اپنے آپ کو کہلاتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہم عبد اللہ
کی کنیت دے رکھی تھی اور بعض ازواج مطہرات کو جیسے ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی کنیت عطا
فرمائی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو "کرم" کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہوتا
ہے، چونکہ لفظ کرم (کثرت خیر و برکت پر دلالت کرتا ہے، لہذا ایسے امور خیر کا زیادہ مستحق مومن کا
قلب ہی ہو سکتا ہے، نہ کہ انگور کا درخت۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعراب کے نام تمہاری نمازوں مثلاً عشاء پر
غالب نہ آجائیں (کیونکہ اعراب) اس نماز کو غنیمت کہتے ہیں اور صحیح حدیث میں آپ سے یہ بھی مروی ہے

کہ آپ نے فرمایا، اگر انھیں معلوم ہوتا کہ عتمة (عشاء) اور صبح میں کس قدر اجر ہے تو یہ پیٹے کے بل رنگ کر بھی حاضر ہوتے۔

ایک قوم میں یہ ہے کہ اس روایت کی بنا پر ممانعت منسوخ ہے۔ بعض اس کا عکس بتاتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ (ہدایات) کی تاریخ کا صحت سے تعین کرنا مشکل ہے، اور احادیث میں تعارض بھی نہیں پایا جاتا، کیونکہ آپ نے عشاء کو عتمة کہنے کی قطعی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ مراد یہ تھی کہ عشاء کا نام متروک نہ ہونے پائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس نماز کو اسی نام سے یاد کیا ہے اور اس پر عتمة کا غلبہ نہ ہونے دیا جائے۔ اب اگر اسے عشاء ہی کہا جائے اور کبھی کبھار عتمة کا نام بھی بول دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور یہ فرمان محض اس لیے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (چاہتے تھے) کہ عبادات دغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کردہ اکما کی حفاظت کی جائے، وہ متروک نہ ہونے پائیں اور نہ ان پر دوسرے اسماء غالب کر دیئے جائیں، جیسے متاخرین نے جدید اصطلاحات و الفاظ قدیم الفاظ پر چسپالی کر دیئے اور جس کی وجہ سے اس قدر عظیم فساد و انتشار پیدا ہوا کہ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

افراد امت سے آپ کا مخاطب

سراپا شفقت و رحمت | آپ امت کو خطاب فرمانے کے لیے خوبصورت اور لطیف ترین الفاظ استعمال کرتے جو درشت و تند مزاج لوگوں سے بعید ہوں چنانچہ آپ نہ فحش یا درشت کلام فرماتے نہ تند گوئی اور تیزی سے کام لیتے۔
 آپ نبی اہل آدمی کے حق میں پر عصمت اور قابلِ تکلم الفاظ اور (شریف) کے حق میں پر مذمت الفاظ کہنے کو ناپسند فرماتے۔

پہلی مثال مثلاً منافق کو کہنا اے میرے سردار، فرمایا جو اللہ کے ہاں سردار نہیں تو تم نے اسے سردار کہہ کر اپنے پروردگار عزوجل کو ناراض کیا۔

نیز اپنے انگور کو کرم کہنے اور اچھیل کو اچھلم کہنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح آپ نے ایک صحابی ابو حکم کا نام بدل کر ابی شریح رکھ دیا اور فرمایا کہ حکم تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی طرف حکم واپس جاتا ہے۔

اسی طرح آپ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ غلام اپنے آقا کو ربی (پروردگار) کہے یا آقا اپنے غلام کو میرا بندہ کہے اور فرمایا بلکہ یوں کہو میرے بچے۔ میری بچی۔ ایسے ہی طبیب ہونے کے مدعی کو آپ نے رفیق فرمایا اور بتایا کہ طبیب تو خالق ہے اور جہلاء کا فر کو بھی حکیم کہتے ہیں جسے چند طبیعتی باتوں کا علم ہو حالانکہ دکافر، تمام مخلوقات سے زیادہ احمق ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے ایک خطیب سے جس نے کہا تھا:

”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ خوش بخت ہوا اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ سرکش و گمراہ ہوا۔“

آپ نے فرمایا کہ تو بدترین خطیب ہے۔ اسی طرح آپ کا فرمان:

۱۔ ان الفاظ میں زبردستی کے لیے کتنی رحمت اور شفقت ہے اور اُتاکے پندار کے لیے کسی موعظت حسنیہ ہے

کہ یہ مت کہو کہ جس طرح اللہ اور فلاں (بھی) چاہے ویسے ہوگا بلکہ کہ جس طرح اللہ چاہے پھر سو (اللہ کی مرضی سے) فلاں چاہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا، جس طرح اللہ اور آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ بلکہ کہو جیسی صرف اللہ کی مرضی ہوگی۔

اور دوسری نوع یہ ہے کہ غیر مستحق پر الفاظِ مذمت استعمال کیے جائیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانے (دوسرے) کو گالی مت دو، اور فرمایا، کہ زمانہ ہی خدا ہے۔

دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دینا ہے جب زمانے کو گالی دینا ہے، حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں اور سارا امر میرے ہاتھ میں ہی ہے۔ میں ہی دن رات بدلتا ہوں۔

ایک اور روایت میں فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے "اے زمانہ کی نامرادی۔ اس میں تین بڑے بڑے مفاسد ہیں۔ ایک یہ کہ ایک غیر مستحق کو گالی دی، کیونکہ دوسری اللہ کی مسخر مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ اس کے حکم کا تابع ہے اس کے امر کے سامنے بے بس ہے اس لیے گالی دینے والا مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔

دوسرے اس کا گالی دنیا شرک کا متضمن ہے کیونکہ اس نے ذلہ رساں اور ضرر رساں سمجھ کر گالی دی ہے۔

تیسرے گالی دینے والے کے دو حالات ہیں، یا تو اس نے اللہ کو گالی دی ہے یا شرک کیا ہے کیونکہ اگر اس کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ زمانہ بھی فاعل ہے تو وہ مشرک ہو گیا اور اگر اس کا یہ اعتقاد کہ تنہا اللہ ہی اس کا فاعل ہے، تو اس نے گویا اللہ کو گالی دی۔

لہذا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید کس طرح آپ مسلمانوں کے قلوب میں راسخ کر دینا چاہئے۔ یہ ارشاد نبوی ان لوگوں کے لیے غور طلب ہے جو خدا کو چھوڑ کر، یا اس کے ساتھ پیروں اور بزرگوں کو بھی، حاجت دعا سمجھتے ہیں۔ درمیں احمد حنفی!

اسی طرح آپ کا یہ فرمان کہ تم میں سے یہ کوئی نہ کہے کہ شیطان ہلاک ہو کیونکہ وہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے اسے اپنی قوت سے پھینک دیا، بلکہ یوں کہا کرے، بسم اللہ، اس سے وہ مکھی کی طرح چھوٹا ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ بندہ جب شیطان پر لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تو ایک مطعون پر لعنت کر رہا ہے، نیز اللہ شیطان کو رسوا کرے، اللہ شیطان کا منہ کالا کرے وغیرہ جملے بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، ان سب سے وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی آدم کو معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے اپنی قوت سے نقصان پہنچایا ہے یہ جملے اسے زیادہ سرکش بناتے ہیں اور ذرا بھی فائدہ بخش نہیں ہوتے چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس پر شیطان کا اثر ہو۔ وہ اللہ کا ذکر کرے۔ اس کا نام لے اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے۔ یہ بات اس کے لیے فائدہ دینے والی اور شیطان کے غصہ کو بھڑکانے والی ہے۔

کسی کام کے ہو جانے کے بعد اس قول کی ممانعت کہ کاش
عجز اور کسل کے مظاہرہ سے بچو | میں یوں نہ کرتا یوں کرتا، فرمایا کہ اس طرح شیطان کے

اثر کا دروازہ کھلتا ہے بلکہ ارشاد فرمایا کہ اس سے زیادہ نفع مند یہ کلمہ ہے |

جو کچھ اللہ کی تقدیر تھی اور جو اللہ نے چاہا ہو گیا۔

اور عجز (بھی غلط ہے) کیونکہ یہ بھی شیطان کو دخل اندازی کا موقع دیتا ہے گویا یہ فائدہ مند اعمال سے عاجز آگیا اور باطل امیدوں کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ کاش اس طرح ہوتا، کاش میں یوں کرتا۔ اس سے شیطان کو دخل دینے کا موقع ملتا ہے کیونکہ یہ عجز اور کسل (کستی) کا نتیجہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پناہ مانگی ہے کیونکہ یہ دونوں شرکاً منع ہیں اور انہی سے غم، اندوہ، بخل، قرض ادا نہ کر سکتا اور لوگوں سے مغلوب ہو جانا (جیسے حالات، پینا ہوتے ہیں چنانچہ ان کا مرکز اور مصدر عجز اور کسل ہی ہیں، چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شیطان کا کسی پر اثر شروع ہو جائے تو وہ تمنا میں کرنے والا تمام لوگوں سے زیادہ عاجز اور مفلس بن کر رہ جاتا ہے کیونکہ تمنا میں کرتے رہنا مفلسین کا اس المال ہوتا ہے اور عجز بہرہ شری کی کنجی ہوتی ہے بلکہ بہر گناہ کی جڑ عجز ہے۔ جب بندہ نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے سے عاجز آگیا تو بہر حال معاصی ہی میں ڈوب جائے گا۔

ایک حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح اصول و فروع اور اس کے مبادی و

غایات سے پناہ مانگنا۔ اٹھ خصال پر مشتمل ہے۔ ہر دو خصال آپس میں قرین ہیں۔ آپ نے دعا پڑھی
 استودعک من الهم والحزن توبہ تھمد اور حزن دونوں قرین ہوئے۔ اس کے
 بعد عجز اور کسل دونوں ایک دوسرے کے قرین ہیں۔ اگر بندہ بندگی اور اصلاح میں عاجز رہ گیا
 ہو، اگر عدم قدرت کے باعث ایسا ہوا تو عاجز ہے اور اگر قصداً ایسا کیا تو یہ کسل (کاہلی ہے)۔
 ان دو صفات سے ہر شر کھو جاتا ہے اور ہر شر موجود ہوتا ہے۔

جس شر کے باعث وہ اپنے بدن سے نفع حاصل نہیں کر سکتا اسے جین کہتے ہیں۔ اگر
 مال سے فائدہ حاصل نہ کر سکے پھر یہ غل ہوگا۔ چنانچہ اس کے باعث دو طرح کی مغلوبیت مستط
 ہو جائے گی۔ ایک کسی کے حق کا غلبہ جسے غلبہ دین کہتے ہیں۔ دوسرے باطل کے باعث مغلوبیت
 اسے غلبہ رجالی کہتے ہیں۔ یہ تمام مفاسد عجز اور کسل کا نتیجہ ہیں۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق حکم ہے کہ ایک آدمی
 عجز اور کسل کے خلاف فیصلہ ہوا۔ کہنے لگا حسبی اللہ ولعمد الوکیل
 (مجھے میرا اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔)

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ عجز پر ملامت کرتا ہے بلکہ تمہیں شعور سے کام لینا چاہیے پھر بھی
 اگر کوئی امر تم پر غالب آجائے تو کہو حسبی اللہ ولعمد الوکیل۔ حالانکہ اگر یہ اسباب کو
 موٹمندی سے کام میں لانا اور پھر بھی مغلوب ہو جانا۔ اس صورت میں یہ جملہ واقعہ اپنے مقام پر
 درست ہونا۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے تمام مامور بہ اسباب کو اختیار کیا کسی کو ترک نہیں کیا اور
 نہ عجز کا اظہار کیا۔ پھر بھی جب دشمن غالب آگئے اور انھیں آگے ہی ڈال دیا تو انھوں نے اس
 حالت میں حسبی اللہ ولعمد الوکیل کہا۔ چنانچہ یہ کلمہ جب اپنے مقام پر پڑھا تو فوراً
 اثر ہوا اور اس کا مقتضی ظاہر ہو گیا۔

اسی طرح احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب کہا گیا کہ لوگ
 تمہارے لیے جمع ہیں، اس لیے ان سے ڈرو تو صحابہ و رسول اللہ نے تیاری کی اور دشمن کے
 مقابلہ کے لیے نکلے اور خوب شعور سے کام لیا۔ پھر کہنے لگے حسبی اللہ ولعمد الوکیل
 تو اس کلمہ نے اثر کیا اور اس کا ایک نتیجہ نکلا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل
 علی اللہ فہو حسیدہ

یعنی، اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کی راہ نیا دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کو کافی ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

والقواللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون، یعنی، اور اللہ سے ڈرو، مومنوں

کو چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

اور اسبابِ دنیا اختیار کیے بغیر توکل کرنا اور اللہ کو کافی سمجھنا یہ محض عجز ہے، اگرچہ اس پر قدسے توکل صحیح یا نظر آتا ہے۔ لیکن یہ توکل عجز ہے اور بندے کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے توکل کو عجزِ نیا دے یا عجز کو توکل کا جامہ پہنائے۔ بلکہ توکل کو بھی اسبابِ مامورہ سمجھ کر اسے اختیار کرے جس کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں ہو سکتا۔

دو جماعتوں نے اس مسئلہ میں دھوکا کھا پایا ہے۔

ایک گروہ نے سمجھا کہ حصولِ مراد کے لیے تنہا توکل ہی کافی اور مستقل حیثیت میں موثر سبب ہے چنانچہ انہوں نے تمام اسباب کو معطل کر دیا، جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مقتضی تھے سبب تک پہنچنے کا ذریعہ تھے چنانچہ یہ گروہ ضعفِ توکل اور ترکِ اسباب کے باعث عجز اور تفریط میں گر گیا۔ دوسرے گروہ نے اسباب پر اعتقاد رکھا اور شرعاً اور ظاہراً ہر طرح سبب میں سبب کی کار فرمائی دیکھی اور توکل سے بالکل ہی اعراض کر لیا۔ اگرچہ اس گروہ نے اسباب کے ذریعہ کچھ نہ کچھ حاصل کر لیا، لیکن اس کی قوتِ اصحابِ توکل تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور نہ اسے اللہ کی نصرت حاصل ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے تحفظ و دفاع حاصل ہے بلکہ یہ توکل کے زائل ہونے کی وجہ سے ذلیل و عاجز ہے۔ کیونکہ قوت تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں پہاں ہے جیسا کہ بعض سلف نے فرمایا ہے۔

جو یہ چاہے کہ تمام لوگوں سے قوی ہو جائے تو وہ اللہ پر توکل کرے

ذکر الہی

آپ ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے

ذکر الہی کی وسعتیں | نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ذکر میں تمام مخلوق سے زیادہ کامل تھے بلکہ آپ کا ہر کلام اللہ کے ذکر یا اس کے متعلق پر مشتمل تھا۔ آپ کا امت کو منع فرمانا، حکم فرمانا، اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسمائے مبارک، صفات اس کے احکام افعال و وعدے و وعید، سب اس کا ذکر ہی تھے اور اس کی نعمتوں پر ثنا، حمد، تسبیح و تہجد بھی اس کا ذکر تھی۔ اس سے سوال و دعا آپ کی ترغیب و ترہیب بھی ذکر ہی تھا، سکوت و خاموشی تک بھی قلبی طور پر ذکر الہی کی متضمن تھی۔ گویا آپ ہر آن ہر حالت میں ذکر تھے اور ذکر الہی آپ کے تنفس کی طرح اٹھتے بیٹھتے چلتے سوار ہوتے۔ سفر و حضر صبح و جنگ ہر جگہ آپ سے متصل تھا۔ جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور

یعنی، سب تعریفیں اللہ کی ہیں، جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اٹھ کر اسی کی طرف ہمارا دحشر، نشر ہوگا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آپ رات کو جاگتے تو دس بار اللہ اکبر کہتے۔ دس بار اللہ اللہ کہتے اور بتایا کہ دس بار سبحان اللہ و محمد کا اور دس بار سبحان الملك القدوس اور دس بار استغفر اللہ اور دس بار لا الہ الا اللہ کہتے پھر دس بار یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بک ہن صبیق الدنیا و صبیق یوم القیامہ، اس کے بعد دہنجا شروع کرتے نیز فرماتی ہیں کہ جب آپ کسی وقت رات کو جاگتے تو یہ الفاظ پڑھتے:

لا الہ الا انت سبحانک اللھم استغفرک لذنبی واسألك رحمتک اللھم

زردنی سہا ولا تترغ قلبی بعد اذ ہدیتنی وھب لی من لدنک رحمة انک انت
الوھاب (ابوداؤد)

” یعنی تیرے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں، اسے اللہ تو پاک ہے۔ میں اپنے گناہ
کی کچھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اسے اللہ میرا علم زیادہ
کرے اور مجھے حبیب تو نے ہدایت دے دی تو اب میرے قلب کو کھوٹا نہ پانا اور
مجھے اپنی جناب سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔
نیز آپ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو بیدار ہو اور یہ جملے کہے :

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل
شیء قدير الحمد لله وسبحان الله ولا الہ الا الله والله اکبر ولا حول ولا
قوة الا باللہ العلی العظیم، اس کے بعد کہے اللھم اغفر لی۔

یعنی، اسے اللہ مجھے بخش دے، یا کوئی دوسری دعائے مانگے تو قبول ہوگی، اور اگر اس نے
وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز قبول ہوگی (بخاری)

حضرت عباسؓ نے جو رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزارا اس کے متعلق روایت کرتے
ہیں کہ حبیب آپؐ بیدار ہوئے تو آپؐ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور سورۃ آل عمران کی آخری دو آیات
ان فی خلق السموات والارض سے لے کر آخر سورت تک تلاوت کی۔ پھر یہ دعا پڑھی۔
اللھم لک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن وک الحمد
انت قہم السموات والارض ومن فیھن وک الصمد انت الحق ووعدک
الحق وقولک الحق ولقاءک حق والجنة حق والنار حق والنبیون حق و
محمد حق والساعة حق اللھم لک اسلمت ویک امنت وعلیک توکلت
والیک انبت ویک خاصمت والیک حالمت فاعفر لی ما قدمت وما
اخترت وما اشررت وما اغلنت انت الھی لا الہ الا انت ولا حول
ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

یعنی، اے اللہ تو سزاوار حمد ہے، تو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے ان
سب کا نور ہے بس تیری ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا
تھامنے والا ہے۔ بس تیری ہی حمد ہے۔ تو حق ہے تیرا وعدہ حق اور تیرا قول حق ہے

اور تیرا دیدار حق ہے، جنت حق ہے اور آگ (دوزخ) حق ہے اور انبیاء علیہم السلام حق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ میں تیرے لیے اسلام لایا، تجھ پر ایمان لایا۔ تجھ پر توکل کیا تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے نزاع کیا اور تجھ ہی سے داد خواہا ہوا۔ پس میرے سابقہ اور مابعد گناہ بخش دے اور جو گناہ میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے علانیہ کیے وہ بھی بخش دے، تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور بزرگی و عظمت والے خدا کے سوا نہ کوئی قدرت ہے اور نہ قوت ہے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے :
 اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَائِيلَ فَاطْمَئِنَّا بِالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَلَسْتَهَارِكَا أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ أَنْتَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 ” یعنی اے اللہ جبرائیل و میکائیل اور اسرائیل علیہم السلام کے پروردگار آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، غیب اور حاضر کو جاننے والے تو اپنے بندوں کا فیصلہ کرتا ہے جس میں اختلاف کرتے تھے، بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔“

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ اس کے ساتھ بسا اوقات آپ نماز شروع کر دیتے۔ جب آپ وتر پڑھتے تو وتروں سے فارغ ہونے کے بعد تین بار سبحان الملک القدوس کہتے اور تیسری بار آواز بلند کرتے۔

اور جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَذِلَّ أَوْ أَذَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلِمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ، (صحیح حدیث)

یعنی، اللہ کے نام سے، میں نے اللہ پر توکل کیا۔ اے اللہ میں اس امر سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کسی کو گمراہ کروں یا مجھے گمراہ کیا جائے یا میں پھسلا دوں یا مجھے پھسلا یا جاؤں یا میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔ میں جہالت (سے پیش) آؤں یا مجھ سے جہالت کا (بڑھاؤ) کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے گھر سے نکلے وقت یہ دعا پڑھ لے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے بدلتی
دی گئی ، تجھے کفایت ہوگئی اور تجھے پچایا گیا۔ اور شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے (حدیث حسن)
حضرت ابن عباسؓ نے جو رات آپؐ کے پاس گزارى اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ صبح کی نماز
کے لیے یہ دعا پڑھتے ہوئے یا ہر تشریف لائے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَّاجْعَلْ فِي لِسَانِي نُورًا وَّاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَّاجْعَلْ فِي
بَصَرِي نُورًا وَّاجْعَلْ فِي خَلْقِي نُورًا وَّمِنْ أَمَامِي نُورًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَّاجْعَلْ مِنْ
تَحْتِي نُورًا اللّٰهُمَّ اعْظِمْ لِي نُورًا۔

یعنی "اے اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری زبان کو نور عطا فرما، اور میری سماعت
کو نور عطا فرما، اور میری بصارت کو نور عطا کر، اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے سامنے
نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اے اللہ میرے لیے نور بڑھائے"
اور فضل بن مرزوقؒ حضرت عطیہ عوفیؒ سے وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں،
انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی اپنے گھر سے نماز پڑھنے
کے لیے نکلے اور وہ یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَشَائِئِیْ هَذَا الِیَّكَ تَانِیْ لَمْ
اُخْرِجْ لَطْرًا وَلَا اَشْرًا وَلَا رِبَاۗءًا وَلَا سَمْعَةً وَّالْمَاخْرَجِیْتَ اَلْقَاءَ سَخَطِكَ وَاِتْبَاعًا
مَرْضَاتِكَ اَسْأَلُكَ اِنْ تَنْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاِنْ تَعْفُرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَعْفُرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ۔

یعنی "اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق کے طفیل اور تیری طرف چلنے کے واسطے سے
سوال کرتا ہوں کہ نہ تو میں تکبر و دعوت سے نکلا ہوں اور نہ ربا کاری اور دکھاوے کی
خاطر بلکہ تیری ناراضگی سے بچتے ہوئے اور تیری رضا چاہتے ہوئے نکلا ہوں۔ میں
تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے آگ سے بچا دے اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے
سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔"

آپنا کہتے سے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس کے لیے بخشش کے لیے دعا
کرتے رہیں گے، اور نماز ختم ہونے تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمانیت کی توجہ فرمائے گا۔
اور ابوداؤدؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ جب مسجد میں داخل ہوتے تو

یہ دعا پڑھتے :

أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ،

یعنی "عظمت والے اللہ تعالیٰ اور اسی کریم کے رخ اور اسی قدیم کی قدرت کی میں پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔ جب اس نے یہ دعا پڑھ لی تو آپ نے فرمایا کہ وہ سارا دن شیطان سے محفوظ ہو گیا۔

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو پھر صلوٰۃ وسلم پڑھو اور پھر یہ کہو :

اللہم افتح لی ابواب رحمتک ، یعنی اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ؟

اور جب باہر آؤ، تو یہ کہو، اللہم انی اسئلك من فضلک ، یعنی اے اللہ میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

نیز مروی ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو درود و سلام پڑھتے اور یہ دعا کہتے :
اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک ، یعنی اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

جب آپ صبح کی نماز پڑھتے تو طلوع آفتاب تک جائے نماز پر بیٹھے رہتے اور اللہ کی یاد میں مصروف رہتے۔

نیز آپ صبح کو یہ دعا پڑھا کرتے ، اللہم بک | صحناء بک امینا و بک نجیاء بک نموت و البک النشور۔

یعنی اے اللہ ہم نے تیری توفیق سے صبح کی ایسی طرح شام کی اور ایسی طرح ہم جیتے

اور تیرے نام پر مرتے ہیں اور بلاشبہ تیری ہی طرف حاضر ہونا ہے ؛

اور جب صبح ہوتی تو آپ یہ دعا بھی پڑھا کرتے :

اصحنا و اصبح الملك لله والحمد لله ولا اله الا الله وحده لا شریک له

له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير، رب اسالك خیر ما فی هذا الیوم

وخیر ما بعدہ واعوذ بک من شر هذا الیوم وشر ما بعدہ رب اعوذ بک من الکل

وسوء الكبر رب اعوذ بك من عذاب في النار وعذاب في القبر،

یعنی تم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے بھی صبح کی اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود و کارساز نہیں۔ وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی یاد شاہی ہے، اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، اے پروردگار! میں تجھ سے اس دن کی بھلائی اور اس کے بعد کی بھلائی مانگتا ہوں اور میں اس دن کے شر اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے پروردگار! میں کاہلی اور تکبر کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے پروردگار! میں جہنم میں ہونے والے عذاب اور قیام میں ہونے والے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اور جب شام ہوئی تو آپ نے اسی دعا کو امینا و امی الملک اللہ الخ کے مذکورہ طریق پر پڑھی (مسلم)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عرض کیا کہ ایسے کلمات بتائیے جو صبح و شام میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھا کرو :

اللهم فاطر السموات والأرض عالم الغيب والشهادة رب كل شيء ومليكه وما لك اشهد ان لا اله الا انت اعوذ بك من شر نفسي وشر الشيطان وشر كل من اتى قلبه على نفسي سوءاً اذ اجرة الى مسلم

یعنی اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور ظاہر کے جاننے والے ہر چیز کے پروردگار! اس کے بادشاہ اور اس کے مالک، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود و کارساز نہیں۔ میں اپنے نفس کی اور شیطان کی شرارت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس کے شرک سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں (اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں) کہ میں اپنے آپ پر کوئی برائی لاد دوں یا اسے کسی مسلمان کی طرف منسوب کر دوں۔ آپ نے فرمایا، جب صبح یا شام کرے تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو، یا جب بستر پر جاؤ (تب بھی یہ دعا پڑھ لیا کرو) (حدیث صحیح)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی ہر صبح و شام یہ دعائیں بار بار پڑھے اسے کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيء في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم

یعنی "اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز بھی ضرر نہیں دیتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"
اور جو آدمی صبح یا شام یہ دعائیں تین بار پڑھے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو راضی رکھے
دعا یہ ہے ۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ، یعنی ، میں اللہ کے پروردگار کو ربوں نے ، اسلام کے دین کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا ۔ اور جس نے صبح یا شام کو یہ دعا پڑھی :

اللهم اني اصبحت اشهدك واشهد حمله شريك وملائكتك وجميع خلقك انك انت الله الذي لا اله الا انت وان محمدا عبدك ورسولك
یعنی "اے اللہ میں نے صبح کی ، میں تجھے تیرے عرش کے واطمین تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو (شاید بنا کر) گواہی دیتا ہوں ، بے شک تو ہی اللہ ہے ، تیرے سوا کوئی معبود و کارساز نہیں ۔ اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں ۔"

جو اسے ایک بار پڑھے گا اللہ اس کا چوتھائی آگ سے آزاد کر دے گا اور اگر دو بار پڑھے گا تو اللہ اس کا نصف آگ سے آزاد کر دے گا ۔ اگر تین بار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا تین چوتھائی آگ سے آزاد کر دے گا ۔ اور اگر چار بار پڑھے گا ، تو اللہ تعالیٰ اسے آگ سے بالکل آزاد کر دے گا (حسن نیز آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے صبح کو یہ دعا پڑھی اس نے اس دن کا حق ادا کر دیا ۔

"اللهم ما اصبحت بي من نعمة او باحد من خلقك فمذكرك وجدك لا شريك لك لك الحمد ولك الشكر" یعنی اے اللہ میں نے یا تیری مخلوق میں سے جس نے بھی تیری نعمت کے ساتھ صبح کی ، وہ نعمت بس صرف تیری ہی جانب سے ہے ، تیرا کوئی شریک نہیں ۔ تیری ہی حمد ہے اور تیرا ہی شکر ہے ۔ اور جو شام کو دعائے مذکورہ پڑھے اس نے رات کا شکر ادا کر دیا (حدیث حسن) نیز آپ صبح و شام یہ دعائیں بھی پڑھا کرتے :

اللهم اني اسالك العافية في الدنيا والآخرة ، اللهم اني اسالك العفو والعافية في ديني ودنياي واهلي ومالي اللهم استر عوراتي وآمن روعاتي اللهم احفظني من بين يدي ومن خلفي وعن يميني وعن شمالي ومن فوقي اعوذ بعظمتك ان اعتال من تحتي (حاکم)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں عاقبت کا سوالی ہوں، اے اللہ میں تجھ سے اپنے دین و دنیا گھر اور مال کے لیے عفو اور عاقبت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ میری غنمی (کمزوریوں) پر پردہ ڈال دے اور مجھے پریشان حالی سے مامون فرما۔ اے اللہ میرے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور اوپر سے حفاظت فرما۔ میں تیری عظمت کے طفیل اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھے ڈھکے چھپے دھوکہ دیا جائے۔ اور آپ نے فرمایا کہ تم کو چاہیے صبح کے وقت یہ دعا پڑھئے :

اصبر ادا صبح الملك لله رب العالمين اللهم اني اسالك خير هذا اليوم فتحه
و نصره و نوره و بركته و هدايته و اعوذ بك من شر ما فيه و شر ما بعده
پھر جب شام ہو تو بھی یہی دعا پڑھو (حدیث حسن)

ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی ایک لڑکی سے فرمایا، کہ جب تم صبح کرو تو یہ دعا پڑھو، کیونکہ اس کا صبح کے وقت پڑھنا شام تک محفوظ رکھے گا اور جو شام کو پڑھے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے :

سبحان الله و بحمده و لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم ما شاء الله كان
و ما لم يشأ لم يكن اعلم ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شئ علما
یعنی "اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے اور خدائے بزرگ و عظمت کے سوا نہ کوئی توفیق ہے
اور نہ قوت ہے جو کچھ اللہ چاہے وہ ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں
کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے علم کے لحاظ سے
ہر چیز کو محیط ہے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی دعا نہ بتاؤں کہ جب تم
اسے پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کر دے اور تمہارا قرض چکا دے ؟

میں نے عرض کیا، ہاں ! اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا صبح یا شام کے وقت یہ کلمات کہہ لیا کہ

اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن و اعوذ بك من العجز والكسل و اعوذ

بك من الحين والحين و اعوذ بك من غلبة الدين وقهر الرجال

یعنی "اے اللہ میں غم و اندوہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں عجز و سستی سے تیری پناہ مانگتا
ہوں اور میں بزدلی اور نجل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے قہر

سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے میرا غم دور کر دیا اور قرض ادا کر دیا۔ نیز آپ سے منقول ہے کہ آپ صبح کو یہ دعا پڑھا کرتے :

اللهم انى اسئلك علما نافعاً و رزقاً طيباً و عملاً متقبلاً :

یعنی "اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم اور پاک رزق اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔"

اور آپ سے منقول ہے کہ جو صبح کو اور شام کو یہ کلمات کہے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کی ہر التجا

مکمل طور پر قبول فرمائے، کلمات یہ ہیں :

اللهم انى اصبحت منك فى نعمة و عافية و ستر فاتم على نعمتك عافيتك

و مستورك فى الدنيا و الآخرة، یعنی اے اللہ میں نے تجھ سے تیری نعمت و عافیت اور پردہ پوشی

پری صبح کی پس تجھ پر اپنی نعمت و عافیت اور پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں مکمل طور پر فرما۔

نیز آپ سے منقول ہے کہ جو آدمی صبح و شام سات سات مرتبہ یہ کلمات کہے :

حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت و هو رب العرش العظيم،

یعنی "مجھے میرا اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ

عرش عظیم کا مالک ہے۔"

تو دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ اے ہر غم میں کافی ہوگا۔ نیز آپ سے منقول ہے کہ جو

شخص دن کی ابتداء میں یہ کلمات کہے وہ شام تک کسی مصیبت سے دوچار نہ ہوگا اور جو دن کے آخری حصہ

میں کہے گا اسے صبح تک کچھ رنج نہ پہنچے گا۔ کلمات یہ ہیں :

اللهم انت ربى لا اله الا انت عليك توكلت و انت رب العرش العظيم ما

شاء الله كان و ما لم يشأ لم يكن لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم اعلم ان الله

على كل شى قد يروان الله قد احاط بكل شى علما اللهم انى اعوذ بك من شر نفسى و

شر كل دابة انت آخذ بنا هيته ان ربى على صراط المستقيم۔

یعنی "اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود و کارساز نہیں۔ میں نے تجھ پر توکل

کیا، اور تو ہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ جو اللہ چاہے وہ ہو جاتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔

اللہ بزرگ و برتر کے سوا نہ کہیں سے آفتیق ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ

ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اے

اللہ میں اپنے نفس کے شر سے اور ہر جاندار کے شر سے جس کی پشیمانی تیرے قبضہ میں ہے، تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستہ پر ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے کسی سے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا۔ اٹھوں نے جواب دیا "نہیں جلا اور اللہ تعالیٰ ان کلمات کے باعث ایسا نہیں ہونے دے گا، جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔"

نیز آپ نے فرمایا، کہ تمام استغفاروں کا سردار (سید الاستغفار) یہ کلمات ہیں:

اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك
وعدتك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت اولا لك ينعمت على
والوعذ بدينى فانقر لى انه لا يعصم الذنوب الا انت

یعنی "اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بند ہوں اور میں تیرے عہد و وعدہ پر قائم ہوں، حتیٰ کہ مجھے استطاعت ہے۔ میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں جو مجھے حاصل ہے اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔"

جو صبح کو یقین کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے، اسی دن مر جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شام کو یقین کرتے ہوئے یہ کلمات کہے اور اسی رات فوت ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور فرمایا کہ جو صبح و شام سبحان اللہ و بحمدہ سو بار کہے تو قیامت کے دن اس سے زیادہ کسی کا اجر و ثواب نہ ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ اگر کوئی ایسا ہی ورد کرے، یا اس سے زیادہ پڑھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جو دس بار صبح کے وقت یہ کلمات کہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور اس سے دس برائیاں مٹا دے گا اور غلام آزاد کرنے کے برابر اسے ثواب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے اس دن شیطان سے محفوظ رکھے گا۔ اور جب شام ہو تو پھر اسی طرح کہے تو صبح تک وہی مذکورہ فوائد حاصل ہوں گے اور آپ نے فرمایا کہ جو صبح کرے اور اس دن سو بار یہ کلمات کہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير

اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے (نامہ اعمال) میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی۔ اور یہ دن اس کے لیے شیطان سے حفاظت کا سبب ہوگا۔

یہاں تک کہ شام ہو جائے ، اور اس سے زیادہ کسی کا ثواب نہ ہوگا ، ہاں وہ آدمی جو اس سے زیادہ عمل کرے اور مسز وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سکھائے اور حکم دیا کہ اپنے گھر میں ہر صبح یہ کلمات کہنے کی تاکید کریں۔ کلمات یہ ہیں :

لبيك اللهم لبيك لبيك وسعديك والخير في يديك ومنك و
اليك اللهم ما قلت من قول أو حلفت من حلف أو نذرت من نذر فمشتيتك
بيني يدي ذلك كله ما شئت كان وما لم تشأ لم يكن ولا حول ولا قوة الا بك
انك على كل شيء قدير، اللهم ما صليت من صلوة فعلت من صليت وما لعنت
من لعنة فعلت من لعنت انت ربي في الدنيا والآخرة توفني مسلماً والحقني ،
يا صالحين اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة ذو الجلال
والاكرام فاني اعهد اليك في هذا الحيوة الدنيا واشهدك وكفى بك
شهيداً باني اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك لك الحمد و
انت على كل شيء قدير واشهد ان محمداً عبدك ورسولك واشهد ان
وعدك حق ولقاءك حق والساعة حق آتية لا ريب فيها وانك تبعث
من في القبور وانك ان تكلمني الى نفسي تكلمني الى ضعف وعونة وذنب و
خطيئته واني لا اتق الا برحمتك فاغفر لي ذنوبي كلها انه لا يغفر الذنوب
الا انت ونب على انك انت التواب الرحيم

یعنی "میں حاضر ہوں اے میرے اللہ، میں حاضر ہوں ، میں حاضر ہوں ، پر بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے ، وہ تجھ سے ہے اور تیری طرف سے ہے ، اے اللہ میں نے جو پست کی یا کوئی قسم کھائی ، یا کوئی نذر مانی ، پس یہ تمام تیری مشیت میرے سامنے ہے جو تو نے چاہا ہو گیا ، اور جو تو نے نہیں چاہا نہ ہوا۔ اور تیرے سوا نہ کسی سے توفیق ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔ بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تو نے جس پر کچھ رحم کیا تو وہ اسی پر ہے جس پر تو نے رحم کیا اور جس پر تو نے بھینکار کی وہ اسی پر ہے جس پر تو نے بھینکار کی تو دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے یہ حالت اسلام موت دنیا اور نیکو کاروں کے ساتھ ملا دینا۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے غیب و حاضر کے جاننے والے بزرگی و اکرام والے میں اس

حیاتِ دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تجھے گواہ بناتا ہوں، اور تیری گواہی کافی ہے،
 میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں
 تیری ہی بادشاہی ہے اور تیری ہی حمد ہے، اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے
 اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول
 ہی۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا وعدہ سچا ہے۔ تیری ملاقات حق ہے۔ قیامت
 حق ہے، آنے والا ہے اس میں کچھ شبہ نہیں، اور جو قبول میں ہیں تو انہیں پھر سے
 اٹھائے گا۔ اگر تو (کام) میرے سپرد کرے تو صفت، ناتوانی، بگناہ و خطا، کے
 سپرد کیے اور میں صرف تیری رحمت پر اعتماد رکھتا ہوں، پس میرے تمام گناہ بخش
 دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں اور میں صرف تیری رحمت پر اعتماد
 رکھتا ہوں۔ پس میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں،
 اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تیرے سوا کوئی توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا نہیں

لباس پہنتے وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے جیسے عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر یہ دعا پڑھتے، اللھم لک الحمد انت کسوتینہ اسألك خیراً وخیر ما صنعت لہ و اعوذ بک من شرہ و شر ما صنعت لہ (حدیث صحیح) یعنی ”اے اللہ تیری لاکھ لاکھ حمد کہ تو نے مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس کے لیے بنایا گیا اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس کے شر اور جس کے لیے بنایا گیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“
 نیز منقول ہے کہ جب آپؐ نیا کپڑا پہنتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد لله کسانی ما اودى به عورتی و اٰتجمل به فی حیاتی یعنی تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے (لباس) پہنایا جس سے میں اپنی عریالی چھپانا ہوں اور زندگی میں اسی سے زینت حاصل کرتا ہوں۔

اور جو کپڑا کہہ ہو گیا ہوا سے صدقہ کرے تو وہ زندگی اور موت میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ہوگا اور زندہ یا مردہ حالت میں اللہ کے راستہ میں ہوگا۔ نیز آپؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے ام خالدؓ سے، انھیں نیا لباس مرحمت کرتے وقت فرمایا: ”اسے بوسیدہ کرو، اسے پرانا کرو۔ پھر بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، یہ دو بار فرمایا۔“

اور سنن ابن ماجہؒ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر نیا لباس دکھایا تو دریافت فرمایا، کیا یہ نیا ہے یا دھلا ہوا ہے؟ انھوں نے عرض کیا ”یہ نیا ہے آپؐ نے فرمایا نیا (لباس) خوب پہنو۔ قابلِ تعریف طور پر جو اور شہید ہو کر مرو۔“

آداب خانہ

گھر میں داخل ہوتے وقت اور خانگی مصروفیات کے سلسلہ میں آپ کا عمل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچانک گھر میں کبھی تشریف نہ لاتے کہ گھر والوں کو پریشان کر دیں بلکہ اس طرح تشریف لاتے کہ (گھر والوں) کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کا علم ہوتا۔ پھر آپ سلام کرتے جب آپ اندر تشریف لاتے تو کچھ نہ کچھ دریاقت فرمایا کرتے۔ لیساً اوقات پوچھتے کہ کیا کچھ کھانے کو ہے؟ اور لیساً اوقات خاموش رہتے یہاں تک کہ ماحضر پیش کر دیا جاتا۔

نیز آپ سے منقول ہے کہ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد لله الذي كفاني وآداني والحمد لله الذي أطعمني وسقاني والحمد لله الذي من عليّ أسألك ان تجيوني من النار، یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو میرے لیے کافی ہے، اسی نے مجھے پناہ دی، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے کھلایا اور پلایا اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ پر احسان فرمایا، اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے بچا۔

نیز ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کرو۔ یہ تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگا۔ ترمذی نے اسے صحیح حسن کہا ہے۔

سنن میں روایت ہے کہ انسان جب گھر میں داخل ہو تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللهم اني اسألك خيرا المولج وخيرا المخرج يسر ولجنا وعلی اللہ دینا توکلنا، یعنی اے اللہ میں تجھ سے بہترین مدخل اور بہترین مخرج کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اپنے رب اللہ پر ہم نے توکل کیا۔

پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے، اور صحیح روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو تو داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے، اس وقت شیطان کہتا ہے کہ اے شیاطین تمہارے لیے یہاں نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا ہے۔ اور جب داخل ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی، اور جب کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا ذکر نہ کرے تو کہتا ہے کہ تمہیں رات کی رہائش اور کھانا دونوں مل گئے۔ (مسلم)

صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللہم انی اعوذ بک من الخبیث والخبائث۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ پشاپ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہ دیا اور (بعد میں) بتایا کہ ایسے وقت باتیں کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ دو آدمی اس طرح حوائج ضروریہ سے فراغت نہ کریں کہ (قریب بیٹھے) ننگے ہوں اور باتیں کر رہے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان (بے شرمی کی باتوں سے) خفا ہوتا ہے، نیز یہ گزر چکا ہے کہ آپ حوائج ضروریہ کے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرتے نہ پیٹھ کرتے۔

حضرت ابوالویث، سلمان فارسی، ابو ہریرہ، معقل بن ابی معقل، عبداللہ بن حرت بن زبیدی، جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے مذکورہ حدیث ثابت ہے اور یہ تمام احادیث صحیح و حسن ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول کہ آپ نے صرف صحرا میں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ آپ سے مختص ہے۔ یہ نہی کی ترجمانی نہیں بن سکتی۔ نیز یہ ابوالویثؓ کی روایت عموم سے ناقص بھی ہے۔ اور جب آپ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو غصہ اذک کہتے۔ نیز آپ کے یہ دعا بھی منقول ہے، الحمد لله الذی اذہب عنتی الادی وعافانی، یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے بچا لیا۔

اذکار و ضو

آپ سے ثابت ہے کہ پانی کے پھرے ہوئے برتن میں ایک دفعہ آپ نے ہاتھ ڈالا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا، اللہ کا نام لے کر وضو کرو۔

اور آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وضو کے لیے آواز دو، چنانچہ پانی لایا گیا۔ آپ نے فرمایا، اے جابر! اسے لو اور مجھ پر بسم اللہ کہہ کر ڈالو، راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ پر پانی بہایا اور بسم اللہ کہا۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کی انگلیوں میں سے پانی کا قوارہ بہتے ہوئے دیکھا۔

امام احمد نے ابو ہریرہؓ، سعید بن زیدؓ اور ابو سعید خدریؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ جس وضو میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ وضو ہی نہیں اس کی سند کمزور ہے۔

صحیح روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، جو وضو مکمل کر لے اور بعد میں یہ پڑھے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبداً ورسولہ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو جائے (مسلم)

ترمذی نے یہ دعا مزید لکھی ہے کہ مندرجہ بالا دعا کے بعد آپ نے یہ دعا بھی پڑھی، اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین، یعنی اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں کر دے اور مجھے پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں شامل کر دے۔

امام احمد نے لکھا ہے کہ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ ابن ماجہ نے اور امام احمد نے تین بار کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور لقی بن مخلد نے سند میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث سے مرفوعاً لکھا ہے کہ "پھر آپ وضو سے فارغ ہوئے تو یہ دعا پڑھی۔"

سبحانک اللھم وحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک، یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود

نہیں۔ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف (توبہ کرتے ہوئے) لوٹتا ہوں۔“
اس دعا پر مہر لگا دی جاتی ہے پھر اسے اٹھا کر سرخس کے نیچے پہنچا دیا جاتا ہے اور قیامت تک
یہ ضائع نہیں ہوتی (نسائی)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وھنو کے موقع پر حاضر ہوا آپؐ سے وھنو کرتے وقت میں نے سنا کہ
آپؐ دعا کر رہے تھے، اللھم اغصر لی ذنبی ووسع لی فی حادی وبارک لی فی رزقی
یعنی ”اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے گھر میں وسعت عطا فرما۔ اور میرے
لیے رزق میں برکت عطا کر“ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپؐ اس طرح دعا کر رہے تھے؟
آپؐ نے فرمایا کیا میں نے کچھ بھی باقی رہنے دیا؟

اذکار اذان

نبی علی اللہ علیہ وسلم سے اذان ترجیح اور بلا ترجیح بہ طرح ثابت ہے اور اقامت ایک ایک اور دو کلمہ (کی صورت) میں مشروع ہے، لیکن قد قامت الصلوٰۃ کا کلمہ آپ سے دو ہی مرتبہ کہنا ثابت ہے۔ اس کا افراد قطعاً آپ سے ثابت نہیں۔ اس طرح اذان کی ابتدا میں آپ سے چار مرتبہ تک کلمہ تکبیر کی تکرار ثابت ہے اور دو بار پر اس کا ختم کرنا ثابت نہیں۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جاتے البتہ قد قامت الصلوٰۃ کا لفظ دو بار کہا جاتا۔

اور حضرت ابو محذورہؓ کی روایت میں کلمات اذان کے ساتھ ساتھ "کلمہ اقامت" کا دو بار کہنا بھی مروی ہے اور یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ ان میں سے کسی ایک صورت میں بھی کراہت نہیں۔ اگرچہ بعض بعض سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلالؓ کی اذان و اقامت اختیار کی۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ابو محذورہؓ کی اذان اور حضرت بلالؓ کی اقامت اختیار کی۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کی اذان اور حضرت ابو محذورہؓ کی اقامت اختیار کی اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کا عمل دیکھا کہ وہ اذان میں دو تکبیریں کہتے، اور کلمہ اقامت ایک بار کہتے ہیں انھوں نے اسے اختیار کر لیا۔ اشدان سب سے راہنی ہو۔ سب نے سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا ہے۔ اذان اور اس کے بعد ذکر سے متعلق امت کے لیے پانچ صورتیں مشروع ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ سننے والا موزن کے کلمات و الفاظ دہرائے سوائے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے کہ اس وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہیے۔ ان دونوں کو جمع کرنا مروی نہیں۔ نہ محض حی علی الصلوٰۃ کہنا مروی ہے۔ بلکہ آپ کی سنت یہ ہے کہ اس موقع پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے، اور یہ صورت موزن اور سننے والے کی طبعی مقتضا حال

کے مطابق ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ رضیت باللہ رباً والاسلام دیناً و محمد نبیاً کہے، یعنی میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے یہ کہا اس کے گناہ بخشے گئے۔

۳۔ تیسرے موذن کی اذان کا جواب دینے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔

۴۔ چوتھے اذان کے بعد یہ دعا پڑھنا، اللهم رب هذه الدعوة التامة بالصلاة القائمة ان محمد الوسيلة والفضيلة والبعثة مقاماً محموداً الذي وعدته انك لا تخذل الميعاد یعنی اسے اس مکمل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ، فضیلہ عطا فرما، اور انھیں مقام محمود عطا فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

۵۔ پانچویں یہ کہ اس کے بعد اپنے لیے دعا کرے اور اللہ کے فضل کا طلبگار ہو کیونکہ اس کی دعا قبول ہوگی جیسے کہ سنن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، جس طرح موذن کہے اسکی طرح تم بھی کہو، جب ختم کرو تو اللہ سے دعا کرو قبول ہوگی۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ جب اذان دینے والا اذان دے اس وقت یہ دعا کرے۔ اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة النافعة صل على محمد وارثي عنى رضائهم لا تسخط بعدة یعنی، اے اللہ اس کا مل پکار اور فائدہ دینے والی نماز کے پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما، اور مجھ سے اس طرح کی خوشنودی سے راضی ہو جا کہ جس کے بعد کوئی نافرمان نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ دعا پڑھا کروں۔

اللهم ان هذا اقبال ليلك وادبار نهارك واصوات دعواتك فاعف عني یعنی، اے اللہ بے شک یہ تیری رات کی آمد تیرے دن کا رجوع اور تجھ کو پکارنے کا وقت ہے پس مجھے بخش دے (ترمذی)

اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو امامہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب آپ اذان سنتے تو یہ دعا پڑھتے: اللهم رب هذه الدعوة التامة المستجابة والمستجاب لها دعوة

الحق وکلمة التقوی توفی علیہا واحینی علیہا واجعلنی من صالح اہلہا عملاً
یوم القیامة، نیز آپ سے منقول ہے کہ آپ اقامت کے کلے (قد قامت الصلوة)
کے موقع پر اقامہ اللہ وادامہا کہتے، اور سنن میں مروی ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان
دعا مسترد نہیں ہوتی۔

عرصن کیا گیا کہ لے اللہ کے رسول ہم کیا دعا کریں؟
آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگو۔
اور دوسری صحیح روایت میں آتا ہے کہ اسی میں دو ساعتیں ہیں، جن میں آسمان کے دروازے
کھول دیئے جاتے ہیں۔ اذان کے وقت اور اللہ کے راستہ میں (میدان جنگ کی) صف بندی
کے موقع پر دعا کرنے والے کی دعا سزا دی رد کی جاتی ہے

عشرہ ذی الحجہ میں کثرت تکبیر و تحمید و تہلیل کی تاکید

ذی الحجہ کے عشرہ میں آپؐ بکثرت دعا کرتے، اور کثرت تکبیر و تحمید و تہلیل کی تاکید فرماتے۔ پانچویں روز کی نماز فجر سے لے کر آخری روز تشریق کی عصر تک تکبیریں کہا کرتے۔ چنانچہ آپؐ پڑھا کرتے، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
اللہ اکبر واللہ الحمد، یعنی، اللہ سے بڑا ہے اللہ سے بڑا ہے۔ اللہ کے
کوئی معبود نہیں اور اللہ سے بڑا ہے اللہ سے بڑا ہے، وہی سزاوار حمد ہے۔

رویت ہلال کے موقع پر سنت نبویؐ

آپ سے ایسے موقع پر اس دعا کا پڑھنا منقول ہے :-

اللهم اهلنا بالامن والايمان والسلامة والاسلام ربنا وربك الله
(ترمذی) یعنی: اے اللہ ہم پر تیرا چاند امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر۔ میرا پروردگار
اور تیرا پروردگار اللہ ہے (حدیث حسن)

نیز آپ سے چاند دیکھتے وقت یہ دعا بھی مروی ہے :-

اللہ اکبر اللهم اهلنا بالامن والايمان والسلامة والاسلام والتوفيق
لما تحب وترضى ربنا وربك الله (دارمی)۔

یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ
جس پر تو راضی ہے اور پسند کرتا ہے ان باتوں کے ساتھ طلوع ہلال کر۔ ہمارا پروردگار اور تیرا
پروردگار اللہ ہے۔

قبل و بعد از طعام اذکار نبوی

جب آپ کھانا شروع کرتے تو بسم اللہ کہتے اور کھانے والے کو بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیتے اور فرمایا کرتے کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا نام لے۔ اگر ابتدا میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو پھر اس طرح کہے بسم اللہ فی اولہ و آخرہ۔ اور صحیح یہ ہے کہ کھانے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے۔

اصحاب احمد کا ایک قول یہی ہے۔ اور احادیث امر (وجوب) صحیح ہیں ان کا کوئی معارض نہیں اور نہ اس کے خلاف اجماع مروی ہے اور (بسم اللہ) کو چھوڑ دینے والا کھانے اور پینے میں شیطان کا شریک (حصہ دار) ہے۔

ایک فکر انگیز مسئلہ | میں ہوں۔ اور ایک آدمی بسم اللہ پڑھے تو باقی لوگوں سے یہ وجوب مٹ جائے گا اور شیطان کی مشارکت ختم ہو جائے گی؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا بسم اللہ کر لینا باقی کھانے والوں کی جانب سے بھی اسے ادا کر دے گا اور اصحاب شافعی نے اسے سلام کا جواب دینے اور چھینک کا جواب دینے پر محمول کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بسم اللہ پڑھے بغیر شیطان کی مشارکت ختم نہ ہوگی۔ اور دوسرے آدمی کی بسم اللہ کسی اور کو کفایت نہ کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھانے میں حاضر ہوئے، اچانک ایک لڑکی آئی اور کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک اعرابی آیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شیطان اپنے لیے کھانے کو حلال کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں کہ اس پر بسم اللہ پڑھی جائے پہلے وہ اس لڑکی کے ساتھ آتا کہ

اس کے ذریعے کھائے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر عربی کے ساتھ آیا تاکہ اس کے ذریعہ کھانا کھا سکوں۔ میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ (شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ہمراہ میرے ہاتھ میں دگر قتاں ہے۔ پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھی اور کھانے میں شریک ہوئے۔

اب اگر ایک آدمی کی بسم اللہ ہی کافی ہوتی تو شیطان کھانے میں ہاتھ کیوں ڈالتا؟ اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھانے پر بسم اللہ کہنا بھول جائے اسے چاہیے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھے۔ یہ روایت مشکوک ہے۔

اور جب آپ کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا تو اس وقت یہ دعا پڑھتے: الحمد لله
حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا عز وجل الخ
یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، بہت ہی تعریفیں پاکیزہ، برکت والی نہ ایسی جو بے پروا کر دیں یا ترک کر دیں اور جن سے استغنا ہوا سے ہمارے بزرگ و برتر پروردگار۔

بسا اوقات آپ یہ دعا بھی پڑھتے: الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين
یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔
نیز یہ دعا بھی پڑھتے: الحمد لله الذي اطعم و سقى و سوغه و جعل له مخرجاً
امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جو آدمی کھانا کھائے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ دعا یہ ہے:-

الحمد لله الذي اطعمني هذا من غير حول مني ولا قوة - یعنی سب تعریفیں
اس ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا جبکہ نہ مجھے توفیق تھی اور نہ قوت۔

امام بخاری نے یہ دعا بھی نقل کی ہے کہ آپ پڑھا کرتے: الحمد لله الذي كفانا وآوانا
یعنی سب تعریفیں اس ذات کے لیے جو ہمیں کافی ہے اور جس نے ہمیں پناہ دی۔
آپ سے منقول ہے کہ جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ بسم اللہ پڑھتے اور جب کھانے سے
فارغ ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے: اللهم اطعمت و سقيت و اغنيت و اقميت و هديت
واحبيت فلا الحمد على ما اعطيت۔

یعنی: اے اللہ تو نے کھلایا تو نے پلایا اور تو نے ثروت عطا کی اور تو نے غنا عطا
کیا اور تو نے ہدایت دی اور تو نے زندہ کیا، پس تیری عطا پر تیری ہی حمد ہے۔

اور سنن میں منقول ہے کہ جب آپ کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

الحمد لله الذي من علينا وهدانا والذى اشبعنا وادوانا وكل الاحسان

اقانا: یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ہدایت دی اور جس نے ہمیں سیر کیا اور سیراب کیا اور ہم پر ہر قسم کا احسان فرمایا۔

نیز سنن میں آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے:

اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه۔ یعنی اے اللہ اس میں ہمارے لیے

برکت فرما اور ہم کو اس سے بہتر کھلا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دودھ پلائے، وہ کہے: اللهم بارك لنا فيه وزدنا

منه: یعنی اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمیں اس (قسم کا طعام) زیادہ عطا کر۔

اور آپ جب برتن سے پانی پیتے تو تین بار سانس لیتے اور ہر سانس پر الحمد للہ کہتے اور

آخر میں الحمد للہ والشكر للہ بھی کہتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر میں تشریف لاتے تو معلوم فرماتے

آں حضرت کا دستور خانہ کہ کیا کچھ کھانے کے لیے ہے؟

آپ نے کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، بلکہ اگر اشتہا ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ ہاتھ کھینچ

لیتے اور خاموش رہتے۔ گاہے گاہے فرماتے کہ مجھے اشتہا نہیں۔ کبھی کبھی آپ کھانے کی تعریف بھی فرماتے

ایک مرتبہ آپ نے سالن کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کیا گیا صرف سر کہ ہے تو آپ نے وہی

کھانا شروع کر دیا اور فرمانے لگے:

سر کہ تو بہترین سالن ہے۔

اور جب آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا اور آپ روزے سے ہوتے تو فرماتے کہ میرا

روزہ ہے اور حکم دیتے کہ اگر روزے دار کو کھانا پیش کیا جائے تو کھانا پیش کرنے والے کو دعا دو۔

اور اگر روزے سے نہ ہوتے تو تناول فرماتے اور جب آپ کو کھانے پر مدعو کیا جاتا اور کوئی دوسرا بھی

آپ کے ہمراہ ہو جاتا تو آپ دعوت دینے والے کو مطلع کرتے اور فرماتے کہ یہ بھی ہمارے ہمراہ ہے،

اب اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو۔ ورنہ واپس چلا جائے۔

اور حدیث بخاری میں آیا ہے کہ آپ کھانا کھاتے وقت باتیں بھی کر لیتے تھے۔ مثلاً آپ نے ایک

خادم سے جو کھانا کھلا رہا تھا فرمایا کہ بسم اللہ کہو اور سامنے سے کھاؤ اور بسا اوقات آپ ہمارے

مہانوں کو کھانے کی کٹی بار پیشکش فرماتے جیسے دو۔ یعنی کا واقعہ حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ نے بار بار فرمایا پیو اور پیو پیو آپ فرماتے رہے۔ آخر ابو ہریرہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اب تو کوئی راہ (خالی) نہیں رہی۔

اور جب آپ کسی جماعت کے ہاں کھانا کھاتے، تو دعا دیے بغیر تشریف نہ لے جاتے چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن بسر کے گھر میں یہ دعا کی:

اللهم بارک اللهم فیما سزقناہم و اغفر لہم و ارحمہم یعنی اے اللہ تو نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں برکت عطا کر اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما (مسلم) اور حضرت سعد بن عبادہ کے گھر میں یہ دعا کی:

افطر عندکم الصاعون و اکل طعامکم الابرار و صلت علیکم للملائکۃ: یعنی تمہارے ہاں روزے داروں نے روزہ کھولا اور نیکیوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے دعاؤں کی رحمت کی۔

اور آپ کسی کے ساتھ بھی بیٹھ کر کھانے سے نفرت نہ کرتے چاہے وہ چھوٹا یا بڑا ہوتا چاہے آزاد یا غلام، اعرابی یا مہاجر۔ یہاں تک کہ اہل سنن نے آپ سے روایت کیا کہ آپ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیالے میں ڈال دیا اور فرمایا کھاؤ: بسم اللہ ثقۃ باللہ و توکل علیہ۔ اور آپ دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم فرماتے اور بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرماتے اور فرمایا کرتے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اس ہاتھ سے کھانے کی ممانعت بھی اسی وجہ سے ہے اور یہ ہے بھی درست کہ کھانے والا یا شیطان ہو گیا یا اس کے مشابہ۔

اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ کے پاس ایک آدمی نے کھانا کھایا اور بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ دائیں سے کھاؤ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا خدا کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا ہاتھ اوپر نہ اٹھ سکا (شک ہو گیا) اس لیے اگر یہ جائز ہوتا تو آپ بددعا نہ دیتے۔ اگر اس نے تکرر کے باعث آپ کے فرمان کی مخالفت کی۔ تو یہ بددعا کے استحقاق اور نافرمانی کا زیادہ مصداق ہو گا اور بعض لوگوں نے درخواست کی کہ ہم سیر نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا اٹھے مل کر کھانا کھاؤ اور علیحدہ علیحدہ مت (کھاؤ) نیز بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اس سے برکت ہوگی۔

سلام کرنے اور اذن چاہنے سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ صحیحین میں مروی ہے کہ بہترین اور اعلیٰ اسلام یہ ہے کہ لکھا: اھلائے

اور جاننے والے اور نہ جاننے والے سب کو سلام کرے۔

” نیز صحیحین میں روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا کہ انہیں حکم دیا کہ فرشتوں کی جماعت کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہیں کس طرح سلام کا جواب دیتے ہیں، کیونکہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب سلام ہی ہوگا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا: اسلام علیکم۔ انہوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ نیز آپ نے سلام کو عام کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ جب وہ سلام کو عام کریں گے تو ان کی آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی اور اصول یہ ہے، کہ وہ تب تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ ایمان نہ لے آئیں اور جب تک ان کی آپس میں محبت نہ ہو وہ مومن نہیں ہو سکتے!۔“

آداب سلام

آپ کی عورتوں، بچوں اور غریبوں پر سلام میں پیشقدمی

صحیح بخاری میں ہے کہ تین باتیں جس نے سمجھ کر لیں اس نے ایمان کو حاصل کر لیا :-

(۱) اپنے آپ سے انصاف کرنا

(۲) سلام کرنا۔

(۳) اور تنگی کے وقت خرچ کرنا۔

اور سلام کرنے کا مطلب تو واضح و انکساری ہے۔ ایسا آدمی کسی کے سامنے تکبر نہیں کرتا بلکہ ہر چھوٹے بڑے امیر و غریب جاننے والے اور نہ جاننے والے کو سلام کرتا ہے اور تکبر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے کیونکہ وہ اس شخص کے سلام کا جواب بھی تکبر کے باعث نہیں دیتا جو خود اسے سلام کرے اس صورت میں وہ خود کیسے کسی کو سلام کرے گا؟

آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے انہیں سلام کیا (مسلم)

اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ ایک دن عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے

گزرے تو آپ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا۔

ابوداؤد نے حضرت اسماء بنت زید سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم

عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو سلام کیا۔ ترمذی کی بھی یہی روایت ہے۔ اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک ہی ہے اور آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا تھا۔

اور بخاری نے روایت کیا کہ صحابہؓ ایک مرتبہ جمعہ کے دن واپسی پر عورتوں کے پاس سے

گزرے تو انہیں سلام کیا، انہوں نے جو اور ستودہ پیش کیے۔

اور عورتوں کو سلام کرنے کا مسئلہ صحیح یہ ہے کہ محرم (جن سے پردہ نہیں ہے) اور بڑھیاؤں

کو سلام کیا جاسکتا ہے اور دوسری عورتوں کو ممنوع ہے۔

اور صحیح بخاری میں آپ سے مروی ہے کہ چھوٹا بڑے
 سلام میں پیش قدمی کسے کرنا چاہیے؟ کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور سوار چلنے والے

کو اور تھوڑے (افراد) زیادہ کو سلام کریں۔

اور جامع ترمذی میں آپ سے مروی ہے کہ چلنے والا کھڑے کو سلام کرے اور مسند نماز
 میں آپ سے مروی ہے کہ سوار چلنے والے کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور دو چلنے
 والوں میں سے جو پہل کرے وہ افضل ہے۔

اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ جو سلام میں ابتداء کرے وہ اللہ کے ہاں تمام لوگوں سے بہتر
 ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ یہ تھی کہ کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو واپس ہونے
 وقت سلام کرتے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جب کھڑا ہو تو
 سلام کرے اور پہلا دوسرے سے زیادہ مقدار نہیں۔

اور ابوداؤد نے آپ سے روایت کیا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے رفیق سے ملے تو سلام
 کرے اور اگر چلتے چلتے، کوئی درخت یا دیوار حائل ہو جائے۔ اس کے بعد پھر ملیں دوبارہ سلام کرے
 نیز حضرت انس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ چلا کرتے۔ تو اگر راہ میں کوئی درخت یا پتھر
 آجاتا تو دائیں بائیں بیٹھ جاتے اور جب دوبارہ ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ یہ ہے کہ مسجد میں آنے والا سب سے پہلے تہجۃ المسجد
 کے دو نقل پڑھے، اس کے بعد حاضرین کو سلام کرے تاکہ تہجۃ المسجد، تہجۃ القوام سے مقدم ہو
 جائے۔ کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور سلام کرنا قوم کا حق تھا، اس قسم کے حقوق میں اللہ کا حق مقدم ہوتا
 ہے۔ بخلاف مالی حقوق کے تو ان میں کافی نزاع پایا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ
 کا یہی معمول تھا کہ کوئی صحابی مسجد میں آتا تو سب سے پہلے دو رکعتیں ادا کرتا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا۔ اس لیے مسجد میں آنے والے کے لیے تین باتیں ترتیب وار ضروری
 ہیں جبکہ مسجد میں کوئی جماعت بھی بیٹھی ہوئی ہو۔ (۱) ایک یہ کہ داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے بسم
 اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ۔ (۲) پھر تہجۃ المسجد کے دو نقل ادا کرے (۳) اس کے
 بعد لوگوں کو سلام کرے۔ اور جب آپ رات کو اپنے گھر میں داخل ہوتے تو آپ اس طرح
 سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے، جو سویا ہو نہ جاگے (مسلم)

امام ترمذی نے کلام سے قبل ہی سلام آپ کے سلام کرنے کا ذکر کیا ہے۔ روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ کسی کو دعوت طعام دینے سے قبل سلام کر لو۔ اس کا اسناد اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر عمل ہے اور ابو احمد نے عبدالعزیز بن ابی داؤد کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال سے قبل ہی سلام ہونا (چاہیے) اس لیے جو سلام سے پہلے سوال کرے اس کا جواب مت دو۔

اور آپ سے منقول ہے کہ آپ اس کو اجازت نہ دیتے جو سلام نہ کرتا اور آپ سے منقول ہے کہ جو سلام سے ابتداء نہ کرے اسے اجازت مت دو۔ اس سلسلہ میں سب سے عمدہ ترمذی کی روایت ہے جو انہوں نے کلاۃ بن جنبل سے نقل کی کہ صفوان بن امیہ نے انہیں دو دھڑے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادی میں اونچی جگہ تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں وہاں داخل ہوا نہ میں نے سلام کیا اور نہ اجازت چاہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم اذ دخل یعنی السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟

اور جب آپ کسی کے دروازے پر تشریف لاتے تو دروازے کے بالمقابل کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور کہتے السلام علیکم السلام علیکم۔

جواب کے سامنے آنا آپ خود اس کو سلام کرتے اور جو چاہتا کہ غائب کو سلام دیا جائے اس کے سلام کی (دومہ دہری)

اٹھالیتے اور اگر کسی نے سلام کیا ہوتا تو وہ سلام پہنچا دیتے جیسا کہ ام المؤمنین، صدیقہ النساء حضرت خدیجہ بنت خویلہ رضی اللہ عنہما کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا سلام پہنچایا، جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھانا لے کا آئی ہیں۔ انہیں ان کے پروردگار کا سلام پہنچا دیجیے اور جنت میں انہیں مکان کی خوشخبری دے دیجیے اور جب آپ نے صدیقہ ثانیہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ یہ جبریل ہیں اور تمہیں سلام کہہ رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

امام نسائی نے نقل کیا کہ ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس نے کہا السلام علیک آپ نے اس

کا جواب دیا اور فرمایا دس (نیکیاں)۔

پھر دوسرا آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا اور فرمایا بیس اور وہ بیٹھ گیا۔

پھر ایک اور حاضر ہوا۔ اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: بیس (نیکیاں) (نسائی - ترمذی)

آپ جس سے ملتے سب سے پہلے سلام کرتے اور جب آپ کو سلام کیا جاتا۔ آپ فوراً ہی اس جیسا یا اس سے بہتر جواب دیتے۔ ہاں

اگر کوئی عذر ہوتا جیسے نماز میں مشغول ہوتے یا قصائے حاجت کر رہے ہوتے (تو دیر ہو جاتی) اور صحابہ آپ کا جواب سن لیتے۔

آپ ہاتھ، سر یا انگلی کے اشارہ سے جواب نہ دیتے۔ سوائے نماز کے، کیونکہ اگر (نماز کی حالت میں) سلام کیا جاتا تو آپ اشارہ سے جواب دیتے تھے۔ یہ کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس کی کوئی صحیح روایت معارض نہیں۔ ابو عطفان کی حدیث (جو اس کی معارض بنائی جاتی ہے) ایک مجہول آدمی کی روایت ہے جس نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا جس سے (کچھ مطلب) سمجھا جانے تو اسے نماز لوٹانی چاہیے۔

دارقطنی نے فرمایا، کہ ہمیں ابو داؤد نے بتایا کہ ابو عطفان ایک مجہول آدمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت کیا ہے۔

سلام کی ابتداء کے وقت آپ کی سنت طیبہ یہ تھی کہ اس طرح سلام کرتے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور ابتداء میں اس طرح کہنے کو ناپسند فرماتے: علیک السلام؛

ابو جریؓ چینی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ علیک السلام مت کہو یہ مردوں کا سلام ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ یہی تیرا اور تیری اولاد کا نتیجہ (سلام کا جواب) ہوگا۔

چنانچہ (حضرت آدم علیہ السلام) نے کہا: السلام علیکم انہوں نے جواب دیا: السلام علیکم و
رحمۃ اللہ یعنی انہوں نے رحمۃ اللہ نازل کیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ حضرت
آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا تہیہ (سلام کا جواب) ہے۔

اہل کتاب کو سلام کرنے سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

ہے آپ نے فرمایا: اہل کتاب کے ساتھ سلام میں پہل نہ کرو جب تم راستہ میں ان سے ملو تو انہیں تنگ
راہ کی طرف مجبور کرو۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ ایک خاص موقع کا واقعہ ہے جب آپ بنی قریظہ کی طرف
گئے تو فرمایا، انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اب بات یہ ہے کہ یہ حکم اہل ذمہ کے لیے عام ہے یا اس
جیسی قوم کے لیے ان حالات سے مخصوص ہے۔ یہ قابل نظر ہے۔

چونکہ صحیح مسلم میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اگر انہیں کسی راستہ میں ملو تو انہیں تنگ راہ کی طرف
جانے پر مجبور کر دو۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم عام ہے اور سلف و خلف میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف
پایا جاتا ہے۔ لیکن اکثریت اسی طرف ہے کہ ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کی جائے۔

اور ان کے سلام کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق بھی اختلاف ہے جمہور اسے واجب
سمجھتے ہیں اور یہی درست بھی ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان کا جواب دینا واجب نہیں جیسے
بدعتی کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ غیر اولیٰ ہے۔ اور پہلی صورت زیادہ درست ہے۔
اور اس میں فرق یہ ہے کہ ہمیں اہل بدعت سے قطع تعلق کا حکم ہے تاکہ اس سے انہیں تعزیر و زجر
کی بجائے بخلاف اہل ذمہ کے (کہ ان کی حالت دوسری ہے)۔

آپ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہودی
تھے۔ آپ نے انہیں سلام کیا (یہاں آپ کے خطاب سے مراد صرف مسلمانوں سے بھی ہو سکتا ہے)۔
اور صحیح روایت میں ثابت ہے کہ آپ نے برقل وغیرہ کو نامہ مبارک لکھا تو یہ سلام لکھا: السلام
علی من اتبع الہدی (یعنی جو سیدھی راہ چلے اس پر سلامتی ہو)۔

اہل کتاب سے متعلق سلام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت یہی ہے کہ انہیں اگر
سلام کیا جائے تو السلام من اتبع الہدیٰ کہے۔ باقی رہا اسے تنگ راستے کی طرف جانے پر مجبور کرنا
یہ بات آنحضرت کی اس اناد کے طبع کے بالکل خلاف ہے جو آپ نے مشرکوں تک کے لیے اختیار کر رکھی تھی، (رئیس ابو جعفری)

اجازت چاہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ | صحیح روایت میں آں
حضرت صلی اللہ علیہ

اسلم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اذن چاہنا تین بار ہوتا ہے۔ اس لیے اگر اجازت ملی جائے تو
ٹھیک ورنہ لوٹ جاؤ۔“

اور صحیح روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اذن چاہنا
غص و کھینے کے لیے ہے۔

نیز آپ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے آپ کے حجروں میں سے ایک عروہ میں دیکھنے
کا (کوشش کی) اس کی آنکھ نکال دی جائے۔ اور فرمایا کہ اجازت چاہنے کا طریقہ اسی ہے کہ تاکہ
مکھوں سے دیکھنے کی ضرورت نہ ہے) اور صحیح روایت میں آپ سے منقول ہے فرمایا: اگر اجازت
لے بغیر کسی آدمی نے تیرے (گھر میں) نظر ڈالی اور تو نے اسے کنکر مار دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ
جائے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں۔

نیز آپ سے منقول ہے کہ فرمایا: جو کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر تانک جھانک کرے تو
ہر مالوں کو جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو کوئی دیت یا قصاص نہ ہوگا اور صحیح مسئلہ یہ ہے
کہ اذن چاہنے سے قبل سلام کرنا چاہیے۔

یا اپنی کنیت یا
لقب ظاہر کرے | سب دریافت کیا جائے کہ تم کون ہو؟ جواب: چاہئے فلاں بن فلاں!

دریہ نہ کہے کہ میں بلکہ جیسے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے جب دروازہ کھولنے کو کہا تو
تو انہوں نے پوچھا، کہ کون؟

انہوں نے جواب دیا کہ ”جبریل“ تمام آسمانوں پر یہی (سوال و جواب) ہوتا رہا۔
اسی طرح صحیحین میں منقول ہے کہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں بیٹھے ہوئے
تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اجازت چاہی۔ آپ نے دریافت کیا
کون؟ عرض کیا، ابوبکر۔

پھر اور عثمان حاضر ہوئے اور صحیحین میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے؟
میں نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا:

میں میں گویا کہ آپ نے ناپسند فرمایا۔ اور جب ام مانی نے اجازت چاہی۔ تو آپ نے دریافت فرمایا، یہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ام مانیؓ۔ آپ نے کیفیت کے ذکر کو مکروہ نہیں سمجھا۔ اس طرح جب آپ نے ابوذرؓ سے دریافت کیا کہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ابوذرؓ، ایسے ہی الوقتادہ سے دریافت فرمایا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا الوقتادہؓ۔

یہی وہ اجازت جو کہ اللہ نے غلاموں کو اور ان بچوں کو حکم دی ہے جو ابھی رشد و بلوغت کو نہیں پہنچے اس کے تین مواقع ہیں۔ ایک فجر سے قبل، دوپہر کے وقت اور سوتے وقت۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ اس کا حکم فرمایا کرتے اور کہا کرتے کہ لوگوں نے اس پر عمل ترک کر رکھا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

چھینکنے کے آداب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کے تو سننے والے مسلمان پر حق (واجب) ہے کہ جواب میں یوحنا اللہ کے۔ رہی جمائی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔ کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے (بخاری)

اور صحیح روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ وہ الحمد للہ کہے اور اس کے بھائی یا رفیق کو چاہیے کہ جواب میں یوحنا اللہ کہے اور جب وہ یوحنا اللہ کہ چکے تو پہلے شخص کو چاہیے کہ یدیکما للہ ویصلح بالکمہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات درست کر دے)

اور چھینکنے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ نے اپنا ہاتھ یا کپڑا چہرہ انور پر رکھ لیتے یا دسر (نچا کرتے) یا آواز پست فرما لیتے (ترمذی)

نیز آپ سے منقول ہے: کہ بڑی جمائی اور تیز چھینک شیطان کی جانب سے ہے۔ نیز منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جمائی لینے اور چھینک کے وقت آواز کے بلند کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور صحیح روایت میں مروی ہے کہ ایک آدمی کو آپ کی مجلس میں چھینک آئی۔ آپ نے یوحنا اللہ فرمایا پھر دوبارہ اسے چھینک آئی تو آپ نے فرمایا اس آدمی کو زکام ہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں (کہ آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا) لیکن ترمذی نے اس سلسلہ کو سلمہ سے

نے اس لیے کہ چھینک ایک حد تک صحت کی علامت ہے اور جمائی یکسر کاہلی اور سستی کی
(در رئیس احمد جعفری)

نقل کیا ہے کہ ایک آدمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چھینک آئی اور میں موجود تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھک اللہ۔ پھر اسے دوبارہ چھینک آئی، پھر سہ بارہ (ایسا ہوا) تیسری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو زکام ہے۔ ترمذی اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔

اور ابو داؤد نے حضرت سعید بن ابی سعید سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سزا نقل کیا ہے کہ تیرے بھائی کو اگر تین بار چھینک آئی تو وہ واقعی چھینک تھی اور جو اس سے زیادہ چھینکا وہ زکام ہے اور چھینک میں سنت وہی ہے جو تین بار ہو۔ یہی نعمت ہے جسے اللہ اپنے کرتا ہے اور بدن کے ہلکا ہو جانے اور خواب قسم کے بخارات کے خارج ہو جانے کی علامت ہے۔ تین بار سے بڑھ جائے (تو بیماری ہے) اس لیے ایسے آدمی کے لیے عافیت و صحت کی دعا چاہیے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اس آدمی کو زکام ہے۔ اس کے لیے عافیت کی دعا گننے کے منقول اشارہ ہے کیونکہ زکام ایک مرض ہے اور اس صورت میں اس آدمی کے لیے ایک معقول عذر ہے۔ جس نے تین بار کے بعد تشمیت (دھا کرنا) چھوڑ دیا، اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس مرض کے وقت عافیت کے لیے جلدی کی جائے ورنہ علاج مشکل ہو جائے گا۔ گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کلام حکمت، علم اور ہدایت پر مشتمل تھے۔

دو اختلافی مسائل | الحمد للہ کہا تو بعض حاضرین نے سنا اور بعض نے نہیں سنا تو جنہوں نے نہیں سنا کیا انہیں بھی اس کا جواب دینا لازم ہے ؟

اس باب میں دو قول ہیں اور ظاہر مسئلہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو گیا کہ اس نے حمد کی تو پھر اس کا جواب ضروری ہے۔ اس میں جواب دینے کے لیے حمد کے الفاظ کا سماع شرط ہے۔ چاہیے کیونکہ مقصد تو حمد کرنا ہے جب حمد ہو گئی تو پھر اس کا جواب دینا خود بخود ہی لازم ہو جیسے کوئی گونگا ہو۔ اور حمد کے لیے اس کے ہونٹ ہلتے نظر آجائیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اگر وہ اللہ کی حمد کرنے تو اس کا جواب دینا ہی صائب رائے ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر حمد ترک کر دے تو حاضرین کے لیے مستحب ہے کہ اسے حمد کرتے نہ دیکھیں۔

ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ یاد نہ کرنے کیونکہ (ترک حمد) کرنے والے کی یہ قابلیت کا نتیجہ ہے۔ اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ جس کا یہ خیال ہے اس نے غلطی کی، چاہیے کہ اسے یاد کرا دے۔ ابراہیم نخعیؒ سے بھی یہی (یاد کرانا) منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ کام تو نصیحت، امر بالمعروف، نیکی اور تقویٰ سے تعاون پر مبنی ہے۔ البتہ ظاہر حدیث ابن عربیؒ کے قول کو قوت دیتی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے لیے دعا دیر جمک اللہ نہیں کی جس نے چھینک کر حمد نہیں کی تھی۔ اور نہ اسے یاد دلا یا تھا۔ یہ اس کی تعزیر کے لیے تھا۔ نیز اس لیے کہ جب اس نے اپنے آپ کو حمد کی برکت سے محروم کر دیا تو وہ دعا کی برکت سے بھی محروم ہو جائے گا۔ اس نے اللہ کو بھلا دینا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے مومنین کے قلوب اور زبانیں اس کو جواب دینے اور اس کے لیے دعا کرنے سے پھیر دیں اور اگر تذکیر مسنون ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرنے، اس کی تعلیم دیتے اور اس کا رخص سے تعاون کرنے کے زیادہ اہل تھے۔

سفر کے اذکار و آداب

سفر پر چلتے وقت اور سفر سے واپسی کے وقت کی دعائیں

دو رکعت نفل سے آغاز صحیح روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔

جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ نفل کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر یہ دعا کرے: اللہم انی استخیرک بعدک وأستقدرک بقدرک وأسألك من فضلك العظیم فانک تقدرہ لا اقدر ولتعلم والا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاجل امری و آجلہ فاقد رک لی ولیسرک لی وبارک فیہ وان کنت تعلمہ شراً لی فی دینی ومعاشی وعاجل امری و آجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان شمر رضی بہ

یعنی: اے اللہ میں تجھ سے بڑے علم کے ذریعہ طلب خیر کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قوت چاہتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قدرت والا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی تمام علیوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو سمجھتا ہے میرے علم میں ہے کہ یہ کام میرے لیے، میرے دین، میری معاش، میرے قریب یا دور کے معاملہ میں بہتر ہے۔ پھر اسے میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان فرما دے اور اس میں میرے لیے برکت عطا فرما اور تیرے علم میں اس کے اندر میرے لیے، میرے دین اور میری معاش اور میرے قریب یا دور کے

معاہدہ میں برائی (تکلیف) ہے تو اسے مجھ سے ہٹالے اور مجھے اس سے ہٹا دے اور خیر جہاں بھی ہے اسے میرے مقدر میں کر دے اور پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔

اور یہ دعا پڑھنے کے بعد آخر میں اپنی حاجت پیش کرے (بخاری)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے غلط اوہام کی بجائے یہ طریقہ پیش فرمایا، جبکہ جاہلیت کے شگون یا استقسام ازلام کے ذریعہ فال نکالی جاتی تھی جس کی نظیر آج کل قرعہ کی صورت میں اس زمانہ کے مشرکین اور ان کے رفقاء نکالتے ہیں۔ جس کے ذریعہ وہ دیکھتے ہیں کہ عالم غیب میں ان کے لیے کیا کچھ مقرر ہو چکا ہے؟ (اور جاہلیت کے طریق کار) کو استقسام یعنی باب استفعال سے بتایا گیا، جس میں طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے اور اس (غلط رسم) کے عوض یہ دعا رحمت فرمائی، جس میں توحید، اللہ تعالیٰ کی بندگی، احتیاج اور اس پر توکل ہے اور اس ذات سے سوال ہے جس کے ہاتھ میں تمام خیر اور بھلائی ہے۔ اس کے سوا نہ کسی سے بھلائی پہنچ سکتی ہے اور نہ اس کے سوا کوئی دکھوں کو دور کر سکتا ہے جب وہ اپنے بندے پر رحمت کا دروازہ کھولتا ہے تو کوئی اسے بند نہیں کر سکتا اور جب بند کرتا ہے تو شگون علم نجوم یا مطالعہ دیکھنے سے کوئی اسے کھول نہیں سکتا۔ اس لیے یہ دعا اہل سعادت اور اہل توفیق کے لیے نشان سعادت و برکت ہے جو اللہ تعالیٰ سے نیکی حاصل کرنے میں سبقت لے گئے۔ اور ایسے بد بخت مشرکین کے لیے اس میں کچھ حصہ نہیں جو اللہ کے ساتھ ساتھ اوروں کو بھی معبود دیناتے ہیں۔ وہ عنقریب جان لیں گے۔

اور مسند احمد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا اور اس کی قضا پر راضی ہونا نبی آدم کی سعادت کی علامت ہے اور استخارہ کو ترک کر دینا اور اللہ کے فیصلہ پر ناراض ہونا نبی آدم کی بد بختی کی علامت ہے۔

مقصود یہ ہے کہ استخارہ حقیقت میں اللہ پر توکل کرنے (تمام امداد) اسی کو تفویض کرنے اور اس کی قدرت، علم اور انتخاب سے تقسیم چاہنے کا نام ہے اور یہ صفات اپنے پروردگار کے فیصلہ پر راضی ہونے کے لوازمات ہیں سے ہیں اور جو ایسا نہیں وہ اسلام کا لذت شناس نہیں اور (اگر ان صفات کے حصول) کے بعد وہ اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو گیا تو یہ اس کی سعادت کی علامت

اور بیہوشی وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی سفر کا ارادہ فرمایا تو یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے وقت ضروری کی۔

اللهم بك انتشرت واليك توجهت وبك اعتصمت وعليك توكلت اللهم انت ثقتي وانت رجائي اللهم كفني ما اهلني وما لا اهتم له وما انت اعلم به مني عز جارك وجل ثناءك ولا اله غيرك اللهم من وحنى التقوى واغفر لي ذنبي ووجهني للخير اينما توجهت۔

”یعنی اے اللہ میں تیرے ہی سہارے اٹھا ہوں اور تیری ہی طرف رخ کیا ہے اور تیرے ہی (عہد) سے وابستہ ہوں اور تجھی پر توکل کیا ہے۔ اے اللہ تو ہی میرا اعتماد ہے۔ اور تو ہی میری امید ہے اے اللہ جس کام کا میں اہتمام کرتا ہوں اور جس کا نہیں کرتا ان میں مجھے کفایت فرما اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تیرا ہی پڑوسی عزت والا ہو اور تیری ثنا بہت زیادہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ مجھے پرہیزگاری کا توشہ عطا فرما۔ اور میرے گناہ بخش دے اور جدھر میں رخ کروں میرا رخ بھلائی کی طرف پھیر دے۔“

یہ دعا پڑھنے کے بعد آپ (سفر پر) تشریف لے جاتے۔
 اور جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے۔
سواری ہوتے وقت کی دعا۔ پھر یہ پڑھتے:

سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين واننا الى ربنا المنتقلون
 پھر پڑھتے: اللهم اني اسألك في سفرى هذا البر والتقوى ومن العمل ما ترضى
 اللهم هون علينا السفر واطولنا البعد اللهم انت الصاحب في السفر
 الخليفة في الاهل اللهم اصحبنا في سفرنا واخلفنا في اهلنا

”یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا۔ حالانکہ ہم اس کی طاقت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میں اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتا ہوں۔ نیز ایسا عمل جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ ہم پر سفر آسان فرما دے اور ہمارے لیے اس کے بعد کو لپیٹ دے۔ اے اللہ تو ہی سفر میں ساتھی

ہے اور گھر میں نائب ہے۔ اے اللہ ہمارے سفر میں ہمارا ساتھی بن جا، اور ہمارے گھر میں ہمارا نائب ہو جا۔

اور جب سفر سے واپس ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

آیبون تائبون ان شاء اللہ عابدون لربنا حامدون: یعنی واپس آنے والے، تو یہ کرنے والے اگر اللہ نے پابا عبادت کرنے والے اور اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔

اور امام احمد نے آپ سے یہ دعا بھی نقل کی ہے کہ آپ پڑھا کرتے: انت الصاحب فی السفر والخليفة فی الاهل اللهم انی اعوذ بك من اللہم فی السفر والکآبة فی المنقلب اللهم اقض لنا الارض وحقون علينا السفر۔

اور جب واپس ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: تائبون عابدون لربنا حامدون۔ اور جب شہر میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ تو با تو با لربنا أو با لا یعادر علینا حوبا صحیح مسلم میں یہ دعا منقول ہے کہ جب آپ فرماتے تو یہ کہتے: اللهم انت الصاحب فی السفر والخليفة فی الاهل اللهم اصحبنا فی سفورنا واخلقنا فی اهلنا اللهم انی اعوذ بك من رعناء السقور وکآبة المنقلب ومن الحور بعد الکور ومن عوثة المظلوم ومن سوء المتظور فی المال والاهل

یعنی: اے اللہ تو ہی سفر میں میرا رفیق ہے اور گھر میں نائب (محافظ) ہے۔ اے اللہ ہمارے سفر میں بیماری رفاقت اور ہمارے گھر میں حفاظت فرما۔ اے اللہ میں سفر کی دشواریوں، واپسی کی جگہ کے دکھ اور (سفر) کے پینے کے بعد کے تھک اور مظلوم کی بددعا اور مال اور گھر میں خراب حالت دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

آپ رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ کہتے تھے | اور جب آپ سواری پر چڑھنے کے لیے رکاب میں

پاؤں رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب اس کی پشت پر سوار ہو جاتے تو تین بار الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے: سبحان اللہ الذی سخر لنا هذا وما كنا مقرنین وادائی ربنا لمنقلبون۔

پھر پڑھتے: سبحان اللہ تین بار، اس کے بعد لا الہ الا انت سبحانک انی
 کنت من الضالمین سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفر لی اذہ لا یغفر الذنوب
 الا انت۔ یعنی: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا حالانکہ ہم
 اس کی طاقت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اللہ پاک ہے تیرے
 سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہوں تو پاک ہے بیشک
 میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔
 اور جب آپ سفر کے لیے جانے والے کسی صحابی کو الوداع کہتے۔ تو یہ دعا کہتے:
 استودع اللہ دینک و امانتک و خواتم عملک: یعنی میں تیرا دین، تیری امانت اور تیرے
 عمل کا انجام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں
 مجھے زادِ راہ دیجیے۔

آپ نے فرمایا اللہ تمہیں پرہیزگاری کا توشہ عطا کرے۔

اس نے عرض کیا، مزید (دعا فرمائیے) آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرے گناہ بخشے۔
 اس نے عرض کیا مزید عنایت ہو۔ آپ نے فرمایا اور جہاں بھی تم ہو۔ اللہ تمہارے
 لیے بھلائی آسان کر دے۔

نیز ایک آدمی نے عرض کیا میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ
 سے ڈرنے اور ہر بلندی پر تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ واپس چلا تو آپ نے
 دعا کی۔ اللہم اذولہ الارض و ہون علیہ المسافر۔ یعنی اے اللہ اس کے لیے زمین سکھڑ
 دے اور اس پر سفر آسان کر دے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ جب بلندی پر
 چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب ڈھلوان جگہ اترتے تو تسبیح کہتے۔ اس لیے نماز بھی اسی طرح وضع
 کر دی گئی۔ حضرت انس نے فرمایا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب زمین کی اونچی اور بلند جگہ پر
 چڑھتے تو یہ کہتے۔

اللہم لک الشرف علی کل شرف و لک الحمد علی کل حال۔ یعنی اے اللہ

ہر بلندی پر تجھے ہی بلندی حاصل ہے اور ہر حالت میں تیری ہی حمد ہے۔

اور سفر حج میں آپ کا یہ دستور تھا کہ جب کھلا میدان آتا تو آپ تسبیح پڑھتے اور

فرماتے تھے کہ فرشتے ایسے (قافلہ) کے ساتھ شریک نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو اور آپ اس بات کو ناپسند فرمائیے کہ مسافر تنہا رات کو سفر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ تنہا سفر میں کس قدر (خطرہ) ہے تو وہ رات کو تنہا نہ چلیں اور آپ نے فرمایا کہ ایک (مسافر) شیطان ہے اور دو (مسافر) دو شیطان ہیں۔ اور تین صحیح طور پر (مسافر) سو ہیں، اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں کوئی کسی مقام پر اترے تو یہ دعا پڑھے اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ یعنی میں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اللہ کے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں پھر اسے کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے کوچ کرے۔

اور امام احمد نے نقل کیا کہ جب آپ غزوہ میں شریک ہوتے یا سفر فرماتے اور آپ کو کہیں پر رات آجاتی

غزوہ میں شرکت کے وقت کی دعا

تو یہ دعا پڑھتے: يَا اَرْضُ رَبِّي وَرَبِّكَ اللّٰهُ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ وِشْرَاكِ وِشْرَاكِ فَيْكِ وِشْرَاكِ فَيْكِ وِشْرَاكِ فَيْكِ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ اَسْلُ وِاسْوَى وِحْيَةٍ وِعَقْرِب وِمِنْ شَرِّ مَا كُنَّ الْبَلَدُ وِمِنْ شَرِّ الْوَالِدِ وِمَا وُلِدَ: یعنی اے زمین میرا پروردگار اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔ میں تیرے شر سے اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ میں پیدا کیا گیا اس کے شر سے اور جو تیرے اوپر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں ہر شیور مار سیاہ، سانپ، بچھو، شہر میں رہنے والے، باپ اور پیدا ہونے والے (بچے) کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم سبزہ زاروں میں سفر کرو تو اونٹوں کو بھی زمین میں سے ان کا حصہ دیا کرو اور جب تم ویران مقام میں سفر کرو تو جلدی سے اُسے عبور کر جاؤ۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ وہاں سے گزرنے میں سرعت اختیار کرو اور جب تم پڑاؤ کراؤ تو راستہ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ چوپاؤں کی گزر گاہیں ہیں اور رات کو کٹرے مکوڑوں کے مساکن۔ اور جب آپ کسی بستی کو دیکھتے جس میں آپ داخل ہونا چاہتے تو اسے دیکھ کر یہ دعا پڑھتے: اللّٰهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَمَا اَظْلَمْنَ وَرَبِّ الْاَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَمْنَ وَرَبِّ الشَّيَاطِينِ وَمَا اَضْلَمْنَ وَرَبِّ الرِّيَّاحِ وَمَا ذَرَمْنَ اِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ اَهْلِهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا۔

یعنی: اے اللہ آسمان اور جو کچھ ان کے بسایہ میں ہے ان کے پروردگار اور ساتوں زمینوں

کے زیبا اور جو کچھ وہ لے جوتے ہیں اور شیطاں کے رب اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا اور ہواؤں کے رب اور جنہیں انہوں نے منتشر کر دیا ہم تجھ سے اس کی ہستی کی بھلائی اور اس کے رہنے والوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اور سفر میں جب صبح ہو جاتی تو آپ یہ پڑھتے: **سمع سامع بحمد اللہ و نعمتہ و حسن بلائہ علینا ربنا ما حیننا و افضل علینا عاذاً اُجا اللہ من النار یعنی سننے والے نے اللہ کی حمد، اس کی نعمت اور حسن بلاؤں کو سن لیا، ہمارے رب اور ہمارے مالک نے ہم پر فضل فرمایا، ہم دوزخ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔**

عورت کو غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کرنا چاہیے | یہ کلمات آپ تین مرتبہ دہراتے اور اس موقع پر آواز بلند کر دیتے اور آپ مسافر کو اس بات سے منع فرماتے کہ وہ قرآن لے کر دشمن کے علاقہ میں سفر کرے کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن اسے لے (اور توہین کا مرتکب ہو)

اور آپ محرم کے بغیر عورت کو سفر کرنے سے منع فرماتے۔ اگرچہ یہ برید (۱۲ میل) کی مسافت کیوں نہ ہو۔

اور آپ مسافر کو حکم دیتے کہ جب سفر میں کام ختم ہو جائے تو جلدی سے اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی جگہ تین بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ کلمہ پڑھتے۔

لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ لہ الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر۔ آئیوں تا ئیوں عابدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ و نسر عبیدہ و ہزم الاحزاب و حلاۃ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تمہارے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ واپس آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے، اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور یکہ و تنہا تمام گروہوں کو شکست دی۔

بچوں سے آپ کا مشفقانہ برتاؤ | آپ رات کو گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کی حالت

تے اور صحیحین میں ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کا اندر والا رات کو نہ کھٹکھٹاتے بلکہ شام کو بیابا
 ح کو داخل ہوتے اور جب آپ سفر سے تشریف لاتے تو خاندان کے بچوں سے آپ کی بلاتھا
 تی حضرت عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ سفر سے تشریف لاتے تو میں نے آپ
 کی طرف سبقت کی۔ چنانچہ آپ نے مجھے آگے بٹھالیا۔ پھر حضرت فاطمہ کے صحابہ خیراد سے
 حضرت یحییٰ بن تشریف لائے تو آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم تینوں
 س سواری پر سوار مدینہ میں داخل ہوئے۔

اور سفر سے آنے والے کے ساتھ آپ معانقہ فرماتے اور اگر گھر والا ہوتا تو اس کا

سہ لیتے۔
 زہری نے حضرت عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ زید بن حارثہ مدینہ آئے انہوں نے حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اس طرف تشریف لے گئے اور اس حالت میں کہ آپ کا
 پیرا گھسٹ رہا تھا۔ اللہ کی قسم اس سے قبل یا بعد میں نے آپ کو یوں دگلے میں قبض نہ ہونا
 مراد بھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے ان سے معانقہ فرمایا اور انہیں بوسہ دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی
 ہیں کہ جب جعفر اور ان کے رفقاء حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے اور
 دونوں کو بوسہ دیا اور معانقہ فرمایا اور شعبی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ غیب
 سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعتیں (نفل) پڑھتے۔

اذکارِ نکاح

خطبہ حاجت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے خطبہ حاجت سکھایا جو یہ ہے :-
 الحمد لله الذي حمدنا ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور
 النفسا وسيئات اعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي
 له واشكده ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبداً ورسوله .
 پھر آپ تین آیات کی تلاوت فرماتے :-

(۱) يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم
 مسلمون -

(۲) يا ايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها
 زوجها -

(۳) يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديداً يصلح لكم
 اعمالكم و يغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز
 فوزاً عظيماً -

شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو اسحقؒ سے دریافت کیا کہ آیا یہ خطبہ نکاح ہے یا کچھ اور
 ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہر ضرورت کے لیے ہے۔

اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت یا غلام یا چوپایہ حاصل کرے تو وہ اس کی پیشانی
 پر بکڑے اور اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کرے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لے اور کہے: اللہم
 انی اسألك خیرها وخیر ما جبلت علیہ واعوذ بک من شرها وشر ما جبلت
 علیہ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے خیر اس کی بھلائی اور جو اس کی جبلت ہے اس کی بھلائی طلب کرتا

ہوں اور میں اس کے ثمر اور اس کی جبلت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
 نکاح کروانے والے چوڑے سے آپ فرمایا کرتے جبارک اللہ ملک وبارک علیک
 وجميع بینکما فی خیر: یعنی اللہ تمہارے لیے برکت کرے اور تم پر برکت کرے اور تم دونوں
 کو بھلائی پورا کٹھا کرے۔

اور فرمایا کرتے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی زوجہ کے پاس جانا چاہے تو یہ دعا پڑھ لے :-
 بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا سَرَقْنَا، یعنی اللہ کے
 نام سے اے اللہ ہمیں شیطان سے الگ رکھنا اور جو تو ہمیں (بچہ) عطا کرے اسے بھی شیطان
 سے الگ رکھنا: (اس کے پڑھنے سے) اگر اسی دفعہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ ہونا مقدر کر دیا ہے
 تو اسے شیطان کبھی ضرر نہ دے سکے گا۔

اپنے اہل یا مال میں خوش کن منظر دیکھے تو کیا کہے؟ حضرت انس سے منقول ہے کہ

کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گھر میں یا مال میں یا اولاد میں اگر نعمت عطا کرے اور وہ کہے:
 مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَنُصِرْتُ مِنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَكَانَ
 اِذَا دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، یعنی جب تو اپنے باغ میں
 داخل ہوا تو یہ کیوں نہ کہا ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

بیمار کو دیکھ کر کون سی دعا پڑھی جائے

شگون، خواب، وسوسوں اور شدتِ غضب کے وقت کی دعائیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جو آدمی بھی کسی بیمار کو دیکھے اور یہ دعا پڑھے تو اس سے وہ مرض کبھی نہ ہوگا چاہے جو بھی ہو، دعا یہ ہے:۔

الحمد لله الذي عاقبني بما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً۔ یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس مرض سے محفوظ رکھا جس میں تجھے مبتلا کیا ہے اور مجھے کثیر مخلوقات پر یہ طور خاص تفضیلت بخشی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپ کے سامنے شگون کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: کہ اس میں سب سے بہتر فال ہوتی ہے۔ یہ مسلمان کو ضرر نہیں دے سکتی جب کوئی شگون دیکھو جسے تم برا سمجھتے ہو۔ تو یہ دعا کرو۔

اللهم لا ياتني بالاحسنات الا انت ولا يمدح السيئات الا انت ولا حول ولا قوة الا بك۔ یعنی اے اللہ صحت تو ہی بھلائیوں عطا کرتا ہے اور صرف تو ہی تکالیف ہٹا ہے اور تیرے سوا نہ تو قوت ہے اور نہ قوت ہے۔

اور حضرت کعب بن یہ پڑھا کرتے تھے: اللهم لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا سب غيرك ولا حول ولا قوة الا بك۔ یعنی اے اللہ تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں اور تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں تیرے سوا کوئی سب نہیں اور تیرے علاوہ نہ تو قوت ہے اور نہ قوت ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ توکل کی جڑ ہے اور جنت میں بندے کا خزانہ ہے اور جو بندہ بھی یہ کہے گا۔ پھر اپنے کام میں لگ جائے تو اسے کچھ ضرر نہ ہوگا۔

و حشت تاگ خواب دیکھنے کے بعد کیا کہنا چاہیے | نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور بُرے خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔ اس لیے جو ایسے خواب دیکھے جس میں اس نے کوئی نادر خوب بات دیکھی ہو تو وہ بائیں جانب تین بار تھوگ دے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے۔ اسے کچھ ضرر نہ ہوگا اور نہ کسی کو بتائے اور اگر اچھا خواب دیکھے تو خوش ہو اور معرفت اسے بتائے جس سے محبت کرتا ہو اور جو کوئی ناپسند خواب دیکھے اسے حکم فرمایا کہ وہ اس پہلو کو بدل دے جس پر پہلے (سورہ) تھا اٹھ کر نماز پڑھے۔ چنانچہ آپ نے پانچ باتوں کا ارشاد فرمایا:

(۱) بائیں طرف تھوگ دے۔

(۲) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے۔

(۳) کسی کو خبر نہ دے۔

(۴) جس پہلو پر تھا اس کو بدل لے۔

(۵) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

جب اس نے یہ کام کر لیا تو ناپسند خواب اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گا بلکہ یہ امور اس کے شر کو دور کر دیں گے۔

اور فرمایا کہ تعبیر نہ جاننے والے آدمی کے سامنے خواب بیان کرنے سے احتراز کرو اگر اس نے تعبیر بتادی تو وہ تم پر پڑے گی (اس لیے) صرف سمجھ دار اور ایسے آدمی کے سامنے خوب بیان کرو۔ جس کو تم سے محبت ہو اور حضرت مومن خطابؓ کی عادت تھی کہ جب آپ کے سامنے خواب بیان کیا جاتا تو فرماتے: اے اللہ اگر یہ اچھا ہے تو ہمارے لیے ہو اور اگر یہ خواب ہے تو ہمارے دشمنوں کے لیے ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس کے سامنے خواب بیان کیا جائے اسے چاہیے کہ اچھی بات بہ طور تعبیر کے کہے اور تعبیر بتانے سے قبل خواب دیکھنے والے سے کہے کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ بہت خوب ہے، پھر اس کے بعد تعبیر بتائے۔

اور عبد الرزاق نے عمر سے انہوں نے ایوب سے، انہوں نے ابن سیرین سے نقل کیا۔ بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب خواب کی تعبیر بتاتے کا ارادہ فرماتے تو کہتے: تو نے صحیح خواب دیکھا ہے۔ یہ اس طرح ہے۔

وساوس میں مبتلا ہونا اور ان کا علاج

حضرت صالح بن کیسان نے عبید اللہ بن عبد اللہ

بن مسعود سے مرفوع روایت کی ہے کہ ابن آدم

کے قلب کے ساتھ موکل فرشتے کی رفاقت ہوتی اور ایک شیطان کی رفاقت، فرشتے کی رفاقت بھلائی کا وعدہ کرتا، حق کی تصدیق کرنا اور اچھے اجر کی امید دلانا ہوتا ہے اور شیطان کی رفاقت شرک و وعدہ، حق کی تکذیب اور بھلائی سے ناامیدی۔ پس جب تم فرشتے کی رفاقت محسوس کرو تو اللہ کی حمد کرو، اور اس کا فضل مانگو۔ اور جب تم شیطان کی رفاقت محسوس کرو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو اور استغفار کرو۔

حضرت عثمان بن عاص نے عرض کیا کہ میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان شیطان

حائل ہو گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جسے خرب کہتے ہیں جب تو اسے محسوس کرے۔ تو اللہ کی پناہ مانگو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے۔

اسی طرح ابن زبیل نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ مجھے سینے میں کچھ (دوسوسہ)

محسوس ہوتا ہے (ابن عباسؓ) نے پوچھا کیا ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ کی قسم میں ہرگز زبان پر نہ لاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا کیا کوئی

شک کی کوئی بات؟

میں نے کہا ہاں! وہ کہنے لگے کہ اس سے کوئی بھی نجات نہ پاسکا جب تم سینے میں کچھ

(دوسوسہ) محسوس کرو تو یہ آیت پڑھا کرو *هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو*

بسکل شیئی علیہ۔ یہ ضروری ہے کہ ایک غیر مخلوق خالق تک انتہا ہو، جو دوسروں سے غنی ہو،

قائم بنفسہ ہو۔ ہر چیز اس کی محتاج ہو۔ خود موجود بالذات ہو اور ہر چیز اسی سے قائم ہو، قدیم ہو۔

اس کا آغاز نہ ہو، بالذات باقی ہو اور ہر چیز کی بقا اسی سے ہو۔ یہی وہ ذات ہے جو اول ہے

کہ اس سے قبل کچھ نہیں۔ آخر ہے کہ جس کے بعد کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ جس سے اوپر کچھ نہیں، باطن

ہے کہ جس کے پرے (نیچے) کچھ نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ کہتے

والا کہے گا۔ یہ اللہ ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اب جس کو اس قسم کی کوئی

خلش محسوس ہو وہ اللہ کی پناہ مانگے اور رک جائے۔

شدتِ غضب میں آپ کا قول و فعل | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ غصے کی چپکاری

کو وضو سے بچھایا جائے اور اگر گھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ اگر بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ اور اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم پڑھو۔ چونکہ ابن آدم کے قلب میں غصہ اور شہوت آگ کی دو چنگاریاں
ہوتی ہیں تو آپ نے وضو نماز اور شیطان الرجیم سے اللہ کی پناہ مانگنے کے ذریعہ ان کو بچھانے کا
حکم فرمایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ وَتَنْسَوْنَ الْاَنْفُسَکُمْ اَلَمْ یَعْنٰی کَیْفَا تَم
لوگوں کو حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا ڈالتے ہو۔ اب شدت شہوت بھی ان پر محمول ہوگی۔
چنانچہ جن باتوں سے اس چنگاری کو بچھانے کا حکم دیا وہ صبر اور نماز کے ذریعہ استعانت ہے اور حکم
دیا کہ شیطانی وساوس کے موقع پر اللہ کی پناہ مانگو چونکہ تمام معاصی کا صدور غضب اور شہوت
ہی سے ہوتا ہے اور غضب کا انجام قتل اور شہوت کا انجام زنا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے
قتل اور زنا کا ساتھ ساتھ ذکر کیا اور سورۃ النعام، سورۃ اسری اور سورۃ فرقان میں انہیں آپس کا
رفیق قرار دیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت دی۔ وہ نماز اور استغاثہ سے غضب
اور شہوت جیسی قوتوں کی اپنے آپ کو بچا سکیں۔

مرغوب اور نامرغوب کام

اچھے کام کرنے والوں کے لیے آپ کی دعائیں

پسندیدہ چیز پر دعا | اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے: الحمد لله الذی بنعمتہ تنم الصالحات

یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی نعمت کے باعث بھلائیوں مکمل ہوتی ہیں۔ اور جب کوئی نامرغوب (تکلیف کی) بات دیکھتے، تو پڑھتے: الحمد لله علی کل حال یعنی ہر حالت میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

جب کوئی محبوب یا مناسب چیز پیش خدمت کرتا تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے: چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے لیے وضو کا انتظام کیا تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل (تعبیرات) کا علم سکھا۔

اور راستہ میں رات کو جب ابو قتادہؓ نے آپ کو تھام لیا، جب آپ اپنی سواری سے ایک طرف کو جھک سے گئے تو آپ نے دعا دی جس طرح تو نے نبی کی حفاظت کی۔ اس طرح اللہ بھی تیری حفاظت کرے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اور وہ جزاک اللہ خیراً کہے تو اس نے گویا خوب تعریف کر دی۔

اور آپ نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے قرض لیا پھر ادا کر دیا اور دعا فرمائی: اللہ تعالیٰ تیرے مال اور اہل میں برکت دے۔ بے شک قرض کا صلہ تعریف کرنا اور ادا کرنا ہوتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا جاتا تو آپ اسے قبول کر کے اس سے زیادہ بدلہ دیتے اور اگر مسترد کرتے تو عذر فرماتے۔ جیسے آپ نے صعنب بن جنامہ سے فرمایا جب انہوں نے شکار کا گوشت پیش کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا ہم اسے روزہ کرتے لیکن اس

وقت میں احرام سے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے آگ لگ جانے کے موقع پر تکبیر کہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ تکبیر اسے بچھا دے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اہل مجلس اپنی مجلس کو ذکر الہی سے محروم رکھیں اور فرمایا کہ جو قوم بھی ایسی مجلس سے ٹھٹھتی ہے جس میں لوگ اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔ وہ گویا گدھے کی لاش پر سے اٹھ رہے ہیں۔ نیز فرمایا کہ جو آدمی ایسی جگہ سے اٹھے جہاں اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو اسے اس پر حسرت ہوگی۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں کثرت سے لغو باتیں کر ڈالے۔ اگر اٹھنے سے قبل یہ کلمات کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ بھی اس سے نکلنا ہو چکی ہوگی۔ معاف کر دی جائے گی: دعا یہ ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب اليك؛ یعنی: اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔
حضرت خالد بن ولید نے ایک مرتبہ رات کو پریشان خیالی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو یہ دعا کہو:

اللهم رب السموات السبع وما اظلت ورب الارضين السبع وما اقللت ورب الشياطين وما اضلت كذلي جاراً من شر خلقك كلهم جميعاً من ان يضرط احد منهم على اوان ليطنى على عز جارك وجل ثناؤك ولا اله الا انت۔ یعنی: اے اللہ ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان کے زیر سایہ ہے ان کے رب اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کے رب اور شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا سب کے رب اپنی تمام کی تمام مخلوق کے شر سے مجھے پناہ دینے والا بن جا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی نہ کرے یا مجھ پر سرکشی نہ کرے۔ تیرا پڑوسی عزت والا ہو گیا اور تیری شناہی ہو۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو گھبراہٹ اور اضطراب کے موقع پر یہ دعا بھی سکھایا کرتے تھے۔

اعوذ بكلمات الله التامة من شر غيبه ومن شر عبادي ومن شر

ہمذات الشیاطین وان یحضرون: یعنی میں اس کے غضب اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس کے شر سے اور اس بات سے کہ وہ آتی ہو جو وہ ہوں۔ اللہ کے کمال کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ منقول ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ اسے نیند میں گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو لیٹ کر جاگنے کی دعا پڑھا کر۔ پھر آپ نے مذکورہ دعا فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس سے یہ گھبراہٹ جاتی رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نالپسند الفاظ

انانیت، تکبر اور نخوت کی مذمت

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی جائے۔ نبی صلی اللہ
 مشرکانہ الفاظ | علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی (دوسرے کے نام) کی
 قسم کھائی۔ اس نے شرک کیا اس طرح یہ کہنا (آپ کے نزدیک ناپسند تھا) کہ اگر وہ ایسا ایسا کرے
 تو وہ یہودی، نصرانی یا کافر ہو۔ اسی طرح مسلمان کو کافر کہنا اور بادشاہ کو ملک الملوک (بادشاہوں
 کا بادشاہ) یا شہنشاہ کہہ کر پکڑنا اسی پر قاضی القضاة کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ نیز آقا اپنے غلام یا
 نوٹھی کو یوں کہے عبدی یا امی، میرا بندہ یا میری بندی۔ یا غلام اپنے آقا کو اس طرح پکارے۔ میرے پانے
 والے (ربی) بلکہ آقا کو چاہیے کہ وہ میرا بچہ، میری بچی کہے اور غلام کو چاہیے کہ وہ میرا سردار یا میری
 سردار کہا کرے۔

اسی طرح ہوا کے چلنے پر اسے گالی دینا (مکروہ) ہے بلکہ اس وقت دعا کرے آئندہ
 اس کی بھلائی ٹھہرا کرے اور اس کے شر سے بچنا دے۔

اسی طرح بخار کو گالی دینے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا کہ یہ (بخار) نبی آدم کے گناہوں کو
 اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتا ہے۔

اسی طرح مرغ کو گالی دینے کی ممانعت فرمائی۔ صحیح روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مرغ کو گالی مت دو۔ کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔

نیز جاہلیت کے نعرے کی طرف بلانا جیسے خاندان اور قوم و نسب کے تاخیر پر بلانا یا فروغی
 مذاہب طرق اور مشائخ کے نام دینے سے بچنا اور حق قوم پرستی وغیرہ کے ماتحت ایک کو دوسرے
 پر افضلیت بخشنا۔ نیز مسلمان کو گالی دینا اور نعرے کو الگ کر کے دو کا آپس میں سرگوشی کرنا یا عورت
 کا اپنے شوہر کے سامنے دوسری عورت کے محاسن بیان کرنا، یا اس طرح دعا کرنا۔ اسے اللہ اگر تو چاہے

تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر نیز کثرت سے قسمیں کھانا، نیز آسمان پر نظر آنے والے رنگوں کو قرس قزح کا نام دینا، نیز اللہ کے نام پر سوال کرنا، مدینہ کو شرب کہنا یہ تمام صورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں میں مکر و مہین۔

نیز (نامناسب) حرکات میں سے ہے کہ آدمی دوسروں سے اپنی زوجہ سے جماع یا دیگر آپس کی باتوں کا تذکرہ کرے جیسے کہ بعض لوگوں کی عادتِ خبیثہ ہے۔ نیز زعموا و ذکر و اوقالو جیسے الفاظ سے حکایت کرنا بھی ناپسند کرتے تھے۔ نیز یہ کہ بادشاہ کو زمین میں خلیفۃ اللہ یا نائب اللہ کہا جائے۔ کیونکہ خلیفہ اور نائب تو غیر موجود کے ہو سکتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنے گھرتے غیر حاضر ہونے والے کا خلیفہ اور اپنے مومن بندے کا کارساز ہے۔

نیز افسالی، عندی (میں، میرا، میرے نزدیک) کے الفاظ سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ انہی تین الفاظ سے ابلیس، فرعون اور قارون نکلا ہوئے۔

ابلیس اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (میں اس سے بہتر ہوں) اور فرعون وَ لِي مُلْكٌ مِصْرًا (اور مصر کا ملک میرا ہے) اور قارون، وَاِنَّمَا اُوْتِيْتُهُ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِي (اور مجھے یہ (مال و زر) میرے علم کی بنا پر دیا گیا۔ جیسے (متکبران) جملوں سے تباہ ہوا۔

اور سب سے بہتر اَنَا (میں) بندے کے اس قول میں ہے (اَنَا الْعَبْدُ الْمَذْنُوبُ (میں گناہگار بندہ ہوں) اور لَفْظِي جِيسِي كَهِيَ الْجَرْمُ وَلِي الْمَسْكَنَةُ (میں مجرم و مسکین ہوں) اور عندی جیسے کہ اغفر لی جدی و هذلی و خطیٹی و عندی و كل ذالك عندی۔ (میرا گناہ، لغزش، خطائیں اور عموماً گناہ بخش دے اور میرے پاس یہ تمام نقائص ہیں۔

جہاد و غزوات میں آپ کی سنت طیبہ

جہاد کے اقسام و انواع مختلفہ و متعددہ

آپ نے ہر طرح کے جہاد میں حصہ لیا۔ جہاد چونکہ اسلام کا ایک اعلیٰ اور عظیم الشان مسئلہ ہے اور مجاہدین جنت میں بلند تر مقامات

پر فائز ہوں گے۔ جیسا کہ انہیں دنیا میں رفعت کی خوشخبری دی گئی تو گویا یہ لوگ دنیا و آخرت ہر جگہ ہی بلند حیثیت کے مالک ہوں گے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی سلسلہ میں ایک بلند تر مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ آپ نے (جہاد) کی ہر قسم میں حصہ لیا۔ آپ نے اللہ کے راستے میں دل و دماغ، دعوت و تقریر، شمشیر و پیکان، غرض ہر چیز سے جہاد کیا اور آپ کے تمام اوقات قلب و زبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے میں مشغول تھے۔ اور آپ تمام جانوں سے زیادہ ذاکر اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ قابل قدر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کرتے ہی جہاد کا حکم دیا اور فرمایا: **وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا** یعنی اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجتے۔ پس کافروں کی اطاعت مت کرو اور ان کے ساتھ خوب جہاد کرو۔

یہ سورہ مکی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ دلیل، تقریر اور قرآن کی پیغام رسانی کے ذریعہ جہاد کا حکم دیا۔ اسی طرح منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا کہ انہیں دلیل دی جائے ورنہ اسلام کے غلبہ کے سامنے دلیل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا وَأَكْهَمُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ یعنی: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا انجام جہنم ہے اور یہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اس لیے کفار کی نسبت منافقین کے ساتھ زیادہ شدت کے ساتھ جہاد کا حکم ہے، کیونکہ (منافقین) کے ساتھ جہاد گویا خواص اور وارثین انبیاء کے ساتھ جہاد ہے جو عالم میں منفرد و اظہار دین کے حامی، اس میں شریک اور معاون ہیں۔ چاہے یہ کم تعداد میں ہوں لیکن ان کا خطرہ زیادہ ہے۔

نیز افضل جہاد یہ ہے کہ سخت ترین مقابلہ کے موقع پر حقیقی بات کہی جائے جیسے کہ جابر حکومت کے سامنے زبان کھولتا جبکہ اس سے ایذا دہی کا خطرہ بھی ہو۔ اس (قسم) کے جہاد میں رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کافی حصہ ہوتا ہے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سلسلہ میں کامل اور مکمل ترین (مجاہد تھے)۔

نیز اللہ کے اعداء کے مقابلہ میں کیا جانے والا خارجی جہاد بندے کے داخلی جہاد کی فرع اور شاخ ہے۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجاہد وہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی (خوشنوی) کی خاطر اپنی ذات سے جہاد کیا اور مجاہد وہ ہے جس نے ان باتوں کو چھوڑ دیا جنہیں اللہ نے منع کیا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ جہاد بالتفصیل باہر کے جہاد سے افضل ہے یہ دونوں دشمن ہیں۔ بندے کو ان دونوں سے جہاد کرنے کا مکلف کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا دشمن بھی سامنے کھڑا ہے۔ اس سے جہاد کیے بغیر ان دونوں کا مقابلہ کرنا بھی محال ہے۔ اور وہ (تیسرا) بندے کو ان دونوں کا مقابلہ کرنے سے باز رکھنے اور اسے کمزور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور ان دونوں کے مقابلہ کے موقع پر وہ بندے کو مشقتوں، پیش کش کے ختم کر دینے، لذات و شہوات کے فوت ہو جانے کا تجربہ پیش کرتا رہتا ہے۔ اس لیے اس سے مقابلہ کیے بغیر ان دونوں سے مقابلہ کرنا بہت ہی دشوار بن جاتا ہے۔ گویا اس (سے جہاد کرنا) ان دونوں کے ساتھ جہاد کی جڑ ہے۔

اور یہ (تیسری طاقت) شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا لِّعِيْنِ بَلِّغْ شُكَّ الشَّيْطَانِ تَمَّارًا دُشْمَنٌ هُوَ اِنْ يَّسِرْ لَكُمْ سُبُوْحًا يَّعْتَدِ لَكُمُ الْعَذَابَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكُمْ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

چنانچہ اسے دشمن سمجھنے کا حکم اس بات کا اشارہ ہے کہ اس سے جنگ کرنے اور مقابلہ کرنے کے لیے پوری وسعت اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔ گویا ایسا دشمن ہے کہ بندے سے جنگ کرنے میں قطعاً سست نہیں پڑتا اور نہ کوتاہی برتا ہے۔ اس طرح یہ تین دشمن ہیں جن سے بندے کو جنگ کرنے اور جہاد کا حکم دیا گیا۔ اس دنیا میں بندہ ان سے مقابلہ کا مکلف بنا دیا گیا

ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر ایک طرح کا امتحان و آزمائش ہے (چنانچہ جو لوگ اس امتحان میں کامیاب رہے) اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ ان میں سے پرہیزگاروں، احسان کرنے والوں، صبر کرنے والوں اور ایمان والوں کے ساتھ ہے اور مومن حسب اپنا دفاع نہیں کر سکتے تو اللہ اپنے مومن بندوں کا خود دفاع کرتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہی دشمنوں پر ظفر پائی حاصل کرتے ہیں اور اگر وہ ان کی مدافعت نہ کرتا تو دشمن انہیں اچک لیتے یہ مدافعت ان کے ایمان و یقین کے مطابق ہوتی ہے اگر ایمان قوی ہوگا، تو مدافعت بھی قوی ہوگی۔ اس لیے جو بھلائی پالے اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ (تکلیف) دیکھے۔ وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اس سے اس قدر ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے اسی طرح فرمایا کہ جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے اور ڈرنے اور پرہیزگاری کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے، نافرمانی نہ کرے اس کا ذکر کرے اگر فراموش نہ کرے اور شکر کرے، کفر نہ کرے۔ اسی طرح جہاد کا حق یہ ہے کہ اپنے آپ سے جہاد کرے تاکہ اس کا قلب، زبان اور تمام جوارح اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو جائیں اور وہ بالکل ہی اللہ کا بن جائے اور اپنی ذات کا نہ رہے اور شیطان کے وعدوں کی تکذیب، اس کے حکم کی نافرمانی اور اس کی مخالفت کی مخالفت کر کے اس (شیطان) کا مقابلہ کرے۔ کیونکہ وہ جھوٹی امیدیں دلاتا اور غلط تمنائیں دکھاتا ہے۔ محتاجی کا وعدہ کرتا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے۔ پرہیزگاری، ہدایت، عفت، صبر اور تمام ایمانی اخلاقیات سے منع کرتا ہے اس لیے اس کے وعدوں کی تکذیب اور اس کے حکم کی نافرمانی کر کے اس کا مقابلہ کرو۔ اس طرح ان جہادوں کے ذریعہ ایک قوت و سلطوت پیدا ہو جائے گی جس کے ذریعہ خارج میں بھی اللہ کے دشمنوں کا قلب و زبان، ہاتھ اور مال سے مقابلہ کیا جاسکے گا۔ تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔

جہاد النفس، جہاد الشیطان، جہاد الکفار، اور جہاد المنافقین
 جہاد النفس کی بھی چار اقسام ہیں :-

(۱) ایک یہ کہ ہدایت اور دین حق کی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش (جہاد) کرے کیونکہ اس کے بغیر معاش و معاد (دنیا و آخرت) میں نہ فلاح ہے اور نہ سعادت، اور اگر یہ چھین گیا تو دین کی بدسختی مسلط ہو گئی۔

(۲) دوسرے یہ کہ علم کے بعد عمل کے ذریعہ جہاد کرے۔ ورزش عمل کے بغیر سن علم اگر مضر نہیں تو

فائدہ بھی نہ دے گا۔

(۳) تیسرے یہ کہ جو علم کو نہیں جانتے انہیں سکھائے۔ ورنہ ان میں سے ہو جائے گا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت اور بینات کو چھپاتے ہیں۔ اور اس کا علم اسے نفع نہ دے گا اور نہ اسے اللہ کے عذاب سے چھڑائے گا۔

(۴) چوتھے یہ کہ اللہ کے دین کی دعوت پر تکالیف اور مخلوقات کی جانب سے آدہ اینڈ اوں پر صبر کرنے کی کوشش (جہاد) کرنے اور محض اللہ کی رضا کے لیے یہ سب کچھ برداشت کرنے۔

جب یہ چاروں مراتب حاصل ہو گئے تو وہ ربانی میں سے ہیں بن گیا۔ کیونکہ سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ عالم اس وقت تک عالم ربانی نہیں بن سکتا جب تک حق کو نہ پہچان لے۔ اس پر عمل نہ کرے اور دوسروں کو بھی نہ سکھائے اس لیے جس نے علم حاصل کیا، تعلیم دی اور اس پر عمل کیا اسے آسمانوں کی سلطنت میں مرد عظیم (بزرگ) سمجھا جائے گا۔

شیطان سے جہاد کے دو مراتب ہیں | ایک ان شکوک و شبہات کو دور کرنا جو وہ انسان کے دل میں ڈالتا ہے اور جن سے ایمان میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ دوسرے ان ارادوں اور شہوات کو اپنے آپ سے ہٹانا جو وہ انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔

پہلی نوع کے جہاد کے بعد یقین کامل ہوتا ہے اور دوسرے کے بعد صبر حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَاتٍ يَتَذَكَّرُونَ بِأَمْرِنَا صَبِرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا لَوَقِينَ
یعنی: اور ہم نے ان میں سے امام (پیغمبر) بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے ہیں جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

اس طرح آپ نے بتایا کہ صرف صبر اور یقین کے ذریعہ اقامت دین حاصل ہو سکتی ہے صبر، شہوات اور غلط ارادوں کو دور کرتا ہے اور یقین شکوک و شبہات کو ختم کرتا ہے۔

کفار و منافقین کے خلاف جہاد کرنے کے تین مراتب ہیں | ایک ہاتھ سے اگر استطاعت اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو قلب سے، یہ جہاد کے تین مراتب ہیں جو مر گیا اور اس نے جہاد نہیں

یا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق — پیدا ہوا۔ تو وہ نفاق کی ایک علامت پر مرا۔
ہما و ہجرت کے بغیر جہاد و ایمان کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے | یہی تین لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار

میں۔ اللہ نے فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
 رَجُونَ رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ یعنی: بے شک جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی
 اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے
 والا ہے۔“

چونکہ ایمان لانا ہر آدمی پر فرض ہے اس لیے انسان پر ہر وقت دو ہجرتیں لازم ہیں۔
 اللہ تعالیٰ کی توحید، اخلاص، اتاب، توکل، خوف، امید، توبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اتباع اور اطاعت کی خاطر ان کی طرف ہجرت۔ آپ کی خبر دہی کی تصدیق اور دوسروں پر
 آپ کی خبر دہی کو ترجیح دینا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی
 طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو
 کہ اسے پانچ یا عورت (مقصود) ہے جس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی۔
 لہذا اس پر اللہ کی رضا حاصل کرنے اپنے شیطان سے (بچنے) کے لیے جہاد کرنا ہوگا۔
 یہ سب فرض عین ہے۔ کوئی دوسرا اس معاملے میں کسی کی نیابت نہیں کر سکتا اور کفار و منافقین کے
 ساتھ جہاد میں امت کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کی نیابت کر سکتا ہے۔ جبکہ اس طرح مقصود حاصل
 ہو سکے۔

اللہ کے نزدیک مکمل الخلق وہ ہے جس نے جہاد کے تمام مراتب مکمل کیے | اللہ کے ہاں مخلوقات بھی

جہاد کے اختلاف مراتب کے باعث مختلف درجات رکھتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے اعلیٰ و اکرم ہیں۔ کیونکہ آپ نے جہاد کے تمام
 مراتب مکمل کیے اور اللہ کی خاطر جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا اور لعنت سے لے کر وفات تک
 آپ نے جہاد کیا۔

کیونکہ جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ رَبَّكَ

فَكَبِّرُوا ثِيَابَكُمْ قَطْرًا: یعنی اسے کھلی والے اٹھاپس ڈرا اور اپنے پروردگار کی بزرگی بیان کرنا
چنانچہ آپ دعوت کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر مکمل طور پر منہمک ہو گئے اور دن رات اور پوشیدہ علانیہ ہر طرح تبلیغ کی۔ آخر جب یہ آیت نازل ہوئی۔

فَأُصْدِغَ بِمَا تَوَمَّسُوا: یعنی جس کا آپ کو حکم ہوتا ہے اس کا کھل کر اعلان کر دیجئے
تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کی۔ چنانچہ
آپ نے ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام، مرد و عورت، نثرخ و سیاہ اور جن و انس کو اللہ تعالیٰ
کا پیغام پہنچایا۔ پھر جو نبی آپ نے اعلانیہ دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا اور انہیں اپنے (صنوعی
خداؤں سے الگ ہونے اور غلط روایات کو ترک کرنے کا حکم دیا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کی ایذا دہی میں سخت ترین داؤ چھتا ہوا تھا۔ پھر آپ نے اور کئی
انواع کی ایذائیں دینے لگے اور یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ
نے فرمایا: مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قَبِلَ الرَّسُولُ مِنْ قَبْلِكَ: یعنی تجھ سے صرف وہی کچھ کہا
جا رہا ہے جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ: یعنی اس طرح
ہم نے ہر نبی کے انسانوں اور جنات میں سے دشمن بنا دیے ہیں۔

نیز فرمایا: كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ
أَوْ مَجْنُونٌ: اتوا صوابہ بل هم قوم طاعون۔ یعنی اس طرح ان سے قبل ان کے
پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا کہ جادو گر ہے یا مجنون کہا انہوں نے یہی وصیت کی تھی۔ بلکہ وہ
ایک شریعہ قوم ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے تسلی دی اور فرمایا
کہ پہلے انبیاء میں ان کے لیے بھی اسوہ ہے۔

نیز آپ کے اتباع (صحابہ) کو بھی تسلی دی فرمایا: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتَلَّوْا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمِكُمْ لِيَسَاءَ وَلُصْرًا وَيُرْزَلُوا
حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى لَصُرْنَا لِلَّهِ أَلَا إِنَّ لَصْرًا لِلَّهِ قَرِيبٌ
نیز فرمایا: أَلَمْ أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يَتُرَكُّوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

الْكَاذِبِينَ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ
 مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَمَنْ
 جَاهَدَ لِنَفْسِهِ فَإِنَّهَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ يُغْنِي عَنِ الْعَالَمِينَ وَالَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي
 كَانُوا يَعْمَلُونَ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ
 لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّتُكُمْ
 بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي
 الصَّالِحِينَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ
 فِتْنَتَهُ لِلنَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ
 أَوْ لَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ

یعنی: کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے۔ حالانکہ تم پر نہیں گزرے
 حالات ان لوگوں کے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور
 چھڑھڑانے لگے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے
 تھے، گمب آئے گی اللہ کی مدد، سن رکھو، اللہ کی مدد قریب ہے۔

یہ کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم یقین لائے اور ان کو نہ جانچ
 لیں گے؟ اور ہم نے ان کو جانچا ہے جہاں سے پہلے تھے۔ سو اللہ اللہ معلوم کرے
 گا جو سچے ہیں اور اللہ معلوم کرے گا جو ٹوٹوں گے۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ برائیاں کرتے
 ہیں کہ ہم سے بچ جائیں۔ بری بات طے کرتے ہیں جو کوئی اللہ کی ملاقات کی توقع رکھتا
 ہے سو اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے اور جو کوئی محنت
 اٹھائے سو اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے۔ اللہ کو جہاں والوں کی پدا نہیں اور جو لوگ
 یقین لائے اور کیے بھلے کام ہم ان پر سے ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ان کو بہتر
 سے بہتر بدل دیں گے کاموں کا۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کے ساتھ
 رہنے کی تاکید کر دی اور اگر وہ تجھ سے زور کریں کہ تو میرا شریک کرے جس کی تجھے خبر
 نہیں تو ان کا کہا مت مان۔ مجھی تک پھرتا ہے تم کو سو میں بتلاؤں گا تم کو جو تم
 کرتے تھے اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کیے ہم ان کو نیک لوگوں میں

میں داخل کر دیں گے اور ایک وہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر یقین لائے۔
پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں ایذا پہنچے تو لوگوں کے ستارے کو اللہ کے عذاب
کے برابر کرنے لگے اور اگر تیرے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہنے لگیں ہم تو
تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا یہ نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ سینوں میں ہے جہاں
دلوں کے۔“

انسان کو چاہیے کہ ان آیات کا سیاق اور ان میں بیان کردہ حکم اور عبرتوں کے خزینے
دیکھے کیونکہ جب انسانوں کی طرف انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا تو دو باتیں کھلی کر سامنے
آگئیں۔ ایک یہ کہ کسی نے کہا ہم ایمان لائے اور کسی نے کہا نہیں لائے؛ بلکہ وہ کفر اور بدی پر ہم
گئے۔ اب جس نے آمنا کہا کہ ہم ایمان لائے پروردگار نے اس کا امتحان لیا، اس کی آزمائش کی اور
کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے کے لیے اسے فتن میں مبتلا کر دیا اور جس نے کفر و انکار کیا وہ یہ نہ
سمجھ لے کہ وہ اللہ کو عاجز کر دے گا اور اس پر سبقت لے جائے گا کیونکہ تمام امور اسی کے سامنے
لیٹے جاتے ہیں۔

وکیف یخسر المرء عندہ بذنبہ

اذا کان یطوی فی یدہ المراحل؛ یعنی، اور انسان اپنے گناہوں کو لے کر اس
سے کیسے فرار ہو سکتا ہے۔

جبکہ اس کے سامنے سفر پٹیا جا رہا ہے۔

اور امام شافعیؒ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کے لیے کیا بات بہتر ہے وہ سطوت حاصل
کرے یا مبتلاء رہے؟

آپ نے فرمایا: تب تک اسے تسلط حاصل نہ ہوگا جب تک کہ اس کا امتحان (ابتلاء)
نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اولی العزم پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ابتلاء میں ڈالا۔ آخر
جب انہوں نے صبر کیا تو انہیں سطوت حاصل ہوئی۔ اس لیے کوئی بھی یہ خیال نہ کرے کہ وہ دکھوں
سے ضرور ہی محفوظ رہے گا اور مصائب و آلام میں مبتلاء لوگوں کی عقول میں بھی تفاوت ہے سب
سے بڑا عقلمند وہ ہے جس نے تھوڑے سے ختم ہو جانے والے دکھ کے عرض طویل ترین اور دائمی
دکھ کو بیچ دیا اور سب سے بڑا بد بخت وہ ہے کہ جس نے طویل ترین اور دائمی دکھ مول لے کر

مفقور اسانتم ہو جانے والا دکھ بیچ دیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ لوگوں کا ضرور امتحان لیتا اور انہیں بتلائے
 (مصائب و آلام) کرتا، تاکہ امتحان کے ذریعہ پاک اور ناپاک قابلِ محبت و اکرام اور ناقابلِ کفار و
 مشرکین) کا امتیاز ہو جائے اور قابلِ اصلاح نفوس کو امتحان کے ذریعہ پاکیزہ کر دیا جائے جیسے سونا
 (گرم کرنے) کے ابتلاء کے بغیر صاف و شفاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "نفس" اصل کے لحاظ سے جاہل
 اور ظالم ہے اور ظلم و جہالت کے باعث اسے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ اسے گھلا یا جائے
 اور اس کی صفائی کی جائے اگر اس گھر سے (صفائی و طہارت کے ساتھ) نکلا تو ٹھیک و رزق جہنم کی
 بھٹی میں (جانا پڑے گا) اس لیے جب بندہ ہندب ہو گیا اور پاکیزہ اخلاق ہو گیا تو اسے جنت
 میں داخلہ کی اجازت مل جائے گی۔

دعوتِ اسلام

کفار کی ایذا رسانیاں، مسلمانوں کا استقلال، ہجرت کا حکم

سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف دعوت دی۔ تو ہر قبیلہ میں سے اللہ کے بندوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔ چنانچہ صدیقِ الامت اور اسلام لانے میں پہل کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین (پھیلانے میں) آپ سے تعاون کیا، چنانچہ آپ نے ان کی رفاقت و صحبت میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ یہی ابوبکرؓ جن کی مستعدی کے باعث عثمان بن عفانؓ و طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا۔

نیز صدیقۃ النساء حضرت خدیجہ بنت خویلد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور صدیقانہ صفات کی حامل ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے (حضرت خدیجہؓ) نے عرض کیا۔ آپ خوش ہوئے۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا۔ یہی فراستِ کاملہ تھی جس کے باعث آپ اس بات کی مستحق ہوئیں کہ ان کا پروردگار انہیں اپنے رسول جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سلام ارسال فرمائے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا ایک قول میں آپ کی عمر زیادہ

ہوئی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے۔ انہیں آپ نے اپنے چچا سے تربیت کرنے کے لیے لیا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ | نیز حضرت زید بن حارثہ نے بھی اسلام قبول کیا یہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

خدیجہ سے نکاح کیا تو انہوں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہیہہ کے طور پر پیش کر دیا۔ ان (زید بن حارثہ) کے والد اور چچا قدیر دینے حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کیا۔ پتہ چلا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ دونوں وہاں آئے اور عرض کیا: اے عبدالمطلب کے بیٹے، اے ابن ہاشم، اے سردار قوم کے بیٹے، آپ اللہ کے حرم کے محافظ اور اس کے پڑوسی ہیں آپ مسکین کی مدد کرتے اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم آپ کے پاس اپنے بیٹے کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، جو آپ کے پاس ہے ہم پر احسان کیجیے اور اس کا فدیہ قبول کر کے ہم پر کرم کیجیے۔

آپ نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا زید بن حارثہ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اور کام کیوں نہ کر لیا جائے؟ انہوں نے عرض کیا، وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا، زید کو بلاؤ۔ میں اسے اختیار دیتا ہوں اگر وہ تمہیں منتخب کر لے تو تمہارا ہے اور اگر مجھے منتخب کرے تو اللہ کی قسم میں اس آدمی کے ساتھ نہیں جو اس اختیار سے اختلاف رکھتا ہو۔

ان دونوں نے عرض کیا آپ نے انصاف کیا اور بہت ہی خوب فرمایا: چنانچہ انہیں بلا یا گیا آپ نے فرمایا کیا تم ان کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔

فرمایا یہ کون ہیں؟ عرض کیا یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔
فرمایا: اور میں کون ہوں؟ یہ بھی تمہیں معلوم ہے اور تم نے میری صحبت بھی دیکھ لی اس لیے اب یا مجھے انتخاب کر لو یا ان دونوں کو منتخب کر لو۔

(حضرت زید بن حارثہ) نے عرض کیا، میں کبھی بھی آپ کے علاوہ کسی اور کو منتخب نہیں کروں گا۔ آپ میرے نزدیک باپ اور ماں کے مقام پر ہیں۔

وہ دونوں کہنے لگے، اے زید! تعجب ہے تو اتنا دی اور اپنے والد اور چچا کے مقابلہ میں غلامی قبول کرتا ہے؟

حضرت زید نے فرمایا: کہ ہاں! میں نے اس ہستی میں، ایسی بات دیکھی ہے کہ جس کے باعث میں اس کے سوا کبھی بھی کسی دوسرے کو منتخب نہیں کر سکتا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ نے یہ معاملہ دیکھا تو انہیں دامن میں لے لیا اور فرمایا کہ میں

نہیں گواہ بناتا ہوں کہ زید میرا بیٹا ہے یہ میرا وارث ہو گا اور میں اس کا وارث ہوں گا جب ان کے والد اور چچا نے (خوش کن) منظر دیکھا تو دونوں بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ اور حضرت زید زید بن محمد کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اسلام نازل فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں کو اپنے والدین کے نام سے یاد کرو۔ چنانچہ اس کے بعد انہیں زید بن حارثہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

جامع معمر میں زہری سے روایت ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ زید بن حارثہ سے پہلے کوئی مسلمان ہوا ہو۔ یہی وہ صحابی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں خبر دی کہ ان پر اللہ نے اور اس کے رسول نے انعام کیا اور ان کا نام لے کر ذکر کیا۔ اور ورق بن نوفل کا قبول اسلام اور ورق بن نوفل بھی اسلام لائے اور تمنا کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ نکال دیں گے۔ کاش اس دن میں نوجوان ہوتا اور جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب کے اندر اچھی حالت میں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں سفید لباس میں دیکھا۔

آخر لوگ ایک ایک کر کے دین میں داخل ہونے لگے اور قریش نے اس کی مخالفت نہ کی۔ آخر جب آپ نے ان کے بناوٹی خداؤں کا پردہ چاک کیا کہ یہ نفع و نقصان کے مالک نہیں تو یہ لوگ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ حفاظت فرمائی جو قریش کے ایک شریف سردار تھے۔ ان کے باعث تکلیف دینے کی جرأت نہ کرتے تھے اور حکم الٰہی کی یہ حکمت تھی کہ انہیں اپنی قوم کے دین پر قائم رکھے۔ کیونکہ اس میں سمجھ داروں کی نگاہوں میں خاص قسم کے مصالح تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ جو صاحب خاندان ہوتا۔ وہ خاندان کے باعث مشرکوں کی ایذاؤں سے محفوظ رہتا اور نہ نہیں چنانچہ بہت سے صحابہ کو مشرکین مکہ سے مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جن میں سے عمار بن یاسر ان کی والدہ اور ان کے گھر والے ہیں، جنہیں اللہ کی راہ میں ایذا میں دی گئیں جب انہیں ایذا میں دی جا رہی ہوتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے

اسے آلِ یاسر صبر کرو، کیونکہ تم سے جنت کا وعدہ ہے۔

ان میں حضرت بلال بن رباح بھی تھے۔ انہیں اللہ کے
حضرت بلال کی استقامت راستے میں سخت ترین ایذائیں دی گئیں۔ چنانچہ اللہ

کی خاطر ان کی اور ان کی قوم کی سخت اہانت کی گئی اور جوں جوں ایذا دی میں شدت ہوتی
 ان کے منہ سے احد، احد، (ایک خدا ایک خدا) نکلتا۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل وہاں سے گزرتے
 اور کہتے، ہاں اللہ کی قسم اسے بلال ایک ہی (خدا) ہے، ایک ہی (خدا ہے) ہے۔ اللہ کی قسم!
 اور جب مسلمانوں کے خلاف کفار کی ایذائیں سخت تر ہو گئیں اور انہیں طرح طرح کے
 دکھ دیے جانے لگے تاکہ مجبوراً وہ بے بس ہو کر لات اور عزیٰ کی پوجا شروع کر دیں۔ چنانچہ
 اللہ کا دشمن ابوہبل، ہمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ کے پاس سے گزرا، انہیں ان کے نمونہ
 اور بیٹے کو قبولِ اسلام کے باعث ایذا دی جا رہی تھی۔ ابوہبل نے ان کی شرمگاہ میں حرمہ مار دیا
 جس سے ان کی شہادت ہو گئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی غلام کے پاس
 سے گزرتے جسے ایذا دی جا رہی ہوتی تو اسے (کفار سے خرید لیتے اور آزاد کر دیتے۔ ان
 میں سے حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، ام حبیب، دنییرہ، نندینہ اور ان کی بیٹی تھی اور بنی عدی
 کی ایک لڑکی بھی انہیں میں شامل تھی جسے عمرؓ اسلام سے قبل ایذا دے رہے تھے۔

اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد نے کہا: اسے بیٹے! تو کمزور لوگوں کو آزاد
 کروا رہا ہے اگر تو کسی مضبوط جماعت کو آزاد کرتا تو کسی دن یہ لوگ تیرے کام آجاتے۔
 حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں، وہی چاہتا ہوں۔

اور جب ایذائیں شدید صورت اختیار کر گئیں تو اللہ
پہلی ہجرت، جیشہ کی طرف تبارک و تعالیٰ نے پہلی بار جیشہ کی طرف ہجرت کی

اجازت دے دی۔ پہلے ہاجرین میں سے عثمان بن عفان، ان کی بیوی حضرت رقیہؓ
 بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ پہلی بار بارہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت
 کی۔ بن کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

عثمانؓ، ان کی زوجہ محترمہ، ابو عبد اللہ، ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، ابو سلمہ رضی
 اور ان کی بیوی ام سلمہؓ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور
 ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی ہشم، ابو ہریرہ بن ابی وہب، عاتب بن عمرو، سہیل بن وہب

اور عبداللہ بن مسعود۔

یہ لوگ چھپ کر مسلح حالت میں نکلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا کہ ان کے ساحل پر پہنچتے ہی تجارت کی دو کشتیاں تیار تھیں، جن میں یہ سوار ہو کر حبشہ کی زمین کو روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بعثت کے پانچویں سال رجب کے ہینہ میں ہجرت کی۔ قریش بھی ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ساحل تک آئے لیکن ان میں سے کسی کو نہ پکڑ سکے۔ پھر ان مہاجرین کو معلوم ہوا کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ اس لیے پھر لوٹ آئے۔ جب یہ لوگ مکہ سے صرف ایک دن کے فاصلے پر تھے تو خبر ملی کہ قریش تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے سے زیادہ شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض پناہ لے کر مکہ میں داخل ہو گئے جن میں حضرت ابن مسعود بھی تھے۔ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ اس وقت فارم میں مصروف تھے، انہوں نے آپ کو سلام کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ ابن مسعود کو اس بات سے سخت رنج (غم) لاحق ہوا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ نماز میں کلام مت کیا کرو۔

حبشہ سے جو مہاجر واپس ہوئے ان پر اور
 حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کے حکم | ان کے خاندان پر قریش کے مظالم پہلے سے

شدید تر ہو گئے اور ان لوگوں کو ان سے سخت زحمتیں اٹھانی پڑیں آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔
 دوسری مرتبہ ان لوگوں کا ہجرت کرنا قریش پر شاق گزرا۔ چنانچہ مہاجرین کو سخت ایذاؤں اور تکالیف سے دوچار ہونا پڑا اور وہ زیادہ سے زیادہ ہوت ستم بنائے جانے لگے۔ خصوصاً جب قریش کو نجاشی کے حسن سلوک کی خبر ملی۔

دوسری مرتبہ جن لوگوں نے ہجرت کی ان کی تعداد تراسی مردوں پر مشتمل تھی۔ بشرطیکہ عمار بن یاسر بھی ان میں شامل ہوں۔ ابن اسحاق کے فرمایا کہ (راوی) کو ان کے متعلق شک ہے۔ اس قافلہ مہاجرین میں انیس عورتیں شامل تھیں۔

مہاجرین نجاشی کی سلطنت میں اہلینان سے
 شاہ حبشہ کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ | رہنے لگے جب قریش کو اس کا علم ہوا

تو انہوں نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کو تحائف اور ہدیہ دے کر نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں واپس کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس کی فوج کے اعلیٰ افسران نے بھی سفارش کی تھی۔ لیکن پھر بھی اس نے یہ سفاکانہ مطالبہ قبول نہ کیا۔ آخر انہوں نے اُسے یہ کہہ کر بہکانا چاہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سخت (گستاخی کی) بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے تھے۔ چنانچہ اس نے مہاجرین کو دربار میں بلایا، حضرت جعفر بن ابی طالب اس جماعت کے رہنما تھے۔ جب ان لوگوں نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت جعفر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی جماعت تجھ سے (داخلہ کی اجازت چاہتی ہے۔ اس نے دربار سے کہا ان سے کہو کہ یہ لوگ اپنی درخواست پھر دہرائیں۔ انہوں نے دوبارہ اس طرح کہا۔ پھر جب یہ جماعت اس کے (دربار) میں داخل ہوئی تو اس نے دریافت کیا آپ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

حضرت جعفر نے کھلیا عص کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ اس پر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بھی زیادہ نہ تھے اس کے پادری چینیے۔

وہ کہنے لگا تم لاکھ چھوڑو!

مسلمانوں سے نجاشی نے کہا: جاؤ تم میری سلطنت میں مامون ہو، جو تمہیں ایذا دے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ پھر وہ (قریش) کے دونوں قاصدوں سے کہنے لگا کہ اگر تم مجھے سونے کا گر جا بلکہ پہاڑ بھی دے دو پھر میں مسلمانوں کو تمہارے جانے نہ کروں گا۔ اس کے بعد اس نے سرداران قریش کے تحائف لوٹا دینے کا حکم دیا۔ آخر یہ لوگ رسوا ہو کر واپس آئے۔

حضرت حمزہ اس واقعہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔
عمر اور عم رسول حضرت حمزہ کا قبول اسلام | اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے اسلام

قبول کیا اور رفتہ رفتہ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو ترقی پذیر دیکھا اور محسوس کیا کہ یہ معاملہ بڑھ رہا ہے تو وہ جمع ہوئے تاکہ بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور بنی عبدالمناذ کے خلاف ایک معاہدہ کریں کہ نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے نہ نکاح کریں گے، نہ ان سے کلام کریں گے اور نہ ان کی مجالس میں بیٹھیں گے، جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا اور اسے

کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔ کہتے ہیں کہ منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم نے یہ عہد نامہ لکھا تھا ایک قول نصر بن حارث کے متعلق بھی ہے، لیکن صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ آدمی بنیض بن عامر بن ہاشم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بددعا دی، چنانچہ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ پھر بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے بعض اہل ایمان اور بعض اہل کفر سے مل گئے سو اٹے ابوہب کے۔ کیونکہ اس نے قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بنی مطلب اور بنی ہاشم کے خلاف اکسایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محبوس کر دیا گیا۔ (یہ واقعہ) بعثت کے ساتویں سال محرم کی رات کو پیش آیا اور کعبہ کی چھت پر وہ عہد نامہ لٹکا دیا گیا۔

یہ لوگ تین سال تک اس جگہ محصور و نظر بند رہے۔ ان کو تمام ضروریات زندگی مہیا کرنی بند کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ انہیں سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور شعب (گھاٹی) کے پیچھے سے ان کے بچوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس موقع پر ابو طالب نے اپنا مشہور قصیدہ لایہ لکھا۔

اور اس واقعہ پر بعض قریشی راضی تھے اور بعض ناپسند کرتے تھے جو ناپسند کرتے تھے انہوں نے عہد نامہ کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی چنانچہ ہشام بن عمر اس سلسلہ میں مطعم بن عدی اور قریش کی ایک جماعت کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی اس کی تائید کی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عہد نامہ کے متعلق آگاہ فرما دیا کہ اس پر (اللہ تعالیٰ) نے دیمک بھیجی جس نے ظلم، قطع تعلق اور ستم رسانی کی باتیں چاٹ ڈالیں اور صرف اللہ کا نام مبارک باقی رہنے دیا۔ آپ نے اپنے چچا کو اس کی خبر دی، وہ قریش کی طرف نکلے اور انہیں بتایا کہ ان کے بھتیجے نے اس طرح کہا ہے اگر وہ بھوٹا نکلا تو ہم اس کے اور تمہارے درمیان سے ہٹ جائیں گے اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم مقاطعت اور ظلم سے باز آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا تو نے انصاف کی بات کہی۔

چنانچہ انہوں نے عہد نامہ کو اتارا اور جب دیکھا تو جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا ویسا ہی معاملہ نکلا اس پر وہ پہلے سے زیادہ کفر پر اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی (حسب عہد) شعب ابی طالب سے نکل آئے۔ ابو طالب اور حدیجہ کا انتقال ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بعثت کے دو سو

سال وقوع پذیر ہوا اور اس کے چھ ماہ بعد ابو طالب نے وفات پائی۔ اور اس کے تین دن بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما بھی انتقال فرما گئیں۔ عہد نامہ کے ختم ہونے کے فوراً بعد ابو طالب کی وفات اور ام المومنین حضرت خدیجہ کی رحلت کے صدقات آپ کو پہنچے پڑے اور قوم کے پست اور ذلیل طبقہ کے لوگوں سے سخت ترین ایذائیں پہنچنے لگیں۔

طائف کا سفر چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف تشریف لے گئے کہ (شاید وہ اسلام لے آئیں) اور قوم کے مقابلہ میں آپ کے ساتھ تعاون و

حمایت کا مظاہرہ کریں۔ آپ نے انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بلا یا لیکن ان میں سے

کسی کو بھی اس طرح مائل یا حامی نہ دیکھا بلکہ انہوں نے آپ کو سخت ترین ایذا دی اور

آپ کو اپنی قوم سے بھی زیادہ خوفناک تکالیف اور زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ آپ کے غلام زید

بن حارثہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ وہاں دس روز ٹھہرے آپ وہاں کے سردار کے پاس

تشریف لے گئے اور (اسلام) کے متعلق گفتگو فرمائی لیکن وہ کہنے لگے کہ ہمارے شہر سے

نکل جاؤ۔ اور غنڈوں کو آپ کے خلاف اکسایا۔ نیز اجرت پر بعض لوگوں کو حاصل کیا۔ وہ

آپ کو پتھروں سے مارنے لگے یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک لہو لہان ہو گئے۔ زید

بن حارثہ آپ کو بچاتے رہے۔ آخر ان کے سر پر بھی زخم آ گیا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

طائف سے غمزہ حالت میں واپس تشریف لے آئے راستہ میں آپ نے طائف کے متعلق

مشہور دعا فرمائی۔ دعا یہ تھی: اے اللہ میں اپنی ضعفِ قوت اور کمی جیلہ اور لوگوں میں ناتوانی

کی تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے!

تو ہی ضعیفوں کا پروردگار ہے اور تو ہی میرا رب ہے، مجھے کس کے سپرد کرتا ہے۔ اس دور

کی طرف جو مجھ سے ترش روئی کرتا ہے یا ایسے دشمن کی طرف جس کا تو مالک ہے اگر تو مجھ سے

ناراض نہیں تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہاں بس تیری دعا کر دھا عافیت ہی میرے لیے وسیع

ہے میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کے صدقے اندھیرے اجالے بن گئے اور

دنیا و آخرت کے امور اسی کے طفیل درست ہوئے۔ اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب آئے۔

یا مجھ پر تیری ناراضی ہو۔ میرا چلنا صرف تیرے لیے ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور تیرے

سوانہ کو قیق ہے اور نہ قوت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا کہ آپ فرمائیں تو اہل مکہ پر ہمارا گرا دیں۔

اور یہ دونوں ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے درمیان ہیں۔

آپ نے جواب دیا میں پُر امید ہوں شاید ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اس (اللہ) کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کریں۔ واپسی پر جب آپ ایک کھجور کے پاس سے اترے تو رات کی نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے اور جنات کی ایک چھوٹی سی جماعت آپ کی طرف آئی۔ انہوں نے آپ کی تلاوت سنی مگر آپ کو پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذْ أَصْرَفْنَا إِلَيْكَ قُلُوبًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ
قَالُوا الْصَوْتُ قُلُوبًا قَضَىٰ وَلَوْ إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۖ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا
كِتَابًا أَنْزَلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى
طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ
مِن ذُنُوبِكُمْ وَيُجْزِكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْيَوْمِ ۖ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ
بِمُعْتَبِرٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

یعنی: اور جس وقت ہم نے آپ کی طرف کتنے لوگ جنوں میں سے متوجہ کر دیے

وہ قرآن سننے لگے، پھر جب وہاں پہنچ گئے، بولے چپ رہو، پھر جب ختم ہوا

اپنی قوم کی طرف ڈرستاتے ہوئے اٹھے پھرے۔ بولے اے ہماری قوم ہم نے

ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتنی ہے سب اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی

حق اور سیدھے راہ کی ہدایت کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کو

مانو اور اس پر یقین لاؤ کہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تم کو دردناک عذاب

سے بچائے۔ اور جو اللہ کے بلانے والے کو نہ مانے گا تو وہ زمین میں بھاگ کر

اللہ کو نہ تھکا سکے گا اور اس کا اُس کے سوا کوئی مددگار نہیں وہ لوگ صریح

بھٹکتے ہیں۔

طاائف سے مکہ میں آپ کی واپسی اور وادی نخل میں آپ چند دن ٹھہرے۔ زید

بن حارثہ نے عرض کیا۔ قریش نے آپ کو نکال

دیا ہے اب آپ (مکہ) میں کیسے داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اے زید جیسے تم دیکھ رہے

ہو اللہ تعالیٰ نکلے اور کامیابی کی کوئی راہ نکال دے گا، وہی اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی

کو غلبہ دینے والا ہے، پھر آپ مکہ پہنچ گئے چنانچہ آپ نے بنی خزاعہ کا ایک آدمی مطعم بن عدی کی طرف بھیجا کہ کیا میں تمہارے جواریں داخل ہو جاؤں؟

اس نے جواب دیا ہاں! اور اپنے قوم اور بیٹوں کو بلا کر کہا کہ ہتھیار پہن لو اور خانہ کعبہ کے ارکان کے پاس کھڑے ہو جاؤ، کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے دی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کے ہمراہ داخل ہوئے اور مسجد حرام تک پہنچ گئے۔

اب مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑا ہو گیا اور آواز دی، اسے قریش کی جماعت! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے دی ہے اس لیے تم میں سے کوئی ان کی امانت نہ کرے بنی صلی اللہ علیہ وسلم رکن تک تشریف لے گئے اور استلام کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر گھر تشریف لے آئے اور گھر میں داخل ہونے تک مطعم بن عدی کے لڑکے ہتھیار سے مسلح آپ کے ساتھ رہے۔

معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | پھر مسجد حرام سے نکل کر بیت المقدس تک براق پر سوار ہو کر حضرت جبریل علیہ السلام

کی رفاقت میں آپ کو جسمانی سیر کرائی گئی۔ آپ وہاں اترے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو امام بن کر نماز پڑھائی اور مسجد اقصیٰ کے دروازے پر براق کو باندھ دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ بیت لحم میں اترے اور وہاں نماز پڑھی لیکن یہ قول درست نہیں۔ پھر اسی رات بیت المقدس سے آسمان دنیا کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے لیے اجازت چاہی، دروازہ کھول دیا گیا۔ ہاں آپ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا انہیں سلام کیا، انہوں نے مرجحاً کہا اور سلام کا جواب دیا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور اپنی دائیں جانب سعید ارواح اور بائیں جانب شقی ارواح کا (منظر) دکھایا۔

پھر آپ جبریل کے ہمراہ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ کے لیے دروازہ کھلوا دیا وہاں آپ نے یحییٰ بن زکریا اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کو دیکھا، ان سے ملاقات فرمائی اور انہیں سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اور مرجحاً کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مرجحاً کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ

چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔ انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور مرجبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا ان سے علیک سلیک ہوئی انہوں نے بھی مرجبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، پھر آپ چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انہیں سلام کہا اور انہوں نے سلام کا جواب دے کر مرجبا کہا۔ اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

جب آپ آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ ————— کیوں رو دیے؟ وہ فرماتے لگے کہ میں اس لیے رویا ہوں کہ میرے بعد ایک جوان کو نبی بنایا گیا اور اس کی امت میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔

اس کے بعد آپ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے جواب دے کر مرجبا کہا۔ اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے بعد بیت المعمور تک پہنچایا گیا اور اس کے بعد آپ کو اللہ جل جلالہ کے دربارِ اعلیٰ میں لے جایا گیا۔ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے قریب ہو گئے۔ حتیٰ کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فرق رہ گیا۔ پھر اللہ نے آپ کو حکم بھیجا جو چاہا اور آپ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ چنانچہ آپ لوٹے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے انہوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا؟ آپ نے فرمایا پچاس نمازوں کا، وہ کہنے لگے کہ آپ کی امت کو اس کی استطاعت نہ ہوگی۔ آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف التفات فرمایا گویا ان سے مشورہ چاہتے ہوں۔ انہوں نے بھی اشارہ کیا کہ ہاں اگر آپ کی خواہش ہو۔ آخر آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ دوبارہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور وہ وہیں تھا۔ بعض طرق میں یہ بخاری کے الفاظ ہیں اللہ نے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ پھر آپ اترے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنے پروردگار کے حضور پھر جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجیے اس طرح آپ موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان آتے جاتے رہے۔ یہاں تک

کہ پانچ نمازیں رہ گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اب بھی واپس جانے اور تخفیف کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے بلکہ (اب) تو میں راضی ہو گیا اور تسلیم کر لیا۔ جب آپ چلے تو ندا کرنے والے نے ندا کی اور کہا کہ میں نے اپنا فریضہ انجام دے لیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

صحابہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس شب کو صحابہ کا اختلاف رائے پروردگار کی زیارت کی یا نہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ ایک قول یہ بھی ان سے منقول ہے کہ قلب سے دیکھا۔

حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کا انکار بھی ثابت ہے۔ ان دونوں نے فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ رَأَىٰ نَزْلَةَ أُخْرَىٰ عِنْدَ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا، میں نے ایک نور دیکھا ہے۔ یعنی میرے اور اس کی رویت کے درمیان ایک نور حائل ہو گیا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا اور عثمان بن سعید داری نے عدم روایت پر صحابہ کا اتفاق نقل کیا ہے۔

میرے نزدیک تخفیف نماز کی یہ روایت اگرچہ بخاری کی روایت کردہ ہے مگر محل نظر ہے۔ درحقیقت یہ روایت ان اسرائیلیات میں سے ہے جو کسی نہ کسی طرح اسلامی اخبار و روایات میں داخل ہو گئی ہیں اس روایت کا حاصل کیا ہے؟

یہ کہ حضرت موسیٰؑ آنحضرتؐ سے زیادہ دور اندیش تھے، آپؐ فخر سل اور خاتم الانبیا ہونے کے باوجود ان کی رائے کے مطابق بار بار خدا کے پاس تخفیف نماز کی استدعا لے کر حاضر ہوئے۔ یہ بات مزاج نبوت کے یکسر منافی ہے۔

آپؐ کے شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ جہاد کرتے کرتے پاٹے مبارک متورم ہو جاتے لوگ کہتے آپؐ تو معصوم ہیں آپؐ کیوں یہ تکلیف اٹھاتے؟ آپؐ جواب دیتے:۔

”کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟“

ایسا نبیؐ خدا کے پاس تخفیف نماز کی استدعا لے کر جاسکتا تھا؟ کلام کلاماً (ارٹیس احمد جعفری)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا اور آپ نے قلب سے دیکھا۔ آپس میں متضاد نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو دیکھا لیکن یہ واقعہ شبِ اسرا کا نہیں بلکہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا جبکہ آپ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ پھر آپ نے رب تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی خبر دی۔ اسی بناء پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت دیکھا اور روایت انبیاء حق ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے دو آنکھوں سے بیداری میں دیکھا اور جس نے ان سے ایسا قول نقل کیا ہے اسے غلط فہمی ہوئی چونکہ امام احمد نے ایک بار فرمایا کہ آپ نے دیکھا ایک بار فرمایا کہ آپ نے روحانی طور پر دیکھا تو اس لیے ان سے دونوں قول منقول ہو گئے۔ امام احمد سے ایک تیسرے قول بھی منقول ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن یہ ان کے بعض اصحاب کے تصرف کا نتیجہ ہے امام احمد کی نصوص موجود ہیں لیکن ان میں یہ قول نہیں ملتا۔

خبر معراج کا کفار پر رد عمل | جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو خبر دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو یہ عظیم آیات دکھائیں۔ انہوں نے سختی سے تکذیب کی اور انتہائی شدت سے ایذا دی اور ضرر رسانی پر تر آئے اور آپ سے مطالبہ کرنے لگے کہ بیت المقدس کا علیہ بیان کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (بیت المقدس) کو آپ کے سامنے ظاہر کر دیا کہ آپ نے اسے دیکھا اور اس کی تمام علامت بتانی شروع کیں اور وہ لوگ کسی بھی بات کو رد نہ کر سکے نیز ان کے سامنے راستہ میں اور واپسی پر ایک قافلے کا ذکر بھی کیا اور اس قافلے کے پہنچنے کا وقت بھی بتا دیا اور سب سے اگلے اونٹ کا پتہ بھی بتایا۔ اب معاملہ ایسا ہی تھا، جیسے آپ نے فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی نفرت بڑھتی گئی اور ظالم لوگ انکار پر مصر رہے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مدینہ روانگی سے ایک سال قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس اور پھر آسمان کی طرف معراج روحانی کر لیا گیا اور ابن عبد البر وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہجرت اور معراج کے درمیان ایک سال دو ماہ کا وقفہ تھا اور معراج ایک بار ہوا۔ ایک قول میں دو مرتبہ ہوا ایک بار بیداری میں اور ایک بار خواب میں۔ اس قول کے حائین کا خیال یہ ہے کہ حدیث شریک اور آپ کے فرمان: پھر میں بیدار ہو گیا۔ اور دوسری تمام روایات کو جمع کر

سکیں۔
بعض نے کہا ہے کہ یہ (اسرا) دو بار ہوا۔ وحی سے قبل ایک بار جیسے حدیث شریفہ
ہی مذکور ہے اور یہ وحی سے قبل کا ذکر ہے اور ایک بار وحی کے بعد جیسا تمام احادیث سے ثابت
ہوتا ہے۔

بعض نے کہا کہ تین بار یہ واقعہ پیش آیا، ایک بار وحی سے قبل اور دو بار وحی کے بعد
حالانکہ یہ تمام خطبے اور آیات نقل کے ظاہر پرست ضعفاء کا کارنامہ ہے کہ جب انہوں نے
دیکھا کہ قصہ (معراج) میں بعض الفاظ دوسری روایات کے سیاق کے خلاف پڑتے ہیں۔ تو
انہوں نے اسے ایک مرتبہ اور ہونا قرار دے دیا۔ اس کے بعد حوں حوں اختلاف روایات
محسوس کیا (معراج) کے مزید واقعات مانتے چلے گئے اور صحیح وہی ہے کہ جس پر ائمہ حدیث
متفق ہیں کہ واقعہ اسراء بعثت کے بعد اور ایک ہی بار ہوا۔ ا

ہجرت کے متعلق جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور اعداء کے درمیان فرق کرنے کا سبب
قرار دیا۔ اور جس سے اپنے دین کو غالب کرنے، اپنے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نصرت کی ابتداء فرمائی۔

زہری فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن صالح سے انہیں عاصم بن عمر قتادہ اور ثرید بن وہبان
وغیرہ سے روایت ملی۔ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی ایام میں
تین سال تک مکہ میں چھپ کر رہے۔ پھر چوتھے سال اعلان عام کیا اور لوگوں کو دس
سال تک دعوت اسلام دی۔ حج کے موسم پر آپ حج کی قیام گاہوں پر تشریف لے جاتے۔
نیز حاکم، مجتہ، ذی الجواز کے موسمی توہاروں پر بھی آپ تشریف لے جاتے اور دعوت اسلام دیتے
اور اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتے (اور فرماتے کہ اگر تم نے قبول کر لیا، تو جنت ملے گی لیکن
کوئی بھی آپ کی صدا پر لبیک نہ کہتا نہ حمایت پر تیار ہوتا۔ آخر آپ قبائل کے نام دریافت فرماتے۔
اور ایک ایک قبیلہ کی قیام گاہ کا پتہ چلاتے اور فرماتے۔

اے لوگو! کہولاً اللہ الا اللہ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود کارساز نہیں) تم عرب کے
بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم کے لوگ، تمہارا دین اختیار کریں گے اور جب تم ایمان لاؤ گے تو جنت
میں بھی سردار ہو گے۔ اور ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے رہتا اور کہتا:

ابولہب کی ایذا رسانیاں | خیر دار اس شخص کی اطاعت نہ کرنا۔ یہ صابی اور کذاب ہے

چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شدت سے انکار کرتے دیتے اور آپ کو ایذا دینے دیتے اور کہتے کہ تیرا خاندان اور قبیلہ تجھے خوب جانتا ہے (اس لیے) انہوں نے تیری اتباع نہیں کی اور آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے چلے جاتے اور کہتے، اسے اللہ اگر تو چاہتا تو یہ ایسے نہ ہوتے۔ راوی کہتے ہیں کہ جن قبائل کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ بنو عامر بن صعصعہ، محارب بن صفصہ، قزارہ، غسارہ، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نصر، بنو ناکا، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ اور قبیلہ حضرمی، لیکن ان میں سے کسی نے دعوت اسلام قبول نہ کی۔

اہل مدینہ کی آپ کی طرف رغبت اور قبول اسلام | اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی نصرت کے

لیے بھی انتظامات کر رکھے تھے۔ اوس اور خزرج مدینہ میں دو قبائل تھے جو یہودیوں میں سے اپنے دوستوں کے ذریعے اکثر سنتے رہتے تھے کہ اس زمانہ کے اندر ایک نبی مبعوث ہو گا۔ ہم اس کا اتباع کریں گے اور عادیوارم کی طرح تمہیں قتل کریں گے۔ اب عرب لوگوں کی طرح انصاری بھی کعبہ مشرفہ کا حج کیا کرتے تھے۔ جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کے احوال کا بغور مطالعہ کیا اور بعض انصاری کہنے لگے کہ اللہ کی قسم لوگوں کو جانتے ہو یہ یہی وہ شخص ہیں جن کا نام لے کر مدینہ کے یہودی تمہیں دھمکایا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر سبقت لے جائیں۔

سوید بن صامت اوس کا ایک آدمی تھا جو مکہ آیا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت دی اس نے نہ انکار کیا اور نہ اقرار کیا۔ آخر انس بن رافع ابو الجحیس بن عبدالاشہل کے چند نوجوانوں کے ہمراہ حلف کے لیے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ایسا بن معاذ جو ایک نوجوان تھا، کہنے لگا اے قوم، اللہ کی قسم ہم جس کام کے لیے آتے ہیں اس سے یہ (اسلام) بہتر ہے۔ ابو الجحیس نے اسے جھڑک دیا وہ خاموش ہو گیا۔ پھر ان کا حلف بھی مکمل نہ ہو سکا۔ اور وہ مدینہ واپس چلے گئے۔

بیعت عقبہ اولیٰ | پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر مقام عقبہ پر انصاریوں کے چھ آدمیوں سے ملے جو خزرج کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جن کے نام یہ ہیں:

ابو امامہ اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطیبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، جابر بن

عبداللہ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مدینہ واپس چلے گئے۔ وہاں انہوں نے اسلام کی دعوت دینا شروع کی اور وہاں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جہاں اسلام داخل نہ ہوا۔ اگلے برس بارہ آدمی حاضر ہوئے۔ جابر بن عبداللہ کے علاوہ چھ پہلے تھے۔ میزان کے ہمراہ معاذ بن حوث بن رفاعہ جو عوف مذکورہ کا بھائی تھا اور ذکوان بن عبدالقیس بھی حاضر ہوا اور ذکوان مکہ میں ہی ٹھہر گیا۔ اس نے (بعد میں) مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ ان کو ہاجرہ انصاری کہا جاتا ہے۔

نیز عبادہ بن صامت، زید بن ثعلب، ابوالہشیم بن بنہان، عویر بن مالک۔ یہ بارہ تھے۔ ابوزبیر نے حضرت جابر سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں لوگوں کی قیام گاہوں پر تشریف لے جاتے۔ حینہ، عکارہ وغیرہ کے تہواروں میں بھی جاتے اور فرماتے :-

کون ہے جو مجھ پر ایمان لائے، میری حمایت و نصرت کرے حتیٰ کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دوں، اسے جنت ملے گی۔

لیکن کسی کو سماوی و ناصرنہ پاتے۔ معاملہ یہاں تک آن پہنچا تھا کہ کوئی آدمی مصر یا یمن سے اپنے قرابت داروں سے ملنے آتا تو آپ کی قوم اس کے پاس آتی اور کہتی -

دیکھنا، بچپنا، قریش کا نوجوان نہیں نقتہ میں نہ ڈال دے۔ آپ ان لوگوں میں تشریف لے جاتے اور انہیں دین کی دعوت دیتے اور (قریش) آپ کی طرف انگلیوں سے اشارے کر رہے ہوتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بئرب سے لوگ بھیجے۔ ان میں سے ایک آدمی آتا اور ایمان لاتا پھر آپ اس کے سامنے قرآن پاک پڑھتے۔ وہ واپس لوٹ جاتا اور اس کے اسلام کے باعث اس کے گھر والے بھی مسلمان ہو جاتے حتیٰ کہ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جہاں مسلمانوں کی ایک جماعت نہ پائی جاتی ہو۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی طرف بھیجا۔ ہم جمع ہوئے اور عتبہ کے مقام پر ہم نے بیعت کی آپ کے چچا حضرت عباس نے کہا۔

اے بئربے بھتیجے! میں اس قوم کو کچھ (قوی) نہیں سمجھتا جو تیرے پاس آتے ہیں۔ میں اہل بئرب کو خوب جانتا ہوں۔ پھر ایک دو آدمی آپ کے پاس حاضر ہوئے حضرت عباس ان کے چہروں پر غور سے دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم اس قوم کو نہیں جانتے یہ نئے ہیں۔

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟

آپ نے فرمایا ہر حالت میں سننے اور اطاعت کی۔ خوشی اور سستی میں، تنگی و فراخی میں اللہ کے لیے خرچ کرنے پر، امر بالمعروف اور نہی و عن المنکر پر اور اس بات پر کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور ملامت سے نہ ڈرو اور اس پر کہ جب میں وہاں آجاؤں تو میری نصرت کرو اور جس سے تم اپنی جانوں، اپنی پیروں اور اولاد کو بچاتے ہو۔ اسے مجھ سے بھی ہٹاؤ پھر تمہارے لیے جنت ہے۔

اسعد بن زرارہ کا انبیاہ | ہم بیعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اسعد بن زرارہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ اے اہل شرب ٹھہرو! ہم ان کی

طرف اونٹوں پر بار بار نہیں آئے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور آج اس کا نکالنا تمام عرب کی مفارقت تمہارے بڑوں بڑوں کے قتل اور تمہارے ساتھ تلواروں سے جنگ کے برابر ہے۔ اب اگر تم اس بات پر استقلال (صبر) دکھا سکتے ہو۔ تو بیعت کر لو اور تمہارا اجر اللہ کے ہاں ہو گا۔ اور اگر تمہیں اپنے آپ کا ڈر ہے تو بے شک اللہ کے ہاں تمہارا عذر ہے۔

اسلام مدینہ میں | وہ کہنے لگے اے اسعد ہم سے اپنا ہاتھ ہٹالے ہم اس بیعت نہیں لے کر جنت کی خوشخبری عطا فرمائی اس کے بعد یہ لوگ مدینہ واپس چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ عمرو بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر دو صحابی بچے جو وہاں مسلمان ہوئے۔ یہ دونوں صحابی انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے۔ چنانچہ یہ دونوں صحابی ابی امامہ اسعد بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے جب یہ چالیس کی تعداد کو پہنچ گئے تو مصعب بن عمیر ہی ان کو جمع کرتے اور امامت کے فرائض انجام دیتے۔ آخر ان دونوں صحابیوں کے ہاتھ پر کثیر تعداد میں لوگ اسلام لائے: اسیر بن حصیر اور اسعد بن معاذ انہی میں شامل ہیں۔ میزان دونوں کے اسلام لانے پر بنی عبدالمطلب کے تمام مردوں اور عورتوں نے سوائے عمرو بن ثابت بن وقس کے اسلام قبول کیا۔ عمرو بن ثابت یوم احد کو اسلام لایا اور اس وقت جہاد میں شریک ہوا اور ایک بھی سجدہ کرنے سے پہلے شہادت پائی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عمل قبیل تھا اور اجر کثیر

پھر مدینہ میں اسلام پھیل گیا اور غالب ہونے لگا۔ اس کے بعد مصعبؓ مکہ واپس آئے۔ اور اس سال حج کے موقع پر کثرت سے انصاری مسلمان شریک ہوئے، مشرکین اور براہین معرور قوم کا سردار حاضر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ عقبہ کی آخری رات جب رات کا ابتدائی ثلث گزر چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تتر مرد اور دو عورتیں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے اپنی قوم اور مکہ کے کفار سے پوشیدہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ تاکہ یہ لوگ جس بات سے اپنی عورتوں، بچوں اور بڑوں کی حفاظت کرتے ہیں آپ کی بھی حفاظت کریں اور اس رات کو سب سے پہلے براہین معرور نے بیعت کی، جب اس نے بیعت کی تو اس کا ہاتھ سفید تھا اس نے آپ کی طرف جلدی کی اور حضرت عباسؓ اس کی بیعت کو مؤکد کرنے کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت یہ اپنی قوم کے دین پر تھے اور اس رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ کا انتخاب فرمایا جن کے اسمائے مبارک حسب ذیل ہیں :-

اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، براہین معرور، عبد اللہ بن عمرو بن حرام جو حضرت جابر کے والد تھے اور اسی رات کو یہ اسلام لائے تھے۔ سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو اور عبادہ بن صامت یہ مذکورہ حضرات تو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور تین افراد قبیلہ اوس سے انتخاب فرمائے، اسید بن حضیر، سعد بن خنیثم اور رفاعہ بن عند المنذر۔ ایک قول میں (رفاعہ) کی جگہ ابو الہثم بن تیمان کا نام لیا گیا ہے۔ دو عورتیں یہ تھیں، ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو اور یہی وہ عورت ہیں کہ جن کے لڑکے حبیب بن زید کو مسلمانہ نے شہید کیا تھا اور دوسری عورت اسماء بنت عمرو بن عدی تھیں۔ جب یہ بیعت مکمل ہو گئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ کیا اہل عقبہ پر اپنی تلوار سے مسلح ہو کر حملہ کر دیں؟ آپ نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی اور شیطان اہل عقبہ کو سنانے کے لیے چلایا۔ جیسے دور سے آواز آرہی ہو۔ اے اہل عقبہ! تمہیں معلوم ہے کہ محمد اور اس کے صابی ساتھی تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن میں تیرے لیے ضرور فارع ہوں گا۔

اہل مدینہ کے قبول اسلام پر قریش کا اضطراب

صبح ہوئی تو قریش کے بڑے بڑے سردار قبائل انصار کے پاس آئے اور کہنے لگے اے قوم خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم گزشتہ رات ہمارے اس آدمی (حضرت محمد) سے ملے ہو اور تم نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ تم ہمارے مقابلہ میں لڑنے کی بیعت کر لی ہے۔ اللہ کی قسم، عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں کہ جو ہمیں اس سے زیادہ مغرض ہو۔

چنانچہ خزرج کے مشرکین کھڑے ہوئے اور انہیں یقین دلانے کی خاطر قسمیں کھانے لگیں۔ کہ نہ یہ بات سچی اور نہ ہمیں اس کا علم ہے۔

اور عبد اللہ بن ابی کعبہ لگا کہ یہ غلط ہے۔ یہ بات ہی نہ تھی اور میری قوم اس جیسے آدمی سے بتلائے فتنہ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر میں بئرب میں ہوتا کہ میری قوم میرے مشورہ کے بغیر ایسی بات نہ کرتی۔ چنانچہ قریش لوٹ کر چلے گئے اور برادین معرور نے کوچ کیا اور وادی باجج میں اپنی مسلمان قوم سے جا ملا۔ قریش نے بھی انہیں تلاش کیا اور سعد بن عبادہ کو بکڑ لیا اور ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ رسی سے باندھ دیا اور مارنے اور گھسیٹنے لگے۔ اور ان کے بال نوچنے لگے، یہاں تک کہ انہیں مکہ لے آئے۔ آخر کار مطعم بن عدی اور حوث بن خزیمہ بن امیہ آئے اور انہوں نے ان کو چھڑایا۔ جب انصار نے انہیں نہ پایا تو آپس میں واپس جانے کے لیے مشورہ کیا۔ (ابھی مشورہ کر رہے تھے) کہ سعدان کے پاس واپس پہنچ گئے اور سب انصاری واپس مدینہ چلے گئے۔

مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کی اجازت

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ سب سے پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ لیکن ام سلمہ کو روک دیا گیا اور ایک سال تک محسوس رکھا گیا۔ نیز ان کا بچہ بھی ان سے الگ کر دیا گیا۔ ایک سال کے بعد یہ اپنے بچے کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔

اس کے بعد لوگ کثرت سے یکے بعد دیگرے مدینہ جانے لگے آخر مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور علی کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔

اہل حضرت کی ہجرت

اہل مدینہ کا جوش و خروش کے ساتھ والہانہ استقبال

مشرکین کی چال | جب مشرکین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مدینہ جا چکے اور اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو لے کر اوس اور نزع کے پاس پہنچ چکے ہیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ مدینہ ان کے لیے ایک سہاگن بن چکا ہے۔ اور ویسے بھی اہل مدینہ شوکت و سطوت کے مالک ہیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اندیشہ ہوا کہ کیسے آپ بھی وہیں تشریف لے جائیں۔ ایسا ہوا تو یہ معاملہ سنگین صورت اختیار کر لے گا۔ چنانچہ وہ دارالندوہ مشورت خانہ میں جمع ہوئے اس موقع پر وہاں کے عل و محد میں سے کوئی بھی غیر حاضر نہ تھا۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کے بارے میں صلاح کی جائے۔ نیز ان کا بڑا ابلیس بھی ایک نجدی بوڑھے کی صورت اختیار کر کے کہل اور شریک ہوا۔ ان سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوب تبادلات کیا۔ ہر آدمی اپنی رائے پیش کرتا لیکن یہ بوڑھا (ابلیس) اسے رد کرتا اور اس پر رضامندی ظاہر نہ کرتا۔

آخر ابو جہل کہنے لگا۔ میرے ذہن میں ایک ایسی اسکیم آئی ہے۔ جس تک ابھی تمہارا ذہن نہیں پہنچ سکا۔

کہنے لگے: وہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا، میرا خیال ہے کہ ہم قریش کے ہر قبیلہ کا ایک مضبوط اور نوجوان میں پھرا نہیں تیز تلواریں دیں اور وہ یکبارگی ایک آدمی کی طرح محمد پر ٹوٹ پڑیں۔ اس طرح ان کا خون قبائل میں منقسم ہو جائے گا۔ اس کے بعد بنی عبدالمناف کی کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ اب کیا کیا

جائے؟ کس سے انتقام لیں؟ کیونکہ تمام قبائل سے دشمنی مول لینا ان کے لیے محال ہوگا آخر ہم سب مل کر ان کی دیت ادا کر دیں گے۔

بوڑھا رطیس کہتے لگا اس لوجوان نے کیا خوب کہا خدا کی قسم رائے ہے تو یہ ہے، کہتے ہیں کہ اس ہمد کے بعد یہ لوگ منتشر ہو گئے۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے وحی لے کر حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ آج رات آپ اپنے بستر میں نہ سوئیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو چہرہ ڈھانکے حضرت ابو بکر کے ہاں تشریف لائے یہ تشریف آوری بالکل خلاف معمول تھی۔

آپ نے فرمایا تمہارے ہاں جو آدمی بھی ہو اسے باہر کر دو۔

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے گھر کے ہی لوگ ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے ہجرت کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا مجھے شرف رفاقت حاصل ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت ابو بکر نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میرے پاس دو سواریاں ہیں ایک قبول فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیمت دے کر (لوں گا) اور حضرت علیؑ سے فرمایا آج کی رات تم میرے بستر پر سو جاؤ۔

قریش کے لوگ جمع ہو کر دروازے کی نگرانی کرنے لگے کہ موقع پاتے ہی ٹوٹ پڑیں۔ یہ باہم مشورہ کرنے لگے کہ کون سب سے بڑا بد بخت اور شقی ہوگا جو یہ کام (قتل محمدؐ) انجام دینگا؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور

آپ نے میدان سے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اسے ان کے سر کی طرف پھینکا، کیفیت یہ تھی کہ وہ آپ کو دیکھ نہیں رہے تھے اور آپ یہ ایک آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ یعنی، اور ہم نے ان کے سامنے آڑ کر دی اور ان کے پیچھے آڑ۔ پس ہم نے ان پر بے ہوشی طاری کر دی کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کی طرف تشریف لے گئے۔ بعد ازاں دونوں خانہ صدیق کے ایک خیمہ سے باہر نکلے۔ اس اثنا میں ایک آدمی آیا اور آپ کے دروازے پر لوگوں کو دیکھا تو پوچھا: کس کا انتظار کر رہے ہو؟

جو اسے ملا محمدؓ کا

وہ کہنے لگا تم نامراد و ناکام رہے۔ اللہ کی قسم وہ تمہارے قریب سے گزر کر جا چکے ہیں اور تمہارے سر پر مٹی ڈال کر گئے ہیں، وہ کہنے لگے اللہ کی قسم ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھے۔

ان کے نام جو آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تھے یہ ہیں: ابو جہل، ابولہب، ابی بن خلف اور حجاج کے دونوں لڑکے بنیہ اور منبہ، حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، نصر بن حارث، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، طعمر بن عدی۔

حضرت علیؓ اور کفار قریش | جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ بستر سے اٹھے۔ کفار نے (علیؓ) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب

دیا، میں کیا جانوں؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ غار ثور کی طرف تشریف لے گئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ مگر پی نے دروازے پر جالاقن دیا اور عبد اللہ بن اریطہ لیشی کو جو راہ نما تھا۔ اجرت پر لے لیا گیا وہ قریش کے دین (شُرک) پر تھا لیکن اس سلسلہ میں امین تھا۔ آپ نے دونوں سواریاں اس کے حوالے کیں اور تین روز کے بعد غار ثور پر ملنے کا وعدہ فرمایا۔ قریش نے جستجو میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، انہیں فاقہ تک بھی سہنا پڑا۔ آخر غار کے دروازے پر پہنچ گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اگر کسی آدمی نے اپنے قدموں سے دیکھ لیا تو ہم نظر آجائیں گے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بکرؓ تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے کہ جن تیسرا رفیق اللہ ہے۔ غم مت کرو۔ کیونکہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے اور حالت یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ بالائے سران کی باتیں سن رہے تھے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کا معاملہ کفار پر پوشیدہ کر دیا۔ غامز بن نفیرہ بکریاں چرانے کے بہانے آپ کے پاس آیا کرتا اور مکہ کی خبریں سن کر آپ کو اطلاع کر دیا کرتا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے انتظام (سفر) کیا اور ایک چترے کی پھٹی میں آپ کا

زاد راہ رکھ دیا۔ پھر آسمان بنت ابی بکر نے اپنے نطق (کمر بند) کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر تھیلی کو اس سے باندھ دیا اور دوسرا حصہ پھاڑ کر مشک کا منہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے یہ ذات انطاہقین کے نام سے مشہور ہوئیں اور مستدرک حکم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ نکلے۔ حضرت ابو بکرؓ کبھی آپ کے سامنے چلتے اور کبھی پیچھے چلنا شروع کر دیتے۔ آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے ڈر ہوتا ہے کہ (پیچھے) سے کوئی آنے رہا ہو تو میں آپ کے پیچھے چلتا ہوں، پھر خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں سامنے سے کوئی نہ آن دھمکے۔ چنانچہ آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اگر کوئی (تکلیف) آئے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میری بجائے تم اس سے دوچار ہو؟ انہوں نے جواب دیا، بے شک! قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جب غار پر پہنچے، ابو بکرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ذرا اپنی جگہ پر رہیے میں آپ کے لیے غار صاف کر لوں (ابو بکرؓ اندر گئے اور اسے صاف کیا اور جب اوپر آنے لگے۔ پھر یاد آیا کہ ابھی تک سوراخوں کو صاف نہیں کیا، اس لیے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ذرا ٹھہریئے میں سوراخوں کو بھی صاف کر لوں۔ پھر اندر گئے اور سوراخوں کو بھی صاف کیا اس کے بعد عرض کیا اے اللہ کے رسول اندر تشریف لائیے پھر دونوں اندر داخل ہو گئے اور غار میں تین راتیں ٹھہرے۔ یہاں تک کہ قریش کی تلاش ختم ہو گئی۔ اس کے بعد عبد اللہ بن اریقط دونوں سواریاں لے کر حاضر ہو گیا اور سفر شروع کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عامر بن فیہرہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور رہنما ان کے سامنے چلنے لگا اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کر رہا تھا اور ان کی رفاقت میں تھا۔ سفر کرنے اور منزل پر اتارنے میں اللہ کی نصرت شامل تھی۔

جب کفار انہیں گرفتار کرنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے آپ کی اور ابو بکرؓ کی گرفتاری کا انعام مقرر کر دیا، چنانچہ لوگوں نے سرگرمی سے تلاشی شروع کر دی اور اللہ تو اپنے امور پر غالب ہے۔ جب آپ بنی مدلج کے ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے تو قبیلے کے ایک آدمی نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے قبیلہ کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں نے ساحل پر ایک سایہ سا دیکھا ہے اور یہ محمد اور اس کے اصحاب کے سوا اور کوئی نہیں۔ مراقبہ بن مالک سارا معاملہ سمجھ گیا اس نے چاہا کہ وہ گرفتار کرے۔ کہنے لگا (نہیں!) بلکہ یہ تو فلاں فلاں آدمی ہیں جو اپنے کسی کام سے گئے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا اس کے بعد اٹھ کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور اپنے خادم

سے کہنے لگا خیمے کے پیچھے سے گھوڑا نکال دو، میں ٹیلے کے پیچھے تھیں ملوں گا، پھر اس نے تیز لیا اور اسے نیچا کر کے زمین پر لکیریں ڈالتا چل پڑا۔ جب وہ قریب ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سننے لگا۔ ابو بکر بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلی جانب التفات نہ فرماتے۔

سراقہ بن مالک کا تعاقب | حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول یہ سراقہ بن مالک ہم تک آن پہنچا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے لیے بد دعا فرمائی۔ چنانچہ اگلے گھوڑے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ وہ کہنے لگا۔ مجھے معلوم ہے جس جرم کی مجھے یہ سزا ملی ہے یہ آپ کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔ میرے لیے اللہ سے دعائے (خیر) کیجیے میں عہد کرتا ہوں کہ لوگوں کو آپ کی تلاش سے واپس کر دوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی اور وہ آزاد ہو گیا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے سندھو شنودی مرحمت فرمائیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے چڑے کے ٹکڑے پر آپ کے حکم سے تحریر لکھ دی۔

فتح مکہ تک یہ تحریر سراقہ کے پاس موجود تھی۔ اس دن وہ تحریر لے کر حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صلہ عطا فرمایا اور فرمایا: آج دعا اور بھلائی کا دن ہے۔

سراقہ نے سندھو شنودی لے کر آپ کی خدمت میں زبردراہ اور دو سواریاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں بلکہ دشمن کی جیسو کو ناکام بنا دو وہ کہنے لگا آپ مطمئن رہیں اور واپس چلا گیا اور دیکھا کہ لوگ آپ کی تلاش میں ہیں کہنے لگا میں تمہارے لیے خبر لایا ہوں اور تمہیں اطمینان ہونا چاہیے کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔ یہ شخص دن کی ابتدا میں آپ کے خلاف تھا۔ اور دن کے آخر میں آپ کا جان نثار بن چکا تھا۔

مدینہ کے راستے میں آپ کا ایک معجزہ | پھر آپ چلتے رہے یہاں تک کہ ام عبد خزیمہ کے خیموں کے پاس سے گزرے۔ یہ ایک توڑا

عورت تھی اور خیمے کے صحن میں بیٹھی ہوتی اور جو گزرتا اسے کھلاتی پلاتی۔ آپ نے پوچھا تمہارے ہاں کچھ کھانے کو ہے یا اس نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر ہمارے یہاں کچھ ہوتا تو ہم آپ کی مہمان لوازی سے محروم نہ رہتے۔ بکری کا دو دو خوشک ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے کے ایک طرف ایک بکری دیکھی آپ نے فرمایا اے

ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا: کمزوری کے باعث یہ بکری ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کے دودھ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یہ اس مرحلے سے گزر چکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اس کا دودھ دھونے کی اجازت دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں اگر آپ کو دودھ مل سکے تو آپ بے شک ڈہ لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ کا نام مبارک یا اور دعا فرمائی وہ قبول ہوئی اور بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ پھر آپ نے گھڑیوں سے برتن طلب فرمایا اور اس میں دودھ نکالا۔ یہاں تک کہ جھاگ برتن پر چڑھ آیا چنانچہ آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا اور وہ پی کر سیر ہو گئی اپنے اصحاب کو بلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر آپ نے خود نوش جان فرمایا۔ اس کے بعد دوبارہ دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے اور مدینہ کی طرف تشریف لے چلے، کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اس کا شوہر ابو معبد دبلی پتلی بکریوں کو ہنکاتا آ گیا جو کمزوری کے باعث گری پڑتی تھیں۔ جب اس نے دودھ دیکھا تو تعجب ہوا، پوچھا یہ کہاں سے ملا؟ جبکہ بکری بھی خشک ہو چکی ہے اور گھر میں دودھ بھی نہ تھا وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم ہمارے ہاں سے ایک مبارک انسان کا گزر ہوا جس کی بات اس اس طرح تھی اور ایسے ایسے اس کے حالات تھے۔

آنحضرت کا صلیبہ اور شمال | اس نے کہا: اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی آدمی ہے

جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اسے ام معبد ورا ان کی صفت تبیان کرنا۔ ام معبد نے بتایا —، چہرہ تاباں، اخلاق پاکیزہ اور تیز بڑے سر نے آپ کو بوجھل نہیں کیا اور چھوٹے سر نے آپ کو عیب دار نہیں کیا، قامت و صورت، حسین و جمیل آنکھیں فراخ اور سیاہ، بال کافی اور کالے، آواز جاندار، گردن مسطح، خوبصورت، سر یکن، بلند قامت، اقرن جس کی بھویں آپس میں ملی ہوں، خوب سیاہ بالوں والے جب وہ خاموش ہوتے ہیں تو وقار چھا جاتا ہے اور جب کلام فرماتے ہیں تو سخن طاری ہوتا ہے۔ تمام لوگوں سے زیادہ جمیل، دور سے دیکھو تو زیادہ خوبصورت اور قریب سے دیکھو تو سب سے زیادہ حسین اور جمیل، شیریں کلام، بزرگ، سخن کی زبان پر فضول اور وابہیات باتیں نہیں آتیں۔ کلام کیا ہے، پروٹی ہوئی کوڑیاں ہیں جو ترتیب سے گرتی ہوں۔ کوئی آنکھ ان میں پستہ قذی کا عیب نہیں نکال سکتی اور نہ بے قد کا نقص تلاش کر سکتی ہے۔ وہ دو شانوں

کے درمیان ایک ایسی شلخ ہے جو سب سے زیادہ تروتازہ اور حسین ہے۔ اس کے رفقاء اسے گھیرے رہتے ہیں۔ جب وہ بات کرتا ہے وہ سنتے ہیں اور جب حکم کرتا ہے تو فوراً تعمیل کرتے ہیں۔ مخدوم اور مطاع ہے، نہ تنگ نظر اور نہ بے مغز ہے۔

ابو معبد کہنے لگا: اللہ کی قسم یہی وہ آدمی ہے جس کے متعلق قریش باتیں کرتے ہیں۔ میں نے آپ کی مصابحت کا ارادہ کر لیا ہے اور اگر مجھ سے یہ ہو سکا تو میں مزوریہ کام کروں گا۔

مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال (دوسری طرف) انصار کو معلوم ہو چکا تھا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف چل چکے ہیں وہ ہر روز مدینہ سے نکل کر دوپہر تک آپ کا انتظار کرتے۔ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو اپنی عادت کے مطابق گھروں کو واپس آجاتے۔ یہ بعثت کا تیرھواں سال ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ منگل کا دن تھا۔ حسب عادت (انصار) باہر آئے۔ جب سورج کی گرمی تیز ہو گئی واپس لوٹ آئے (اتفاق) سے یہود کا ایک آدمی کسی ضرورت کے پیش نظر مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعے پر چڑھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کو دیکھا۔ جن کے آگے بڑھنے سے سراب زائل ہو رہا تھا۔ وہ دیہوی اور سے چلایا۔ اے نبی قبیلہ یہ ہے و دتھار اور دار یہ تمہارا بزرگ ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔

انصار نے جلدی سے ہتھیار سجایے۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کریں اور مرجح اور تکبیر کی آوازیں بنی عمرو بن عوف میں گونجنے لگیں۔ مسلمانوں نے آپ کی تشریف آوری کی خوشی کی خوشی میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور نبوت کی شان کے مطابق خوش آمدید کہا۔ چکر لگاتے ہوئے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا، آپ یکسر سکون و طمانیت تھے۔ اسی حالت میں وحی نازل ہوئی۔

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاكَ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ۔ یعنی: پس بے شک اللہ تعالیٰ ہی اس کا رفیق اور جبریل اور نیک لوگ ایمان والے اور فرشتے اس کے مددگار ہیں۔

پھر آپ چل پڑے اور بنی عمرو بن عوف کے علاقے قبا میں اترے۔ آپ کلثوم بن ہدم کے پاس اترے ایک قول یہ ہے کہ سعد بن تیممہ کے پاس اترے۔ پہلا قول زیادہ قوی ہے چنانچہ آپ بنی عمرو بن عوف کے ہاں چودہ شب تک مقیم رہے اور یہاں مسجد قبا تعمیر

کی۔

مدینہ کی پہلی مسجد، مسجد قبا، نبوت کے بعد یہ پہلی مسجد تھی جس کی آپ نے بنیاد رکھی جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ اللہ کے حکم کے مطابق سوار ہوئے آخر نبی سالم بن عوف میں جمعہ کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے وادی کے درمیان کی مسجد میں (صحابہ) کو جمعہ پڑھایا اس کے بعد سوار ہوئے، لوگوں نے اونٹنی کی ہمار پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ یہ مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی چلتی رہی۔ انصار کے جس گھر کے پاس آپ گزرتے وہ فرمائش کرتا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہوں، لیکن آپ فرماتے اسے چھوڑ دو، یہ مامور ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہوگا بیٹھ جائے گی، وہ چلتی رہی۔ آخر کار اس جگہ پہنچی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے اور بیٹھ گئی آپ نہ اترے۔ پھر اٹھی اور تھوڑی سی چلی۔ پھر اس نے پچھلی جانب دیکھا اور لوٹ آئی اور پہلی جگہ پر بیٹھ گئی۔ پھر آپ اتر آئے اور یہ بنی بخار میں سے آپ کے ننھیالی رشتہ دار کا مکان تھا۔ یہ اللہ کی توفیق سے تھا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ایک قریبی عزیز کے گھر میں اتارنا پسند فرمایا۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔

اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ آپ کے کجاوے کی طرف عجلت سے حاضر ہوئے اور سامان اپنے گھر میں اٹھالائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اپنے سامان سفر کے ساتھ ہوتا ہے اور صحیح حاکم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے ہمراہ کون ہجرت کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت برادؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہمارے پاس سب سے پہلے مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتوم تشریف لائے۔ یہ دونوں بزرگ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے لگے۔ پھر حضرت عمارؓ، بلالؓ اور سعد تشریف لائے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی میں نے دیکھا کہ لوگوں کو اس قدر کبھی بھی فرحت نہ ہوئی۔ جس قدر آپ کی تشریف آوری کے باعث ہوئی۔ یہاں تک کہ میں نے عورتوں، بچوں اور لونڈیوں کو کہتے دیکھا یہ اللہ کے رسول تشریف لائے ہیں۔

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس سے زیادہ میں نے کوئی حسین اور روشن دن نہیں دیکھا اور جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن سے زیادہ قلیح اور تاریک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

بہر حال آپ نے حجرے اور مسجد کی تعمیر ہونے تک حضرت ابویوسف کے گھر میں قیام فرمایا، آپ حضرت ابویوسف کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ زید بن عارثہ اور ابو رافع کو کوہ و اونٹ اور پانچ صد درہم دے کر مکہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں آپ کی دونوں صاحبزادیوں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آئیں حضرت سودہ بنت زمعہ جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں، اور اسامہؓ بن زید، ان کی والدہ ام ایمن کو لے کر واپس آگئے۔ البتہ حضرت زینبؓ کو ان کے خاوند ابو العاص بن ربیع نے نہ آنے دیا اور عبداللہ بن ابی بکر حضرت ابوبکرؓ کے اہل و عیال کو لے کر چلے آئے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر زہریؒ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مسجد کی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس وقت مسلمان یہاں نماز ادا کرتے تھے لیکن یہ جگہ دو تہیم انصاری لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت میں تھی اور یہاں (اونٹوں کے) باندھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی جو اسعد بن زرارہ کی زیر پرورش تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکوں سے اس زمین کی فروخت اور تعمیر مسجد پر گفتگو کی اور دونوں کہنے لگے، نہیں بلکہ اسے اللہ کے رسولؐ ہم سے آپ کی خاطر ا قیمت کے بغیر ہبہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ان سے یہ زمین دس دینار میں خرید لی، اس وقت یہ صرف چار دیواری کی صورت میں تھی، اس کی چھت نہ تھی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اسعد بن زرارہ یہیں پر مسلمانوں کو نماز اور جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور اس میں غنہ اور کھجور کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں۔ کھجور اور دوسرے درخت کاٹ دیے گئے اور قبلہ کی طرف سے مسجد ہموار کی گئی۔ اور قبلہ کی طرف مسجد کا طول ایک سو گز اور دوسری طرف اسی قدر یا اس سے کم بنایا گیا اور تین گز بنیاد بنائی گئی۔ اس کے بعد کچی اینٹوں سے مسجد کی

تعمیر شروع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر میں حصہ لیتے اور اینٹیں اور پتھر اٹھا کر لاتے اور یہ شعر پڑھتے :-

اللهم لا عيش الا عيش الابرار
فاغفر للانصار والمهاجرة

یعنی: اے اللہ زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے۔

پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اس مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا اور تین دروازے بنائے گئے۔ ایک آخر میں دروازہ بنایا گیا۔ دوسرا باب الرحمۃ اور تیسرا دروازہ تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کے ستون کھجور کے تنے سے بنائے گئے اور چھت کھجور کے پتوں سے بنائی گئی۔ عرض کیا گیا آپ اس کی چھت نہ ڈالیں گے؛ آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے خیمے کا سا کوئی خیمہ نہیں اور آپ نے مسجد کے متصل کچی اینٹوں سے حجرے تعمیر کروائے اور ان پر کھجور کے پتوں اور شاخوں کی چھت ڈلوائی۔ جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو مسجد کے مشرقی حصہ کے متصل حضرت عائشہؓ کے لیے ایک حجرہ تعمیر کروایا اور یہی آج آپ کی آرام گاہ ہے۔ حضرت سوڈۃ زعمہ کے لیے دوسرا حجرہ بنوایا۔

انصار اور مہاجرین کے درمیان مواعجات

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک کے گھر میں انصار اور مہاجرین کے درمیان مواعجات (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔ یہ کل نوے آدمی تھے نصف انصار اور نصف مہاجر تھے۔ آپ نے ان کے درمیان ذوی الارحام کے علاوہ موت کے بعد ان کی وراثت کی بنیاد پر مواعجات قائم فرمائی آخر جب غزوہ بدر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالَّذِينَ الْأَرْحَامِ كَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ یعنی: اور قرابت دار اللہ کی کتاب میں بعض بعض کے لیے زیادہ مستحق ہیں۔

تو مرنے کے بعد وراثت کا معاملہ صرف اقارب تک محدود ہو گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسری مرتبہ مہاجرین اور انصار کے درمیان مواعجات قائم کی اور اس دوسری مرتبہ حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا۔ پہلا قول قوی ہے۔ اگر آپ کسی

ہاجر سے اپنی اخوت قائم فرماتے تو آپ کی اخوت کے سب سے بڑے مستحق وہ تھے جو آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہجرت میں آپ کے مصاحب غار میں آپ کے انیس تمام صحابہؓ سے افضل و اکرم تھے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل (دوست) بنانا تو ابو بکر کو بنانا۔ لیکن یہ میرے بھائی اور رفیق ہیں اور اسلام کی بنیاد اخوت پر ہے۔ یہاں عام اخوت مراد ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود سے معاہدہ صلح کیا اور ایک عہد نامہ لکھ لیا۔ یہود کے

بہت بڑے عالم عبد اللہ بن سلام مہرمت سے حاضر ہوئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ البتہ عام یہود کفر پر جمے رہے۔

(قوم یہود) کے تین قبائل تھے بنو قنیقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ تینوں نے آپ سے جنگ کی۔ آپ نے بنو قنیقاع پر احسان فرمایا۔ بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ قتل ہوئے۔ اور ان کی اولاد کو غلام بنا لیا گیا۔ بنو نضیر کے متعلق سورہ حشر اور بنو قریظہ کے متعلق سورہ احزاب نازل ہوئی۔

تحويل قبلہ اور مؤمنین کا امتحان

یہود، نصاریٰ اور مشرکین کی قیاس آرائیاں

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف | نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بیت المقدس کی طرف

رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن چاہتے تھے کہ کعبہ مشرفہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل جائے۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا:

میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قوم یہود کے قبلہ سے میرا رخ بدل دے۔

انہوں نے عرض کیا، اپنے رب سے دعا کیجئے اور درخواست پیش کیجئے، کیونکہ میں تو

فقط بندہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے اور اس لگائے رکھتے کہ شاید حکم مل جائے

آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، **قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ**

قِبْلَةً تُرِضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

یعنی، ہم آپ کا رخ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں پس ہم یقیناً اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ چاہتے ہیں پس اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے۔

یہ واقعہ مدینہ تشریف آوری کے سولہ ماہ بعد غزوہ بدر سے دو ماہ قبل پیش آیا۔ محمد بن سعد

فرماتے ہیں کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے انہیں ابو معشر نے بتایا انہیں محمد بن کعب قرظی سے روایت ملی۔

فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے کسی نبی سے قبلہ یا سنت کے معاملہ میں خلاف

نہیں کیا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کیے رکھا۔ پھر

آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

تَسْمَعُ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ الْآيَةَ -

”بلاشبہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحويل قبلہ ایک عظیم حکم اور مسلمانوں، مشرکین، یہود

اور منافقین کا امتحان تھا، چنانچہ مسلمانوں نے کہا ہم ایمان لائے اور اطاعت کی اور کہا

ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ سب ہمارے ہی رب کی طرف سے ہے، مشرکین نے کہا جس طرح ہمارے قبلہ کی طرف محمدؐ رجوع کر آئے ہو سکتا ہے کہ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیں، حالانکہ آیت سے محض حق کی بنا پر رجوع فرمایا تھا، اور قوم یہود کہنے لگی کہ اھوں نے اس سے قبل قبلہ انبیاء کی مخالفت کی۔ اگر یہ نبی ہوتے تو اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ اور منافقین کہنے لگے ہم نہیں سمجھتے کہ محمدؐ کس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں؟ اگر پہلی صورت حق تھی تو اھوں نے اسے ترک کر دیا۔ اور اگر دوسری صورت حق تھی تو پہلے باطل پر تھے۔

اس طرح جہلا کی جانب سے کئی باتیں کی جانے لگیں اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی ہوا یعنی **وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ** یعنی اگرچہ یہ (تحويل قبلہ) بھاری ہے مگر ان پر (بھاری نہیں) جن میں اللہ نے ہدایت دی۔ بلاشبہ اللہ کی جانب سے اپنے بندوں کا امتحان تھا تا کہ دیکھے کہ کون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے؟ اور کون اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹ جاتا ہے۔

چونکہ کعبہ کی شان اور اس کا معاملہ ایک عظیم واقعہ ہے اس لیے اللہ **ایک اہم اور عظیم واقعہ** تبارک و تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت کاملہ سے منسوخ کیا اور فرمایا کہ وہ اس سے بہتر یا اسی جیسا حکم نافذ کرے گا۔ اس کے بعد جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا، خدا کی طرف سے اسے زبرد تو بیخ کی جاتی۔ اس کے بعد یہود و نصاریٰ کا اختلاف کر کے بتایا کہ یہ آپس میں کہا کرتے ہیں کہ تم کسی دنج، پر نہیں ہو اور بندوں کو ان کی موافقت کرنے اور خواہشات کے اتباع سے منع فرمایا، اس کے بعد ان کا کفر و شرک بیان کیا اور ان کا قول بتایا کہ یہ کہتے ہیں خدا کا بنیاد ہے، حالانکہ وہ اس الزام سے پاک اور بلند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مشرق مغرب اسی کا ہے اور بندے جہد پر اپنا رخ کرتے ہیں وہ اس طرف موجود ہوتا ہے اور وہ بہت ہی عطا کرنے والا جاننے والا ہے۔ اسی لیے اس کی عظمت و وسعت اور احاطہ کے باعث بندے کا رخ جس طرف بھی ہوگا اللہ تعالیٰ کو (پالے گا) پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے دوزخوں کے متعلق باز پرس نہیں کرے گا۔ جو اس کی تصدیق و اتباع نہیں کرتے۔ پھر بتایا کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تپ تک راضی نہ ہوں گے جب تک کہ وہ ان کی اطاعت نہ کریں۔ اور اگر اھوں نے ایسا کیا تو اللہ کے مقابلہ میں ان کا نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ مددگار اس کے بعد اہل کتاب پر کئے گئے انعامات اور خوف قیامت کا تذکرہ فرمایا اور خانہ کعبہ کے معمار حضرت ابراہیمؑ کا

تذکرہ کیا اور ان کی مدح و تعریف فرمائی اور بتایا کہ ہم نے انھیں تمام لوگوں کا امام بنا دیا۔ اس کے بعد اپنے گھر بیت الحرام کا تذکرہ فرمایا اور حضرت خلیل علیہ السلام کو جس طرح تمام لوگوں کا امام بنا یا تھا، اسی طرح بیت اشد کو بھی ان سب کا امام رقبہ و مرکز قرار دیا۔ پھر بتایا کہ جو اس امام سے سرکشی کرے وہ تمام لوگوں سے زیادہ نادان اور بے مغز ہوگا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان کی اقتداء کریں اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان لائیں۔ پھر جن لوگوں نے حضرت ابراہیم اور ان کے اہل بیت کو یہودی یا نصرانی کہا، ان کے قبول کا رد کیا۔ ان تمام مباحث کو تحویل قبیلہ کا مقدمہ بنا کر ذکر کیا۔

ان تمام احتیاطوں کے باوجود تحویل قبیلہ کا فیصلہ لوگوں کو سخت ناگوار گذرا، سوا ان لوگوں سے جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ تعالیٰ نے شہر دین کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے۔ بیدھے راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے چنانچہ انہیں قبیلہ کی طرف ہدایت فرمائی اور یہی وہ قبیلہ ہے جو ان کے قابل ہے اور امت محمد اس کی اہل ہے کیونکہ یہ سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ قبیلہ ہے اور وہ تمام اہم سے متوسط اور افضل ہے۔

افضل قبیلہ افضل امت کے لیے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے افضل قبیلہ کو افضل امت کے لیے منتخب فرمایا جیسے ان کے لیے سب سے زیادہ افضل رسول

اور سب سے زیادہ افضل کتاب منتخب فرمائی اور انہیں خیر القرون میں بھیجا اور سب سے افضل شریعت عطا فرمائی اور اسے اعلیٰ اعلاق دیا اور افضل مقام مرحمت فرمایا اور جنبت میں اس کے لیے سب سے اچھے گھر بنائے اور قیامت کے روز ان کے لیے سب سے اعلیٰ موقف بنایا جو ایک اونچے ٹیلے پر ہوگا باقی لوگ نیچے ہوں گے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو جسے چاہتی ہے اپنی رحمت سے محتص فرماتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل والا ہے

جہاد کی فضیلت

مجاہد کے مراتب، شہید اور غازی

آنحضرت کا معمول اور سنت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے عوض اس کے بنانے والے کو بشرطیکہ وہ خیر کی خواہش رکھتا ہو نیز کھینچنے والے اور چلانے والے سب کو جنت میں داخل فرمائے گا، لہذا تیر اندازی کرو، سواری کرو اور سواری سے تمہارا تیر چلانا میرے لیے زیادہ پسندیدہ ہے اور آدمی کا ہر لہو و لعب باطل ہے۔ سو امکان کے ساتھ تیر چلانا یا اپنے گھوڑے کو جنگی کاموں کے لیے پسد ہانا اور اپنی بیوی سے چاؤ پیار کا برتاؤ کرنا، جسے اللہ تعالیٰ نے تیر اندازی سکھائی پھر وہ اسے بے پروائی کے باعث بھول گیا تو اس نے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا (مسند احمد اور اہل سنن و ابن ماجہ کی روایت ہے کہ جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔

امام احمد نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ ہر (اچھی) چیز کی جڑ ہی ہے اور تجھ پر جہاد کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے اور تجھ پر ذکر الہی اور تلاوت قرآن لازم ہے۔ کیونکہ یہ آسمان پر تیری حیات ہوں گے اور زمین پر تیرے یار نیز آپ نے فرمایا جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا یا جہاد کی تیاری نہ کی یا مجاہد کے اہل سے کوئی کھلائی نہ کی اسے قیامت سے قبل ضرور دکھ پہنچے گا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ درہم و دینار (خرچ کرنے سے بخل کریں گے اور سود کا کاروبار کریں گے اور چوپاؤں کے پچھے چل پڑیں گے اور اللہ کی راہ

میں جہاد کرنا ترک کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر مصائب نازل کرے گا اور اس وقت تک وہ مصائب دور نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹ نہ آئیں۔

ابن ماجہ نے حدیث نقل کی ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کے بدن پر جہاد کا ذرا بھی نشان نہ ہو (اس کے بدن پر) نشان (نا فرمائی) ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ: یعنی، اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب ترک جہاد ہے۔

نیز صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت زیر سایہ شمشیر ہے۔ نیز آپ سے مروی ہے فرمایا: کہ جو مال دینار اور اسیم و زر کے لیے جہاد کرے وہ اجر سے محروم ہے!

آپ دن کے آغاز میں جہاد پسند فرماتے تھے جس طرح سفر کے لیے ابتدائے دن کو موزوں سمجھتے تھے اور اگر ابتدائے دن میں جنگ شروع نہ کرتے تو غروب آفتاب: پوراؤں کے چلنے اور نزولِ نصرت خدا تک مؤخر فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو آدمی بھی فوت ہو اور اللہ کے ہاں اس کا اچھا مقام ہو۔ تو وہ دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے سب کے عوض بھی دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا۔ سوائے شہید کے کہ جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھتا ہے تو چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور اسے دوبارہ قتل کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے اُسے دس بار قتل کیا جائے۔

جب غزوہ بدر کے موقع پر حاتھ بنت نعمان کا ٹرکا شہید ہو گیا تو وہ پوچھنے لگی میرا بچہ کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا: کہ وہ فرو و س اعلیٰ میں ہے۔ نیز آپ نے فرمایا: کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔ ان کے لیے عرش پر معلق تندیلیں ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں بسر کرتی رہتی ہیں۔ پھر یہ ان تندیلوں کی طرف چلتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی طرف جھانکتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ کیا تمہیں مزید کسی چیز کی تمنا ہے؟ شہداء عرض کرتے ہیں ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں بسر کرتے ہیں۔ اب ہم کس بات کی تمنا کریں؟ اللہ تعالیٰ تین بار ان سے دریافت فرماتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ جواب دے

بغیر چھٹکار نہ ہوگا۔ تو کہتے ہیں اسے پروردگار۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں لوٹا دے حتیٰ کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل ہوں۔ چنانچہ جب (اللہ) دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے کئی انعامات ہیں یہ کہ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اس کی جگہ دکھادی جاتی ہے۔ اسے ایمان کا لباس پہنایا جاتا ہے اور حور العین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے، اسے عذابِ قبر سے پناہ دی جاتی ہے اور وہ بڑے دن (قیامت) کی گھبراہٹ سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر وقار کا تلخ رکھا جاتا ہے جس کا ایک یا قوت دنیا و مافیہا سے زیادہ بیش قیمت ہوتا ہے اور حسین آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ستر اقارب کے لیے سفارش کر سکتا ہے (احمد و ترمذی)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہیاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے کیا فرمایا؟ انہوں نے عرض کیا ارشاد!

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے حجاب کے بغیر کلام نہیں فرمایا اور تیرے والد کے ساتھ کھلم کھلا گفتگو کی۔ فرمایا اے میرے بندے میرے حضور سب اپنی تمنائیں کر میں آسے پورا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا، اے پروردگار مجھے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ میں تیری راہ میں پھر سے لذتِ قتل حاصل کروں۔ (اللہ) تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ تو طے ہے کہ دوبارہ (دنیا کی طرف) لوٹا یا نہ جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار پھر ہمارے بچے پیغامِ پنچا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں وہ اپنے پروردگار کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔

اور سنن میں آیا ہے کہ شہید کی اپنے ستر گھر والوں کے بارے میں سفارش قبول ہوتی ہے۔ مسند میں مروی ہے کہ افضل شہداء وہ ہیں کہ جو (لڑائی) کی صف میں اس طرح جائیں کہ

اور اُدھر تو جہنہ کریں، یہاں تک کہ قتل ہو جائیں۔ وہی جنت کے اعلیٰ مقامات کی طرف ڈر ہے یہی اور تیرا پروردگار ان کو دیکھ کر (دمرت سے) ہنستا ہے۔ اور جب دنیا میں تیرا رب کسی کی طرف دیکھ کر ہنس دے تو پھر کوئی حساب کتاب نہیں۔ اور شہداء کے کئی مراتب ہیں۔

(۱) ایک وہ آدمی جو مومن ہے، اس نے دشمن کا مقابلہ کیا، اللہ کی تصدیق کی یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ یہ وہ شہید ہے جس کی طرف لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ پچنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گردن اٹھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی مائل بہ سقوط ہو گئی۔

(۲) دوسرا آدمی وہ مومن ہے جس نے دشمن کا مقابلہ کیا گویا اس کی جلد پر کاٹا چھوڑ ہے اسے تیرا آن کر لگا اور وہ قتل ہو گیا یہ دوسرے درجہ میں ہے۔

(۳) وہ مومن جس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ نیک عمل کیے اور برائی بھی کی۔ پھر دشمن کا مقابلہ کیا، اللہ کی تصدیق کی اور قتل ہو گیا تو یہ آدمی تیسرے درجے میں ہے۔

(۴) اور ایک آدمی جس نے اپنے رب پر بہت سی زیادہ ظلم و ریادتی کی۔ پھر دشمن کا مقابلہ کیا، اللہ کی تصدیق کی، یہاں تک کہ قتل ہو گیا تو یہ چوتھے درجہ میں ہے۔

اور مسند و صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ مقتول تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ مومن جو اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے، دشمن کا مقابلہ کرے اور راہِ خدا میں شہید ہو جائے تو یہ ممتحن شہید ہے جو اللہ کے عرش کے نیچے اس کے خیمہ میں ہے۔ ابن علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف بہ اعتبار نبوت اس سے افضل ہیں۔ دوسرا وہ مومن جس نے گناہ کیا، برائیاں بھی کیں اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، یہاں تک کہ دشمن سے مل گیا اس سے جنگ کی اور قتل ہو گیا تو ایک ہی آواز نے اس کے گناہ و برائیاں مٹا دیں اور تلوار نے اس کے گناہ ختم کر دیے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکے گا۔ کیونکہ اس کے آٹھ دروازے ہیں اور دوزخ کے سات۔ اور تیسرا وہ منافق جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا، دشمن کا سامنا کیا اور اللہ کی راہ میں جنگ کی۔ آخر قتل ہو گیا تو وہ آگ میں جائے گا (یہ جہاد) اس کے نفاق کو نہ مٹا سکے گا۔ نیز صحیح روایت میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کافر اور اس کا قاتل دوزخ میں کبھی بھی جمع نہ ہوں گے۔

سب سے بڑا جہاد و ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق | سنن ابن ماجہ میں ہے کہ سب سے

بڑا ہمدرد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ نیز مروی ہے کہ آپ کی امت کا ایک
 روہ ہمیشہ حق کی خاطر جہاد کرتا رہے گا۔ اور انہیں نیا دیکھانے اور مخالفت کرنے والا ضرر نہ
 دے سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے متعلق اپنے اصحاب سے فرار نہ ہونے کی
 بیعت لیا کرتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے موت پر بھی بیعت لی ہے، جہاد پر بھی بیعت
 لی ہے جس طرح اسلام پر (قائم رہنے کی) بیعت لی ہے اور فتح سے قبل ہجرت پر بیعت
 لی ہے، توحید پر، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر بیعت لی ہے اور فقراء صحابہ سے
 اس بات پر بیعت لی ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگیں گے اس کے بعد حال یہ تھا کہ کسی کے
 ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو وہ اس سے پکڑنے کے لیے خود اترتا اور کسی سے نہ کہتا کہ ذرا اسے اٹھا
 دو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد دشمن اور منازل سفر کے متعلق صحابہ سے بہ کثرت
 مشورہ فرماتے۔

آنحضرت اکثر مشورہ فرمایا کرتے تھے | مستدراک میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی
 ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔ نیز آپ سفر میں پیچھے رہتے
 کمزور کو ساتھ ملا کر چلاتے اور نہ چل سکنے والے کو ساتھ سوار کر لیتے اور چلنے میں آپ تمام
 لوگوں سے زیادہ نرم روی سے کام لیتے اور جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو جنگی
 چال سے کام لیتے۔ مثلاً آپ نے جب غزوہ حنین کا ارادہ فرمایا تو دریافت کیا کہ بخدا راستہ
 کونسا ہے اور اس کا پانی کیسا؟ اور وہاں کون کون دشمن ہے وغیرہ؟

آپ فرمایا کرتے کہ لڑائی فراست کا نام ہے۔ نیز آپ جاسوسوں کو بھی ارسال فرماتے
 وہ دشمن کی خبریں لاتے اور اس کے عساکر کا پتہ چلاتے اور جب آپ دشمن کو دیکھ پاتے تو ٹھہرتے
 دعا کرتے اور اللہ سے مدد چاہتے۔ آپ اور آپ کے صحابہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے اور
 اپنی آواز نرم رکھتے اور آپ لشکر کو مرتب کرتے۔ ہر سمت میں صفیں قائم کرتے اور سامنے کی

ملہ یعنی حنین کی بجائے نجد کی معلومات حاصل فرمائیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہم نجد جائیں گے۔ کیونکہ یہ

غلط بیانی ہوتی اور ہر نبی معصوم ہوتا ہے (رضی اللہ عنہ جعفری)

جانب مبارزت فرماتے۔ آپ جنگ کے لیے مخصوص لباس پہنتے۔ بسا اوقات آپ نے دو
 زریں بھی زیب تن کیں۔ نیز آپ کے پرچم اور جھنڈے بھی ہوتے۔ جب آپ کسی قوم سے مقابلہ
 کرتے تو تین دن تک وہاں ٹھہرتے پھر واپس آتے۔ جب حملہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو انتظار
 فرماتے۔ اگر وہاں اذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے۔ ورنہ حملہ کر دیتے۔ کبھی آپ دشمن پر
 رات کو حملہ کرتے اور کبھی دن کو اچانک حملہ کر دیتے اور آپ ہجرات کو صبح سویرے نکلنا
 پسند کرتے اور جب لشکر کسی جگہ اترتا تو آپ ایک دوسرے کو اس طرح ترتیب دیتے کہ
 اگر ان پر چادر ڈال دی جاتی تو سب کو کافی ہو جاتی۔ نیز آپ صفیں مرتب کرتے اور جنگ
 کے وقت اپنے ہاتھ سے انہیں ٹھیک فرماتے اور کہتے اے فلاں آگے بڑھیو، اے فلاں
 پیچھے ہٹ جاؤ۔ آپ اس آدمی کو پسند فرماتے جو اپنی قوم کے جھنڈے تلے جنگ کرے اور
 جب دشمن سے ملاقات کرتے تو فرماتے:

اللهم منزل الكتاب ومجري السحاب وهازم الاحزام اهزمهم
 وانصرنا عليهم۔ (یعنی اے اللہ کتاب نازل کرنے والے اور بادل پھیلانے والے اور
 عساکر کو شکست دینے والے انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔
 نیز یہ دعا بھی کیا کرتے: اللهم انت عضدی وانت نصیری وبك اقاتل۔
 یعنی: اے اللہ تو ہی میرا بازو ہے اور تو ہی میرا مددگار ہے اور تیری مدد ہی سے میں جنگ
 کرتا ہوں۔

جب جنگ خوب تیز ہو جاتی اور لڑائی شدت اختیار کر جاتی اور دشمن آپ کی
 طرف بڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرمایا کرتے۔

انا النبی لا کذب
 انا ابن عبد المطلب
 میں نبی ہوں (یہ جھوٹ نہیں
 میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اور جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تو لوگ آپ کے پاس آن کر پناہ چاہتے آپ دشمن
 کے سب سے زیادہ قریب ہوتے

جنگ کے موقع پر مسلمانوں کے تحفیہ شعار نیز لڑائی میں آپ صحابہ کا ایک نشان

مقرر فرمادیتے جب وہ آپس میں ملیں (تاکہ دشمن دھوکہ دے کر شریک نہ ہو سکے) ایک بار ان کا شعار یہ تھا امت امت ایک بار یا منصور شعار مقرر کیا گیا ایک بار ہمہ لاینیرون شعار تھا۔ آپ زرہ اور خود پسین لیتے اور تلوار کو قلاوے میں رکھتے۔ نیز سے اور عربی کمان اٹھاتے ہوئے۔ نیز آپ ڈھال سے بھی تحفظ فرماتے اور لڑائی میں آپ اکڑ کر چلنے کو پسند کرتے۔ آپ نے منجیق سے کام لیا اور اسے اہل طائف کے لیے استعمال کیا آپ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ لڑائی کے دوران میں آپ جسے بالغ سمجھتے اسے قتل کرتے اور جو بالغ نہ ہوتا اسے قتل کرنے سے حیا کرتے۔ جب آپ کوئی فوج بھیجتے تو اسے اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے اور فرماتے! اللہ کے نام سے اور اور اللہ کی راہ میں سفر شروع کرو اور جو اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور مثلاً رہا تھ پاؤں کا ٹٹا نہ کرو اور نہ دھوکہ دو اور نہ بچے کو قتل کرو۔ نیز آپ دشمن کے علاقہ کی طرف قرآن مجید لے کر سفر کرنے کی ممانعت فرماتے اور آپ فوج کے امیر کو حکم دیتے کہ دشمن سے جنگ کرنے سے قبل اسے دعوت دو۔ یا اسلام اور ہجرت قبول کرے یا ہجرت کے بغیر محض اسلام قبول کرے (لیکن مؤخر صورت) میں وہ مسلمانوں کی طرح غنیمت کا حقدار نہ ہو گا اور یا پھر چیز یہ ادا کرے۔ اگر یہ شرائط قبول ہوں تو ٹھیک ورنہ اللہ سے مدد چاہو۔ اور جنگ کرو اور جب آپ دشمن پر ظفر یاب ہوتے تو منادی کرنے کا حکم فرماتے اور تمام غنائم جمع کی جاتیں اور چینی ہوئی چیزیں مالکوں کو دی جاتیں۔ پھر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (خمس) نکالتے اور باقی فوج پر تقسیم فرمادیتے۔ سوار کو تین حصے مرحمت فرماتے۔ ایک حصہ آدمی کا اور دو حصے گھوڑے کے اور پیدل کو ایک حصہ عطا فرماتے یہی مسلک آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور غنیمت میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حصہ ہوتا تھا۔ اسے صنفی کہتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ صنفی میں سے تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بنی زہیر بن قیس کی طرف جو مکتوب مبارک ارسال فرمایا اس میں ہے کہ اگر تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو اور صنفی ادا کرو، تو تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی امان ہے اور آپ کی ذوالفقار نام کی تلوار بھی صنفی میں سے تھی اور مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر جو غزوہ سے غائب ہوتا تو اس کا آپ حصہ مقرر فرماتے

جیسے آپ نے حضرت عثمانؓ کا بدر میں حصہ مقرر کیا۔ جب وہ غزوہ بدر میں آپ کی صاحبزادی کی تیمارداری کے باعث حاضر نہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں گیا ہے۔ چنانچہ ان کا حصہ نکالا گیا۔

نیز صحابہؓ جنگ کے موقع پر خرید و فروخت کرتے تھے۔ آپ انہیں دیکھتے اور منع نہ فرماتے ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے آج اس قدر نفع حاصل ہوا ہے کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کس قدر ہے اس نے عرض کیا میں خرید و فروخت کرتا رہا یہاں تک کہ تین سو اوقیہ حاصل کر لیے آپ نے فرمایا میں تمہیں زیادہ نفع کی بات بتاؤں؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ناز کے بعد دو رکعتیں (نوافل)

نیز صحابہؓ غزوات میں دو طریق پر خدمات مستعار لیتے تھے۔ ایک یہ کہ آدمی جہاد کے لیے جائے اور اثنائے سفر میں خدمت کے لیے آدمی نوکر رکھ لے۔ دوسرے یہ کہ جو جہاد میں جا رہا ہے وہ دوسرے کا مال اجرت پر لے لے اسے جعائل کہا کرتے تھے۔ اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غازی کے لیے اس کا اپنا اجر ہے اور جعائل کے لیے جعل یعنی مال دینے کا اجر اور غازی کے (دونوں) اجر ہیں

اور مال غنیمت میں دو طرح شرکت کیا کرتے تھے۔ ایک شرکت بدنی دوسرے یہ کہ ایک آدمی اپنا اونٹ یا گھوڑا دوسرے کو اس شرط پر دیتا ہے کہ اس پر چڑھ کر جہاد کرے اور جو مال غنیمت ملے اس کا نصف اسے ادا کرے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک تیر کے دو حصے کیے گئے چنانچہ ایک کو تیر مل گیا اور دوسرے کو اس کا پھلا اور پیر ملا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ثمار اور سعدؓ نے بدر کے دن مشارکت کی۔ حضرت سعدؓ دو قیدی لے آئے۔ میں اور ثمارؓ غالی ہاتھ آئے۔ کبھی آپ سوار فوج اور کبھی فوج ارسال فرماتے۔ لیکن فتح ہو جانے کے بعد جو آتا اس کا حصہ مقرر نہ فرماتے

دشمن کا مال بھی ناجائز طور پر نہیں کھایا جاسکتا | غزوات میں آپ کے ہمراہ مسلمان

تو کھا لیتے اور اسے منام میں نہ لے جاتے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ہمد میں ایک لشکر نے کھانا نیز شہد مال غنیمت میں حاصل کیا۔ آپ نے اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) وصول نہ فرمایا اور حضرت عبد اللہ بن معقلؓ کو خبر کے دن چربی کا ایک مشکیزہ ملا۔

وہ منسکے آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔ (ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور مسکرا دیئے اور کچھ نہ فرمایا۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ سے دریافت کیا گیا۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں از قبیل طعام اشیاء کا خمس دیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: فتح خیبر کے دن ہمیں کھانا ہاتھ لگا۔ جو بھی آتا حسب ضرورت لے کر چلا جاتا۔ بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں اخروٹ کھا لیا کرتے اور تقسیم نہ کرتے تھے۔ یہاں تک ہم اپنے سامان سفر کے پاس آتے اور اسے بھرا ہوا پاتے۔

دشمن کی لاش کا بھی حلیہ نہیں بگاڑا جاسکتا | آپ غزوات میں لوٹ مار کرنے اور

مثلاً (ناک وغیرہ مقتول کی کوٹھا) کرنے سے منع فرماتے۔ آپ نے فرمایا جس نے ایک بار لوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک مرتبہ لوٹ کے مال سے چند دیگچیاں چولھے پر رکھی گئیں۔ آپ نے انہیں الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ابوداؤد نے ایک انصاری کی روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ لوگوں کو سخت حاجت لاحق ہوئی اور بڑی مشقت اٹھانی پڑی پھر انہیں مال غنیمت ملا تو (تقسیم کرنے کی بجائے) اسے لوٹ لیا۔ (اس لوٹ کے مال سے) ہماری دیگچیاں ابل رہی تھیں کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان کے سہارے چلتے ہوئے تشریف لائے اور اسی سے دیگچیاں الٹ دیں۔ پھر فرمایا۔

لوٹ کا مال مردار سے ہلال نہیں ہوتا اور مردار لوٹ سے حلال نہیں ہوتا۔

نیز آپ نے مال غنیمت کے جانور پر سواری کرنے کی ممانعت فرمائی کہ جب کمزور ہو جائے تو لوٹا دے اور اسی طرح مال غنیمت میں سے لباس نہیں پہنا کہ جب پرانا ہو جائے تو لوٹا دے (اس کی بھی ممانعت فرمائی) البتہ حالت جنگ میں اس سے استفادہ کرنے کی ممانعت نہیں کی۔

اور آپ غلول (خیانت کر کے مال چھپالینا) کی سخت ترین مخالفت کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے

یہ قیامت کے دن اس کے مرتکب پر عار ہوگی آگ ہوگی اور رسوا ہوگی۔ جب آپ کے غلام مدغم کو تیر لگا تو صحابہؓ کہنے لگے، اسے جنت مبارک ہوگی

آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے غزوہ خیبر

کے دن مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جو چادر اس نے لے لی تھی وہ اس پر آگ کی صورت میں جلانی جا رہی ہے۔ یہ سن کر ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے آیا، تو آپ نے فرمایا ایک یا دو تسمے آگ کے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ غلول اور اس کی شدت و برائی کا ذکر کیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس طرح نہ ملوں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور چیخ رہی ہو یا گھوڑا اس کی گردن پر سوار ہنہتا رہا ہو۔ اور وہ کہے اسے اللہ کے رسول میری مدد فرمائیے اور میں کہوں گا کہ تیرے لیے میرے بس میں کچھ نہیں۔ میں نے تمہیں (اسلام کا حکم) پہنچا دیا تھا یا کسی کی گردن پر خاموش (سونا چاندی) سوار ہو اور وہ کہے اسے اللہ کے رسول میری مدد فرمائیے میں کہوں کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے بچانے کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں۔ میں نے تجھے (اسلام کا حکم) پہنچا دیا تھا یا کوئی ایسا ہو کہ جس کی گردن پر گھڑی رکھی ہو، جس سے اس کا سانس بند ہو رہا ہو اور وہ کہے۔ اسے اللہ کے رسول میری مدد فرمائیے تو میں کہوں گا تیرے متعلق مجھے کچھ اختیار نہیں۔ میں نے تجھے (اسلام کے احکام) پہنچا دیے تھے۔ نیز سامان کے ایک پر پدار کے مرنے کے بعد آپ نے فرمایا یہ آگ میں ہے۔

چنانچہ (صحابہؓ) گئے اور اس کی تلاشی لی تو دیکھا کہ اس نے ایک عباد کی خیانت کی تھی۔ ایک غزوے میں صحابہؓ نے کہا کہ فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے۔ یہاں تک کہ آدمی کے پاس سے گزے اور کہنے لگے کہ فلاں بھی شہید ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے دوزخ میں ایک چادر یا عباد کی وجہ سے دیکھا جو اس نے خیانت سے چھپالی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب جاؤ اور جا کر لوگوں میں منادی کرو کہ جنت میں ایمان والوں کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔

غیر کے دن ایک آدمی فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اپنے ساتھی کا جنازہ (خود) ہی بٹھ لو۔ (مارے غم) کے لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے اللہ کی راہ (کے مال میں) کچھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ سامان کی تلاشی لی تو یہودیوں کا ایک منکہ دستیاب ہوا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔

جب آپ کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تو حضرت بلالؓ کو حکم فرماتے سب لوگ مالِ غنیمت لے کر حاضر ہو جائے آپ اس کا خمس نکال لیتے اور (باقی) تقسیم فرما دیتے۔ ایک آدمی (تقسیم کرنے) کے بعد بالوں کی ایک لگام لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بلال کی نذر تین بار سنی ہے اس نے عرض کیا ہاں!

آپ نے فرمایا کہ پہلے لانے میں کیا رکاوٹ پیش آئی تھی؟ اس نے عذر کیا۔ آپ نے فرمایا تو اسے قیامت کے روز لائے گا۔ اب میں تجھ سے ہرگز قبول نہ کروں گا!

جنگ آج سے ۱۴ برس پہلے بھی ہوتی تھی آج بھی ہوتی ہے، دشمن کے سپاہی آج سے ۱۴ سو برس پہلے بھی لڑتے تھے، آج بھی لڑتے ہیں، آج سے ۱۴ سو برس پہلے کا زمانہ جہالت کا زمانہ تھا، بربریت، سفاکی، وحشت اور جفاکاری کا زمانہ تھا، آج کا زمانہ، انسانیت، تہذیب، شائستگی اور مدنییت کا زمانہ ہے، لیکن کیا آج کے زمانے میں بھی دشمن کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے، وہی رعایتیں کی جاتی ہیں، وہی سہولتیں عطا ہوتی ہیں؟ آج سے چودہ سو برس پہلے عرب کے انبیاء نے عطا فرمائی تھیں؟۔ کلامِ کلاہ!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک عظیم الشان انقلاب سے دنیا کو روشناس کیا اور یہ ایسا انقلاب تھا جو آج بھی بالکل تازہ اور نیا معلوم ہوتا ہے۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی یاد، اس کے اثرات و نتائج آج بھی بہت سے دماغوں میں تازہ ہوں گے۔ ان دونوں جنگوں میں فاتح نے مغرب کے ساتھ جو سلوک کیا اور جس طرح اسے تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا اور جس طرح مغتوجہ مشہروں کو پامال کیا، اس کی مثال کیا پیغمبرِ صحرا کے عہدِ گرامی میں بھی ملتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی جنگ بھی ایک رحمت ہے، اگرچہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت کے باعث اس کا اعتراف نہ کریں!

(رئیس احمد جعفری)

جہاد اور اس کی فضیلت

جہاد کی قسمیں، مجاہد کے درجات، اللہ کی نعمت

احکام جہاد کے تدریجی مرحلے | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور اپنے مومن

بندوں کی نصرت و فوجی عداوت اور باہمی جنگ کے بعد ان کے قلوب میں محبت ڈال دی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور مومنین نے آپ کو ہر سیاہ و سفید دشمنی سے بچانے کی کوشش کی اور آپ کی خاطر ہر قسم کا جہاد کیا اور اپنے والدین، اولاد اور بیویوں پر آپ کو ترجیح دی اور آپ ان کے نزدیک اپنی زندگی سے کہیں زیادہ قابلِ رحمت تھے، چنانچہ عرب اور یہود نے مل کر ان کا مقابلہ کیا جنگ اور عداوت پر اتر آئے۔ اور ہر جانب سے ان پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ آخر ان کو بھی شوکت و قوت حاصل ہوئی اور ان کے بازوؤں میں بھی توانائی آگئی تو انہیں جہاد کی اجازت دی گئی لیکن یہ فرض نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّا لَنَصِرُ لِقَدِيرٍ، یعنی جن سے مقابلہ کیا جاتا ہے، انہیں اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ سوت مکی سے اور یہ اذن مکہ میں داخل ہے۔ یہ نظریہ

آیہ جہاد کے بارے میں الکار

کئی دلائل سے غلط ہے، ایک تو یہ کہ اللہ نے مکہ میں قتال کی اجازت نہیں دی تھی اور نہ مسلمانوں کو کوئی خاص شوکت حاصل تھی کہ جس کی بنا پر وہ مکہ میں قتال کر سکتے۔ دوسرے آیت کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اذن ہجرت اور گھروں سے خارج کرنے کے بعد ملا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذین اخرجوا من ديارهم لغير حق الا ان يقولوا ربنا الله ، یعنی

جنہیں اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا مگر وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

اور یہ ہاجرین کی جماعت تھی۔ تیسرے کہ مستدرک حاکم میں حضرت ایش نے انہوں نے

مسلم بطین سے انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیا

کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے۔ تو ابوبکر نے فرمایا، مشرکین نے اپنے نبی کو

نکال دیا، انا لله وانا اليه راجعون، یہ یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت نازل فرمائی، اذنت للذین یقاتلون باخفہ ظلموا، یہ قتال کے متعلق پہلی آیت ہے

اس کے بعد ان کے مقابلہ میں جو مقابلہ کریں، جہاد کرنا فرض قرار دیا گیا،

جہاد فرض قرار دیا گیا اور فرمایا، وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوكُمْ،

یعنی اللہ کے راستے میں ان سے جنگ کرو جو تم سے برسرِ پیکار ہیں۔

اس کے بعد تمام مشرکین کے خلاف جہاد فرض ہو گیا، اب یہ یا تو فرض عین ہے، جیسے دوا قوال

میں سے ایک مروی ہے، یا مشہور قول کے مطابق فرض کفایہ ہے۔ بہر حال از روئے تحقیق جہاد کرنا

فرض عین ہے، دل سے یا زبان سے یا مال سے یا ہاتھ سے، اس طرح ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ

انواع جہاد میں سے کسی نہ کسی نوع کا جہاد ضرور کرے۔

ربہا جہاد نفس (جان کے ساتھ جہاد کرنا) یہ فرض کفایہ ہے اور جہاد با المال کے متعلق دو قول

مروی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاد با النفس اور جہاد با المال کو ایک ہی

انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

اس آیت میں آگ سے نجات اور گناہوں کی بخشش اور دخولِ جنت کو اس (جہاد) سے مشروط

کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ تُوْمَتُونَ

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَعْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

یعنی "اے ایمان والو، کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی خبر دوں (جو) تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتے ہو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو، تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغات میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور پاکیزہ مکانات عدن کے باغات میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

پھر جب کہ مدعیانِ محبت کی کثرت ہو گئی تو ان سے مطالبہ ہوا کہ دعوے کے ثبوت میں دلیل پیش کریں (اور وہ ثبوت یہ تھا)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ "یعنی کہہ دو، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت رکھے گا۔"

اس پر تمام مخلوق تجھے ہٹ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور آپ کی سنت طیبہ و اخلاقِ حسنہ میں (حبِ اللہ) محدود ہو گئی۔ اس طرح ان سے ایک واضح عدالت طلب کی گئی، اور فرمایا گیا کہ تزکیہ کے بغیر عدالت قبول نہیں کرتے (اور تزکیہ بھی ایسا کہ جس کے ساتھ ساتھ، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور کسی ملامت سے نہ ڈریں۔ اس مقام پر محبت کے کئی دعوے دار تجھے ہٹ گئے اور مجاہدین کھڑے رہے۔ پھر کہا گیا کہ محبت کرنے والوں کی جان اور مال ان کا اپنا نہیں۔ اس لیے جس پر عہد قائم ہوا وہ حوالے کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کا جان و مال خرید لیا کہ انہیں جنت ملے گی۔ اور ضروری ہے کہ یہ عہد جانین کی طرف سے تسلیم کیا جائے اور حیبِ تجارت نے خریدی ہوئی چیز کی عظمت اور قیمت کا اندازہ کر لیا جس کے مبارک ہاتھوں پر عہد ہو رہا ہے۔ اس کے جلال اور جس کتاب میں عہد ہو رہا تھا اس کتاب کا مرتبہ و مقام محسوس کر لیا، تو انہیں یقین ہو گیا کہ اس مبیعہ کی وہ شان و عظمت ہے جو کسی دوسرے مبیعہ کی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے انہیں معلوم ہو گیا کہ اگر اسے چننا کھولنے درہم (دینار) کی خاطر بیچ دیا گیا تو یہ سخت نقصان اور واضح بددیانتی ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے بغیر کسی قیل و قال کے اپنی رضامندی اور اختیار و ارادہ کے ساتھ مشتری کے ساتھ بیع کر لی۔ اب حیبِ بیع مکمل ہو چکی اور مبیعہ (چیز) حوالے کر دی گئی، تو انہیں بتا دیا گیا کہ اب تمہارے مال اور تمہاری جان ہماری ملکیت بن چکی ہیں۔ اور ہم انہیں تمہارے پاس جو کچھ تمہارا ہے بہتر اور تمہارے اموال کے ساتھ مزید اموال تمہیں دیں گے۔ اور یہ مت سمجھو کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے وہ مر چکے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے انہیں رزق دیا جاتا ہے، اور

ہم تم سے تمہارے مال اور تمہاری جانیں نہیں مانگتے کہ تم پر نفع چاہیں بلکہ اس لیے کہ چیز کی قیمت کے بعد اس کے جو دو سجا کا اشراف ہو۔ اور مزید عطا کرنا بڑی قیمت ہے۔ پھر ہم نے قیمت اور خریدی ہوئی چیز بھی تمہیں عطا کی۔

دیکھیے حضرت جابرؓ کے واقعہ میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک اونٹ خریدا پھر

حضرت جابرؓ کے واقعہ کی طرف اشارہ

اس کی قیمت ادا کی اور زیادہ قیمت (عطا فرمائی) مزید برآں (اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اور ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کے متعلق، اللہ تعالیٰ کا فیضانہ (سلوک) بتایا، اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے گفتگو فرمائی

اور مزید یہ کہ ان میں سے ایک نے فرمایا کہ اگر میری امت پر سختی نہ دیکھی، آتی تو میں ہر شکر کے پیچھے بیٹھتا، اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے پھر مجھے زندہ کیا جائے اور فرمایا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روز کے دار کی طرح ہے جو اللہ کے احکام پر عامل و قائم ہو اور روزے اور نماز سے بالکل سست نہ ہو، یہاں تک کہ مجاہد اللہ کے راستے سے واپس آجائے اور مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سے وفا کرے گا وہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے اجر اور مال غنیمت سمیت واپس کرے گا۔

نیز آپ نے فرمایا، اللہ کے راستے میں جانا یا آنا دینا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ نیز اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے جو بندہ بھی میرے راستے میں میری رضا کی خاطر نکلے گا۔ میں اسے ضمانت دوں گا کہ اسے جو اجر یا غنیمت ملے گی اس کے ساتھ واپس کروں گا، اور اگر میں نے اس کو لے لیا تو اسے بخش دوں گا، اس پر رحم کروں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔

اور فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غم و اندوہ سے نجات دیتا ہے۔

نیز فرمایا، کہ جنت میں سو درجیات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کے برابر فاصلہ ہے اس لیے خیب اللہ سے درخواست کرو، تو

فردوس کی درخواست کرو، کیونکہ یہ اوسط اور اعلیٰ جنت ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور یہیں سے جنت کی اہل شروع ہوتی ہیں۔ نیز فرمایا جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے دربان بلائیں گے جو ہر دروازے پر ہوں گے تو جو اہل نماز سے ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے بلا یا جائے اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا اسے باب جہاد سے بلا یا جائے گا۔ اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ میں سے بلا یا جائے گا، اور جو اہل صیام (روزہ داروں) میں سے ہوگا اسے باب الریاء سے بلا یا جائے گا۔

حضرت ابو بکرؓ کا مرتبہ بلند
حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ہر دروازے سے بلا یا جائے گا؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔

جہاد کرنے والے کے درجات
سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ جو اللہ کی راہ میں نفقہ بھیجے اور اپنے گھر میں کھڑا رہے اسے ہر درم کے عوض سات سو درم عطا کرے گا، اور جو اللہ کی راہ میں اپنی جان سے جہاد کرے اور نفقہ بھی اپنے پاس سے کرے تو اسے ایک درم پر سات لاکھ درم عطا ہوں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَاللّٰهُ يَصَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ**، یعنی اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے دو گنا عطا کرتا ہے نیز آپ نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں مجاہد کی مقروض کی ادائے قرض میں یا حکایت و غلام کی آزادی حاصل کرنے میں مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دعوش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے دعوش کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا اور فرمایا کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہونے لگے اللہ نے انہیں آگ پر حرام کر دیا اور فرمایا کہ نخل اور ایوان ایک آدمی کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتے اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے چہرے پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ایک جگہ ایک دل میں "کے الفاظ منقول ہیں۔ ایک جگہ "ایک آدمی کے پیٹ میں" مذکور ہے۔ ایک جگہ "ایک مسلمان کے نکتھوں میں تحریر ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں دن کی ایک ساعت غبار آلود ہو تو وہ آگ پر حرام ہے۔ نیز ان سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک آدمی کے پیٹ میں اللہ کے راہ کی غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں کرتا اور اللہ کی راہ میں جس کے قدم غبار آلود ہوں گے اللہ نے اس کے تمام جسم پر آگ حرام کر دی اور جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ

اس سے تیز چلنے والے سوار کے ایک ہزار سال کے سفر کے برابر آگ دوری کر دی۔ اور جسے اللہ کی راہ میں ایک زخم پہنچا، اس پر شہداء کی ہر لگ گئی۔ قیامت کے دن اس کا نور ہوگا، جس کا رنگ زعفران کا سا اور جس کی خوشبو مشک کی سی ہوگی۔ تمام پہلے اور بعد میں آنے والے اسے پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ فلاں پر شہداء کی ہر ہے اور جو اللہ کی راہ میں اونٹنی کے حصہ پر جہاد کرے گا۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ نیز آپ نے فرمایا ایک دن رات (اللہ کی راہ) میں پہرہ دنیا، ایک ماہ کے روزے اور رات کے قیام سے بہتر ہے اور اگر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو اس کا عمل جاری رہے گا اور اس کا رزق برابر آتا رہے گا، اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

اور فرمایا، کہ کوئی آدمی بھی جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ سوا اس کے جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے فوت ہو جائے اس کا عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے، اور قبر کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا پہرہ دنیا گھر میں ایک ہزار دن (کی عبادت) سے افضل ہے۔

امام احمد نے آپ کی روایت نقل کی کہ جو مسلمانوں کے ساحل کا تین دن پہرہ دے اسے ایک سال کے رباط کا ثواب ہوگا۔ نیز آپ سے مروی ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک رات پہرہ دنیا اس سے افضل ہے کہ ایک ہزار رات کا قیام کرے اور اس کے ہزار، ایام کا روزہ رکھا جائے۔ نیز آپ نے فرمایا، اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی۔ جو اللہ کے ڈر سے آنسو بہائے یا رودے اور اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی، جو اللہ کی راہ میں بیدار ہو۔

نیز آپ نے فرمایا جسے جہاد میں ایک تیر کا حصہ ملا، اسے جنت میں ایک درجہ حاصل ہوا۔ اور فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا وہ آزاد آگ سے ہے اور جو اللہ کی راہ میں بوڑھا ہوا، قیامت کے دن اس کے لیے ایک نور ہوگا، ترقی کے نزدیک ایک درجہ سو سال کے برابر ہے، نسائی کے نزدیک پانچ صد سال (کے سفر) کا ایک درجہ ہوتا ہے۔

میدان جنگ کی باتیں

ایران جنگ، فدیہ جنگی غلام، جاسوسی مالِ غنیمت

مکہ بزورِ شمشیر فتح ہوایا از روئے صلح؟ جنگی قیدیوں میں سے بعض کو ازراہِ احسان آپ نے رہا کر دیا، بعض سے فدیہ لیا اور چھوڑ دیا۔ بعض پر چاکری عائد کر دی اور بعض کو قتل کیا۔ حسبِ تقاضائے مصلحت آپ نے یہ جملہ صورتیں اختیار فرمائی ہیں

بدر کے قیدیوں کو آپ نے فدیہ دے کر رہا کر دیا۔ اور فرمایا، اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور تجھ سے سفارش کرتا تو میں انھیں اچھی چھوڑ دیتا۔

صلح حدیبیہ میں تتر مسلح آدمیوں نے حملہ کرنا چاہا انھیں پکڑ لیا گیا۔ آپ نے ان پر احسان فرمایا اور (چھوڑ دیا) بن حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کیا گیا، تو آپ نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر آزاد کر دیا اور وہ اسلام لے آیا۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تاکہ (مسلمانوں) کو دشمن کے مقابلہ میں قوت حاصل ہو جائے اور شاید اللہ تعالیٰ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم میرا خیال وہ نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم نے انھیں پکڑ لیا ہے تو ہمیں ان کی گردنیں مار دینی چاہئیں کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام اور پیشوا ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو تسلیم فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح نہ دی۔ جب صبح ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے بکھتے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ اور آپ کے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ اگر تجھے رونا آ گیا، تو میں

روؤں گا اور اگر روانہ آیا تو آپ کے گریہ کے باعث تکلف سے روؤں گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ گریہ فدیہ کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِغِيَاثِ ان يَكُونَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يَشْتَرِيَ الْاَرْضَ، یعنی کسی نبی کو جائز
نہیں کہ اس کے قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح غالب آجائے۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تشبیہ ابراہیم و نوح سے

اس مسئلہ میں لوگوں کی دو رائیں ہیں۔
ایک گروہ نے اس حدیث کے باعث حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی۔ دوسرے گروہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کو اس وجہ سے ترجیح دی کہ
حکم اسی طرح قائم رہا۔ کتاب سے حلال کر دیا۔ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب آگئی۔ نیز
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور علی علیہ السلام سے تشبیہ دی اور عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح
اور موسیٰ علیہما السلام سے مشابہ بتایا اور ان قیدیوں کے اسلام لانے کے باعث خیر عظیم حاصل ہوا
اور ان کے اصحاب سے مسلم اولاد ہونے اور فدیہ لینے کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی قوت حاصل ہوئی۔
باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ، تو وہ رحمت کے سبب تھا۔ جب آپ نے دنیا چھوڑنے
والوں پر عذاب کا نزول ہوتے دیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی خواہش
کی ہی نہیں تھی ان کا مطلب تو محض مسلمانوں کی خیر خواہی تھا۔

انصار نے اجازت چاہی کہ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فدیہ کی رقم نہ لی جائے۔

آپ نے فرمایا، ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

مسلم بن اکوع نے ایک نڈی کی درخواست کی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کسی غزدہ میں آپ کی خدمت
میں ہدیہ کے طور پر پیش کی تھی۔ آپ نے عطا فرمادی۔ مسلم نے اسے مکہ بھیجا۔ اور کچھ مسلمانوں کو اس کے
غرض میں رہا کر دیا۔ اور عقیقہ بن ابی معیط اور نضر بن حرث کو قتل کر دیا گیا کیونکہ یہ دونوں اللہ اور

سہ میں ایسی تمام روایات کو محل نظر سمجھتا ہوں جن سے کسی دوسرے شخص کی رائے، آل حضرت کے مقابلہ میں
صاب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ یہ چیز شانِ محمدی کے بھی خلاف ہے، اور مرتبہ رسالت کے بھی
سہ اسلام کی مسادات کے سامنے عم رسول اور ایک عام شخص میں کوئی فرق نہیں۔

(رئیس احمد جعفری)

اور اہل کے رسول سے سخت ترین عداوت رکھتے تھے یہ

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ کچھ قیدی ایسے تھے جن کے پاس فدیہ دینے کے لیے مال نہ تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کے علاوہ کسی کام کو بھی فدیہ قرار دیا جاسکتا ہے آپ کی سنت طیبہ یہ تھی کہ گرفتار ہونے سے قبل جو اسلام لے آتا، وہ ہرگز غلام نہ بنایا جاتا اور جس طرح اہل کتاب کے گرفتار شدگان غلام بنائے جاتے اس طرح عرب قیدیوں کو بھی غلام بنایا جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باندی تھی۔ آپ نے فرمایا، اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ نبی اسماعیل سے ہے۔ اور حیب آپ نے بنی مصطلق کے غلاموں کو تقسیم فرمایا تو حضرت جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس بن شماس کی چاکری میں آگئیں جن سے انھوں نے مکاتبت کر لی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کی رقم ادا فرمائی اور نکاح فرمایا۔ آپ کے نکاح کے بعد اس رشتہ کی وجہ سے بنی مصطلق کے ایک سو غلام آزاد کر دیئے گئے۔ اور یہ خالص عرب تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باندی ماں سے اس کے بچے کو علیحدہ کرنے کی ممانعت فرماتے تھے، اور فرمایا کرتے۔

جو ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالے گا، قیامت کے روز اللہ اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ آپ کے پاس غلام آتے تو آپ محبوبی طور پر بچتے تاکہ ان میں جدائی نہ پڑے۔

آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے مشرکین میں سے ایک مسلمانوں کے خلاف جاسوسی

یہ صرف عداوت ہی نہیں رکھتے تھے، مفسدہ پرواز، فتنہ انگیز اور حد درجہ شریر بھی تھے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر دیتے تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم کی آپ کی نظر میں کس درجہ اہمیت اور وقعت تھی۔

اس سے بڑی دلیل ان فقہاء کے خلاف کوئی نہیں ہو سکتی، جو مسلمان کو غلام تسلیم کرتے ہی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام غلامی کو ساقط کر دیتا ہے۔ لہذا آنحضرت کے زمانہ میں کوئی جنگی قیدی غلام نہیں بنایا گیا، سوا وقتی طور پر کسی مصلحت کے ماتحت، اور پھر کوئی آڑے کر پڑے کے پورے آزاد کر دیئے گئے۔

صلہ رحم کی اسلام نے زیادہ سے زیادہ تاکید کی ہے اور یہ چیز دشمنوں اور میدان جنگ کے حریفوں کے ساتھ ہی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

قتل نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے جاسوسی کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا، تمہیں کیا علم اللہ تعالیٰ نے پہنچا ہے؟ اہل ید کو دیکھ کر فرما دیا تھا، اب تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس سے امام شافعیؒ، احمدؒ اور ابوحنیفہؒ رحمہم اللہ نے استدلال کیا ہے کہ مسلمان جاسوس کو قتل نہ لیا جائے۔ اور امام مالکؒ اور اصحاب احمد رحمہم اللہ قتل کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہی رائے زیادہ قوی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مشرکین کے غلام مسلمان علاقہ میں آزاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ یہ تھی کہ مشرکین کے غلام اگر مسلمانوں کے علاقہ

میں آجاتے تو انہیں آزاد سمجھتے اور فرماتے، یہ اللہ عزوجل کے آزاد کردہ ہیں۔ نیز آپ کی سنت طیبہ یہ بھی تھی کہ کوئی مسلمان ہو جاتا تو اس کے پاس جو کچھ ہوتا، اسی کے پاس رہنے دیتے۔ نیز زمانہ کفر اور جنگ میں کافر مسلمانوں کو خواہ کتنا ہی جانی و مالی نقصان پہنچا چکے ہوں (اسلام لانے کے بعد) ان پر جرمانہ عائد نہ کرتے۔

حضرت صدیقؓ نے مرتدین کے گھروں سے مسلمانوں کی جان و مال کا خونبہا دینا چاہا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ان کا اجر اللہ پر ہے اور شہید کا خونبہا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے قول پر صحابہؓ کا اتفاق ہو گیا۔

غنیمت کی زمین کے متعلق آنحضرت کی سنت طیبہ

آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی قریبہ، بنی نضیر اور خیبر

کی زمینیں غائبین کے درمیان تقسیم فرمائیں۔ مدینہ منورہ کو قرآن مجید نے فتح کیا تھا۔ کتاب اللہ کی باعث وہ مسلمان ہو گئے تھے، اور اپنے دین پر سختی سے قائم رہے، مگر مکہ بزور قوت فتح ہوا تھا، اس لیے تقسیم نہیں کیا گیا۔ علمائے کرام کے نزدیک اس کی حیثیت متعین کرنا بھی مشکل ہو گئی ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ چونکہ دارالمناسک (مناسک حج کی جگہ) ہے اور یہ مسلمانوں پر وقف ہے اور وہ تمام اس میں شریک ہیں اس لیے اس کی تقسیم محال ہے۔ اس وجہ سے بعض علمائے کرام اس کی فروخت یا اجارہ ممنوع بتاتے ہیں۔ اور بعضوں نے اس کی اچھی زمینوں کی فروخت کو جائز کہا ہے اور

اے مجرم بہر حال مجرم ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اسلام اس طرح کی کوئی تفریق پسند نہیں کرتا (رئیس احمد جعفری)۔
 اے تبلیغ اسلام کا سب سے بڑا اور کامیاب ذریعہ یہی طرز عمل تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

اجارت دکر ایہ پر دنیا کو ممنوع تیا یا امام شافعی نے چونکہ قوت سے دفع مکہ اور تقسیم نہ ہونے کو جمع نہیں کیا اس لیے انھوں نے فرمایا ہے کہ (مکہ) صلح سے مفتوح ہوا، اس وجہ سے تقسیم نہ ہوا، اور فرمایا کہ اگر مکہ قوت کے بل پر فتح ہوتا تو اس کی حیثیت غنیمت کی سی ہوتی۔ پھر اس کی تقسیم بھی واجب ہو جاتی، جیسے کہ حیوان اور منقولہ چیز کی تقسیم واجب ہوتی ہے۔ اور ان کے نزدیک مکہ کی زمینوں کی بیع و اجارت میں کوئی نہج نہیں اور دلیل یہ دی ہے کہ یہ مالکوں کی ملکیت ہے۔ ان کی وراثت چل سکتی ہے اور وہ ہبہ کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مالک کی طرف ملکیت منسوب کی ہے۔ نیز حضرت عمر بن خطاب نے صفوان بن امیہ سے ایک مکان خریدا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، مکہ میں آپ کا کل کہاں قیام ہوگا؟ آپ نے فرمایا، کیا عقیل نے (مکہ) میں کوئی جگہ ہمارے لیے چھوڑی تھی ہے؟ اور عقیل ابوطالب کے وارث بنے تھے۔ اور حیب اصل یہ ہے کہ زمین غنائم میں سے ہے اور غنائم کی تقسیم واجب ہے اور مکہ کی ملکیت ہو سکتی ہے۔ اس کے مکانات اور زمین کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے اور تقسیم نہیں ہو سکتی تو یہ چیز لازم نہیں کہ یہ شہر صلح سے مفتوح ہوا جو آدمی احادیث صحیحہ کا مطالعہ کرے وہ دیکھ لے گا کہ تمام روایات جمہور کے قول کی حمایت کرتی ہیں کہ یہ شہر فتح ہوا۔ اس میں اختلاف ہو گیا کہ تقسیم کیوں نہیں ہوا؟ ایک جماعت کے خیال میں اس کا سبب یہ ہے کہ یہ شہر قرمانی اور عیادت کی جگہ ہے، اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے وقف ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ تقسیم کر دے یا وقف رہنے دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم فرمایا اور مکہ کو تقسیم نہیں کیا اس سے دونوں امور کا جواز نکلتا ہے ان کا کہ ہے کہ زمین کو تقسیم کرنے سے یہ غنائم مامورہ میں شامل نہیں ہو جاتی، بلکہ غنائم کا اطلاق تو صرف چوپا اور منقولہ جاندار پر ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے سوا کسی دوسری امت پر غنائم کو حلال قرار نہیں دیا، اور ان کے لیے دار الکفر مباح قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ أذكُرُوا النعمةَ اللہِ علیکمَ ذرأتکم
یعنی اور حیب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اے قوم اپنے آپ پر اللہ کے انعامات کو یاد کرو۔ پھر اس آیت کے آخر میں فرعون اور اس کی قوم اور ان کی زمینوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وَأذذتہا ہم بنی اسرائیل یعنی تم نے بنی اسرائیل کو ان (زمینوں) کا وارث بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین غنائم کے تحت شمار نہیں ہوتی۔ امام کو اختیار حاصل ہے کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے چوپا کرے یا چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم بھی کیا اور ترک بھی کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقسیم نہیں کیا بلکہ اسی طرح رہنے دیا۔

اور اس پر دعویٰ خراج عائد کر دیا تاکہ امور جنگ میں اس سے مدد لی جاسکے۔

مکہ بزورِ شمشیر فتح ہونے کے چند دلائل

ایک یہ کہ کسی سے یہ منقول نہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت اہل مکہ سے مصالحت کی، اور نہ اس علاقہ کے رہنے والوں میں سے کسی ایک کے ساتھ صلح کا کوئی واقعہ منقول ہے بلکہ جیب اہل یوسفیان حاضر ہوا، تو آپ نے اسے، جو اس کے گھر میں داخل ہو جائے، یا اپنا دروازہ بند کر لے یا مسجد میں داخل ہو جائے یا ہتھیار ڈال دے امان دے دی۔ اگر یہ شہر محض صلح سے مفتوح ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے، یا دروازہ بند کر لے یا مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے امان ہے۔ کیونکہ صلح تو خود ہی عمومی امن کی ضمانت ہوتی ہے۔

دوسرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے شک اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں (فیل) کو مکہ سے روک دیا اور اپنے رسول اور ایمان والوں کو اس پر مسلط فرمایا۔ اور مجھے دن کی ایک گھڑی (مقابلہ) کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ الفاظ صراحت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ قوت سے مفتوح ہوا نیز صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن حضرت خالد بن ولید کو دائیں جانب اور حضرت زبیرؓ کو بائیں جانب مقرر فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو میدانِ علاقہ میں مقرر فرمایا اور حکم دیا، اے ابو بکرؓ، انصار کو بلا لاؤ (انصار) دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا، اے انصار کی جماعت! کیا تم قریش کے آوارہ لوگوں کو دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں! آپ نے فرمایا، دیکھو، جیب صبح تم ان سے مقابلہ کرو (ملو) تو انہیں پیس کر رکھ دو۔ اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا (تباہا) اور فرمایا کہ وہ صفا پر تمہارے ساتھ وعدہ (ملاقات) ہے۔ انصار حاضر ہوئے تو صفا پر چکر لگائے، فرمایا کہ آج جو بھی انہیں دکھائی دے اسے سلا دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور انصار حاضر ہوئے اور اہل یوسفیان حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

اے اللہ کے رسول قریش کے اشراف ہلاک کر دیئے گئے، آج کے بعد کوئی قریش نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اہل یوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے، اور جو ہتھیار پھینک دے اسے امان ہے اور جو دروازہ بند کر دے اسے امان ہے۔

نیز حضرت ام ہانی نے ایک آدمی کو امان دی، حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے ام ہانی جسے تو نے امان دی ہم نے اسے امان

دے دی، نیز آپ نے مقیس بن صباہ، ابن خطل وغیرہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اب اگر مکہ صلح سے فتح ہوتا تو آپ کسی اہل مکہ کے قتل کا حکم نہ دیتے۔ نیز سنن میں صحیح روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا، لوگوں کو امن دے دو۔ سوائے دو غورتوں اور چار مردوں کے۔ ان کو اگر تم کعبہ کے پردوں سے چھپے ہوئے بھی دیکھ لو تب بھی قتل کر دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے درمیان کسی مسلمان کی رہائش کو ممنوع قرار دیا

مشرکین کے درمیان اقامت کی حماکت

اگر وہ وہاں سے ہجرت کر سکتا ہو۔ اور فرمایا کہ میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو کہ مشرکین کے درمیان رہائش پذیر ہے۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول، کیوں؟ فرمایا کیا تو انھیں دیکھ نہیں رہا؟ یعنی ان کے دوزخی ہونے کو نیز فرمایا جو مشرک کے ساتھ آئے اور اہل کے ہمراہ سکون حاصل کرے کہ وہ اس کا سا ہے۔ اور فرمایا جب تک توبہ منقطع نہیں ہوئی، اس وقت تک ہجرت منقطع نہ ہوگی اور جب تک سورج مغرب نہیں نکلتا اس وقت تک توبہ منقطع نہ ہوگی۔ اور فرمایا، عنقریب ہجرت کے بعد

لے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اسلام کے بدترین دشمن تھے، ساتھ ہی ساتھ حد درجہ مضد بھی۔ (رئیس احمد جعفری)

لے اسلام اپنے اصولوں میں غیر مفاہمت پسند ہے وہ کسی کے ساتھ صلح نہیں کر سکتا اور خاص طور پر مشرکین کے ساتھ تو اس کا بڑا ڈ اور زیادہ سخت ہے اس لیے کہ اسلام کی بنیاد و اساسی توحید پر ہے، یعنی خدائے واحد و یکتا کی ربوبیت پر۔ اب اگر کوئی جماعت اس میں رخصت ڈالتی ہے، اس اصول کو توڑنے کی کوشش کرتی ہے، اس بنیاد و اساس کو منہدم کرنے کے سوچے ہے تو وہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر صلح نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس صلح کے معنی ہیں اپنی بنیاد و اساسی سے دستبرداری کے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں مشرکین کا ذکر آیا ہے اسی غیر مفاہمانہ انداز میں۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مشرکین انسانی حقوق سے محروم ہیں، ایسا نہیں ہے، اسلام انھیں انسانی حقوق سے محروم نہیں کرتا۔ عقیدے کے معاملہ میں ان پر جبر بھی نہیں کرتا، ان کے ساتھ بھی رعاداری بڑا ڈ کرتا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ فتح مکہ کے بعد مشرکین سے مسلمانوں کے وہ مکانات تک نہیں واپس لیے گئے جن پر زبردستی اور دھاندلی سے اٹھوانے قبضہ کر لیا تھا، لیکن ان سے چیک نہیں بڑھائے جاسکتے۔

ہجرت ہوگی۔ اٹل لیے زمین پر سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت سے پیوستہ
رہیں۔ اور زمین پر شہر لوگ باقی رہ جائیں گے۔ انہیں بھینک دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ بندروں اور
خنازیر کے ساتھ ان کا حشر کرے گا۔

امان صلح ہمزیمہ، اہل کتاب منافقین اور کفار کے قصہ

کفار کی آندان کا قرآن مجید سننا پھر انہیں دلہیں اپنی یا ان جگہوں میں پہنچانا

پاس عہد اور بے وفائی [آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے۔ سب سے چھوٹا بھی اس کے وفائی کی کوشش میں رہتا ہے اور جو کسی مسلمان سے غداری کرے تو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عذر قبول نہ کرے گا۔

بیز فرمایا: کوئی مومن کافر کے بدلے قتل نہ ہوگا۔ اور نہ معاہدہ اپنے عہد کے دوران میں قتل کیا جاسکتا ہے۔ جس نے نئی بات (بدعت) ایجاد کی۔ یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی فرشتوں اور تمام لوگوں کی پھٹکار۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف لائے تو کفار کے تین گروہ بن گئے۔

- (۱) ایک گروہ نے آپ سے صلح کر لی اور وعدہ کیا کہ نہ آپ سے جنگ کریں گے نہ آپ پر حملہ کریں گے اور آپ کے دشمن سے پیمانہ دوستی استوار کریں گے۔ وہ بدستور کافر رہ سکتے ہیں، ان کی جان بھی محفوظ ہے اور مال بھی۔
- (۲) ایک گروہ نے آپ سے جنگ کی اور مخالفت پر اتر آیا۔

۱۔ بشرطیکہ وہ کافر ذمی یعنی مسلمانوں کی پناہ میں نہ ہو، ایسی صورت ہو تو کافر کے بدلے میں مسلمان قتل کر دیا جائے گا۔

۲۔ معاہدہ سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جن سے وقتی یا مستقل طور پر صلح کا معاہدہ کر لیا گیا ہو۔

(رئیس احمد صفیری)

(۳) اور ایک گروہ نے زجنگ کی نہ صلح کی، بلکہ آپ کے اور آپ کے اعداء کے معاملتہ و نتائج کا انتظار کرنے لگے۔

ان جماعتوں میں سے بعض درپردہ آپ کا غلبہ چاہنے اور آپ سے تعاون کو پسند کرتے اور بعض آپ کے دشمنوں کے غلبہ و استیلاء کے منتظر تھے، اور بعض ایسے بھی تھے جو ظاہری طور پر آپ کے ساتھ مل گئے اور درپردہ دشمنوں سے ساز باز رکھتے تھے۔ تاکہ دونوں فریقوں کے بھلے رہ سکیں۔ یہ منافقین کا گروہ تھا۔ آپ نے ان تمام جماعتوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا۔ جیسا پروردگار عالم نے آپ کو حکم دیا، چنانچہ آپ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ صلح کر لی ان کے مسلمانوں کے درمیان عہد نامہ لکھا گیا۔ مدینہ کے آس پاس (یہودیوں کے تین گروہ آباد تھے۔ بنی قنیعہ، بنی نضیر اور بنی قریظہ۔

بنو قنیعہ کی طرف سے جنگ | غزوہ بدر کے بعد بنو قنیعہ نے آپ سے جنگ کی

بیسویں ماہ شوال کے نصف کے قریب ہفتے کے دن اللہ تعالیٰ کے رسول کے جانثاروں کا ایک گروہ ان کی طرف بڑھا یہ قبیلہ منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول کا حلیف تھا۔ اور اہل مدینہ کے یہودیوں سے سب سے زیادہ شجاع، مسلمانوں کا پرچم حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھا اور ابو لبابہ بن عبد اللہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا۔ ذی قعدہ کی پندرہویں رات ایک سخت ترین محاصرہ کیا گیا۔ قوم یہودیوں سے یہ پہلی قوم تھی جس نے (اہل اسلام کے خلاف) جنگ کی۔ مسلمانوں نے انہیں قلعوں میں گھیر لیا اور انتہائی شدت کے ساتھ ان کا محاصرہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جان و مال، عورتوں اور بچوں کے متعلق حکم دیتے ہوئے ان کی گرفتاری کا حکم جاری فرمایا اور عبد اللہ بن ابی نے سفارش کی اور زحمت اصرار کیا۔ آپ نے اس کے کہنے پر انہیں معاف فرما دیا اور حکم دیا کہ یہ قوم مدینہ سے نکل جائے اور اس کے قریب قیام پذیر نہ ہو۔ چنانچہ یہ شام کی طرف چلے گئے مگر بہت کم وہاں ٹھہر سکے اور اکثر ہلاک ہو گئے۔ یہ لوگ صنعت کار اور تجارتی تھے اور ان میں قریباً چھ سو جنگجو نوجوان بھی تھے۔

بنو نضیر کی عہد شکنی | ان کے بعد بنو نضیر نے بھی عہد شکنی کی۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔ یہ عہد شکنی کی روایت ہے۔ یہ واقعہ اس

طرح ہو گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کی ہمراہ ان کے پاس تشریف لائے اور کلابوں کے خونہا کے متعلق ان سے بات چیت فرمائی۔ بنہیں عربوں، امیہ ضمری نے قتل کیا تھا۔ یہ کہنے لگے: اے ابوالقاسم، ہم ضرور (تعاون) کریں گے۔ آپ یہاں بیٹھیں تاکہ آپ کی راحت پوری کر دیں۔ پھر یہ ایک دوسرے کے ساتھ تہائی میں سازش کرنے لگے۔ اور شیطان نے انہیں بد بختی میں دھکیل دیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا۔ اور کہنے لگے کہ کون ہے جو پتھر لے کر آپ کے سر پر دے مارے؟

سب سے بڑے شقی عمرو بن لُحَیْش نے جواب دیا میں تیار ہوں، اس پر سائبان بن مشکم بول اٹھا۔ یہ مت کرو خدا کی قسم تمہارے اس ارادہ کی نوا! انہیں خبر دے دیا۔ نیز اس طرح ہمارے اور ان کے درمیان حمد کی بیانات و رزی بھی ہوتی ہے

اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی اور کفار کے ارادوں کی اطلاع دی گئی۔ آپ جلدی سے اٹھے اور مدینہ کی طرف تشریف لے گئے۔ دیگر صحابہ بھی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرتے لگے: کہ آپ تشریف لے گئے اور ہمیں خبر نہ ہو سکی۔ آپ نے یہود کے ارادوں سے انہیں آگاہ کیا۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ مدینہ سے نکل جاؤ اور میرے قریب رہا، اللہ تم سے رخصت رکھو۔ اس کے بعد میں نے جس کو بھی یہاں پایا، اس کی گردن اڑا دوں گا۔ وہ چند دن تیاری کرتے ہوئے وہاں ٹھہرے۔

عبداللہ بن ابی منافق نے یہود کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے گھروں سے مت نکلو۔ میرے پاس دو ہزار تو حمان ہے جو

تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو گا اور تمہاری خاطر مرنے کو تیار ہو گا۔ نیز بنو قریظہ اور غطفان کے معاہدین بھی تمہاری مدد کریں گے۔ ان کے سردار حنی بن اخطب نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے ملک سے نہیں جائیں گے تم جو چاہو کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیا اور ان کی طرف چل پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب کھنڈا اٹھائے ہوئے تھے جب یہاں پہنچے تو قلعوں کا حاصرہ کر لیا اور تیر اور پتھر مارنے لگے۔ بنو قریظہ ان سے الگ ہو گئے اور اللہ بن ابی اور غطفان کے معاہدین نے ان سے خیانت کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے شیطان سے تشبیہ دی فرمایا:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذَا قَالَ لِلنَّاسِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ - یعنی ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جب اس نے انسان سے کہا، کفر کر اور جب اس نے کفر کیا تو کہنے لگا: میں تجھ سے بیزار ہوں۔

یہ آیت سورہ حشر میں بنی نضیر کے حق میں اتری ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کر لیا، کھجور کے درخت کاٹ دیئے اور انہیں جلادیا۔ اب انہوں نے پھر پیغام بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکل جاتے ہیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی اور اولاد کی جانیں لے کر جا سکتے ہو اور ہتھیاروں کے علاوہ دیگر سامان من قدر لے جا سکتے ہو جو اونٹ اٹھالے اور باقی مال و اسلحہ پر حضور نے قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے چوتھے سال ربیع الاول کے آغاز میں درپیش آیا۔

بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے اور بدترین کفر کے ترکب تھے۔

بنو قریظہ کے عبرتناک انجام کے اسباب

یہی وجہ ہے کہ انہیں وہ نرا نہیں دی گئیں جہان کے دوسرے بھائیوں کو نہیں ملیں۔ ان سے غزوے کا سبب یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے لیے تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ کی صلح تھی۔ چنانچہ حمی بن اخطب بنو قریظہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں تمہارے پاس زمانہ کی عزت لے کر آیا ہوں۔ میں قریش اور ان کے عہدین اور غطفان اور ان کے قاعدیوں کا تعاون لے کر آیا ہوں۔ تم اہل شوکت اور ہتھیاروں کے مالک ہو۔ اس لیے آؤ محمد کو ختم کر دیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کریں (نعوذ باللہ)

بنو قریظہ کے سردار نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ تو زمانہ کی دولت لے کر آیا ہے۔ تو میرے پاس ایسا بادل لایا ہے جو پانی برسنا چکا ہے اور اب اس میں صرف گرج اور چمک ہی باقی رہ گئی ہے۔ یہ دیر تک اس پر مکرو فریب کے مجال ڈالتا رہا، اسے امید دلانا، حد کے (سبز باغ) دکھاتا رہا۔ آخر کار وہ اس شرط پر مان گیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ ہمارے قلعے میں داخل ہو جاؤ۔ اور جو ان کا شتر ہوگا وہی تمہارا بھی ہوگا۔ اس نے ایسا ہی کہا۔ چنانچہ ان دونوں نے عہد توڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہلانیہ ماہی تباہی بکنے لگے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ نے حالات معلوم کرنے کے لیے آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا اے گروہ مسلمان

خوش ہو جاؤ۔

اور جب مدینہ واپس تشریف لے آتے تو آپ نے ہتھیار رکھ دیئے (اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں لیکن فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے۔ اس لیے صحابہ کو لے کر بنو قریظہ کی طرف تشریف لے جائیے۔ کیونکہ میں آپ کے آگے آگے چلوں گا اور ان کے قلعوں میں زلزلے آؤں گا۔ نیز ان کے قلوب میں رعب ڈال دوں گا اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ چل پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین و انصار کی جماعت کے ہمراہ ان کے نشانات پر چل نکلے اور آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تم آج بنو قریظہ کے علاقہ میں جا کر عصر کی نماز پڑھنا۔ چنانچہ اس قبیل ارشاد کی خاطر صحابہ اٹھ کر فوراً چل پڑے۔ عصر کی نماز کا وقت راستہ میں آیا بعض کہنے لگے کہ ہم آپ کے حکم کے مطابق بنو قریظہ میں نماز عصر ادا کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے رات کے وقت دیر سے نماز عصر ادا کی۔ بعض نے کہا کہ آپ کا یہ مطلب نہ تھا بلکہ آپ کا مطلب تیزی سے جانے کا تھا اس لیے انہوں نے راستہ میں ہی نماز ادا کر لی۔ غرض دونوں جماعتوں میں سے کسی کو بھی عتاب نہ کیا گیا۔

اسلام کا پدجم علی کے ہاتھ میں | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو جھنڈا دیا اور مدینہ میں حضرت ابن

ام مکتوم کو حفاظت کے لیے چھوڑ گئے اور بنو قریظہ کے قلعوں پر جا اترے اور پچیس رات تک ان کا محاصرہ جاری رہا۔ جب محاصرے نے شدت اختیار کر لی تو یہودیوں کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کے سامنے یمن ہوتیں پیش کیں یا تو اسلام قبول کر لو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں داخل ہو جاؤ اور یا اپنی اولاد کو قتل کر دو اور تلواریں لے کر ان کے مقابلہ میں لڑ جاؤ اور یا انہیں ستم کر کے رکھ دو اور یا خود ان کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ اور یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر ایک دم حماکر دو۔ اور یہ دعویٰ حملہ ہفتے کے دن کرو، کیونکہ اسی دن صحابہ نے ان کے مقابلہ سے پرامن ہونگے۔ انہوں نے یہ صورت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی طرف ابو لبابہ بن عبد المنذر کو بھیجنے کی درخواست کی کہ ہم اس سے مشورہ کریں گے جب انہوں نے ابو لبابہ کو دیکھا تو اس کے سامنے رونے لگے اور کہنے لگے: اے ابو لبابہ محمد کے معاملہ میں تو ہمیں کیا مشورہ

دیتا ہے؟

انہوں نے کہا ہاں! اور گردن کی طرف اشارہ کیا (جیسے کہ) کہہ کر رہا ہو۔ (کہ تمہارے حق میں ذبح کا حکم ہو گا۔ پھر فوراً محسوس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی۔ چنانچہ وہ جبل پر سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس حاضر نہ ہوئے بلکہ مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور حلفت دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود اپنے ہاتھ سے کھولیں گے اور میں نبی قرظیہ کی زمین پر کبھی نہ جاؤں گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس وقت تک رہنے دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے کھولا۔ اس کے بعد یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اترے۔ چنانچہ اوس والے کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول نبی قتیقاع کے معاملہ میں جو آپ نے کہا وہ تو آپ جانتے ہی اور وہ لوگ ہمارے بھائیوں تخرج کے حلیف ہیں اور یہ (بنو قریظہ) ہمارے غلام ہیں اس لیے ان پر احسان فرمائیے گا: آپ نے فرمایا

کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ خود انہی کا ایک آدمی ان کے متعلق فیصلہ کر دے؟

انہوں نے فوراً تسلیم کر لیا۔ آپ نے فرمایا: یہ سعد بن معاذ (فیصلہ کریں گے) کہنے لگے ہم راضی ہیں، آپ نے سعد بن معاذ سے کہلا بھیجا یہ مدینہ میں تھے اور زخمی ہونے کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ آسکے تھے۔ انہیں ایک گدھے پر سوار کرایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

- اگر وہ ان سے کہنے لگا اے سعد! ہم پر احسان کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان کے بارے میں حکم (فیصلہ کنندہ) قرار دیا ہے۔ اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، یہ خاموش رہے اور انہوں نے کسی بات کا جواب نہ دیا۔ جب انہوں نے کثرت سے دریافت کیا تو کہنے لگے اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اسے اللہ کے بارہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے (غار) نہ آئے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو بعض مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا، اپنے سردار کے لیے اٹھو۔

جب صحابہؓ نے انہیں اتارا تو کہا اے سعد! اس قوم نے تیرے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے پوچھا تو کیا فیصلہ ان پر نافذ بھی ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! وہ کہنے لگے اور مسلمانوں پر بھی؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! پھر انہوں نے کہا اور ان پر جو یہاں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و اعزاز کی وجہ سے آپ کی جانب اشارہ کیا آپ نے فرمایا ہاں! مجھ پر بھی!

یہ کہنے لگے تو میں فیصلہ کرتا ہوں کہ (بنو قریظہ) کے تمام مرد قتل کر دیے جائیں، ان کی اولاد کو غلام بنا لیا جائے اور مال کو تقسیم کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یقیناً ساتوں آسمانوں سے اوپر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ اس حکم کے نفاذ سے قبل کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عمر بن سعد بھاگ گیا اور کہیں روپوش ہو گیا۔ عہد توڑ دینے کے باعث یہ اپنی قوم میں نہ رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا جو بالغ تھا، اور جو مانا لنگ تھا اسے بچہ قرار دے کر (غلام بنا لیا گیا) چنانچہ مدینہ کے بازار میں ایک خندق کھودی گئی اور ان کی گردنیں مار کر اس خندق میں ڈال دیا گیا، اُس وقت ان کی تعداد چھ صد سے لے کر سات سو تک تھی اور ایک عورت کے سوا کوئی عورت قتل نہیں ہوئی۔ اسے بھی سعد بن صامت کے قتل کرنے کے باعث قصاص میں قتل کیا گیا۔ انہیں خندقوں کی طرف گروہ درگروہ لے جایا گیا۔

اور جب یحییٰ بن اخطب کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ نگاہ پڑنے پر وہ کہنے لگا اللہ کی قسم میں نے آپ کی عداوت کے باعث اپنے آپ کو کبھی مانت نہیں کیا۔ لیکن اللہ جسے غالب کر دے وہی غالب ہوتا ہے۔ پھر کہنے لگا اے لوگو! کوئی ہرج نہیں۔ اللہ کی تقدیر بنی اسرائیل پر عائد کر دی گئی، پھر اسے قید کر دیا گیا اور اس کی گردن ماری گئی۔

ثابت بن قیس نے زبیر بن باطا اس کے اہل اور مال کی سفارش کی۔ آپ نے اس کو انہیں ہیہ کر دیا۔ ثابت بن قیس نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جان و مال و اہل مجھے ہیہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ سب تیرے ہی ہیں وہ بد بخت بولا۔ آپ ثابت بن قیس میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تو مجھے دوستوں سے نہ ملائے گا؟ چنانچہ اس کی گردن بھی ماری گئی اور اسے بھی اس کے یہودی دوستوں کے ساتھ ملا دیا گیا۔ یہ تمام کاروائی یہود مدینہ کے متعلق ہوئی آپ کو ہر پڑے غزوہ کے بعد یہود سے جہاد کرنا پڑا۔ غزوہ بدر

کے بعد بنو قینقاع سے غزوہ احد کے بعد بنو نضیر سے اور غزوہ خندق کے بعد بنو قریظہ کے مقابلہ میں جہاد کرنا پڑا اور خیر کے یہودیوں کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب تذکرہ کریں گے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سے مصالحت کی تو بعض قبائل نے صلح توڑ دی اور بعض نے عہد پورے کیے اور سب نے آپ سے جنگ کو پسند کیا۔ آخر آپ نے بنو قریظہ بنو نضیر اور بنی قینقاع کی طرح سب کو عہد شکن قرار دیا۔ اسی طرح آپ نے اہل مکہ سے برتاؤ کیا پس اس طرح معاہدین کے ساتھ یہ طریق کار مسنون ہے اور ذمی لوگوں سے بھی ایسا ہی سلوک کرنا مناسب ہے۔ جسے اصحاب احمد و فقہائے کرام نے صراحت کی ہے اور اصحاب شافعی نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے۔ عہد توڑنے والوں سے مخصوص ہے اور جنہوں نے، نے عہد قائم رکھا اور اس سے رہی رہے وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے، اور اصحاب شافعی نے ان میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ ذمی سے عہد پورا کرنا از حد مؤکد ہے۔ ان کا کنا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اپنے اور یہود کے درمیان مصالحت اور عہد کو موقت نہیں کیا بلکہ جب تک وہ اس پر قائم رہے اور جنگ پر آمادہ نہ ہوئے آپ نے اس عہد کو مطلقاً پورا فرمایا اور یہ ان کا ذمی ہونے کا حق تھا اور اس وقت جزئیے کا حکم نازل نہ ہوا تھا، بلکہ یہ بعد میں فرض کیا گیا اور جب یہ حکم بھی نازل ہو گیا تو آپ نے جزئیہ بھی عائد فرمایا اور سابقہ عہد میں ایک شق بڑھ گئی، لیکن عہد تبدیل نہ فرمایا۔ اب اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی پابندی کی جائے اور جب ان میں سے بعض نے عہد توڑ دیا اور دوسروں نے باقی رکھا اور مسلمانوں کو دونوں فریقوں کا دفاع علم نہ ہو سکا تو پھر معاہدین اور مصالحت کرنے والوں کی عہد شکنی کی طرح ان سے برتاؤ کیا گیا۔

اور جب شام میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے مکانات اور اموال جلا دیے اور جامع اعظم (سب سے بڑی مسجد) کو جلانے کا بھی انہوں نے ارادہ کر لیا بلکہ اس کا منارہ جلا دیا اور اگر حفاظت نہ کی جاتی۔ تو قریب تھا کہ ساری مسجد کو جلا دیتے اور نصاریٰ کو ان حرکات کا علم تھا۔ بلکہ وہ اس کام سے متفق اور خوش تھے تو فقہائے کرام سے حاکم شہر نے فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے اس کو ان کے اس فعل کی بنا پر عہد شکنی قرار دیا اور دوسرے چونکہ اس فعل شفیع پر خوش اور راضی تھے اس لیے انہیں (مجرم) قرار دیا اور اس کی رزاق تلی ہے اور قیدی کی طرح اس میں امام کو اختیار نہیں کیونکہ وہ تو بہر حال حسد کے باعث قتل کیا جاتا ہے اور اسلام حدود سائبط

ہیں کرتا اور جو آدمی حدود اللہ کے ایفاء کا وعدہ کر کے ذمی بن جائے اس کا قتل ساقط نہیں ہو سکتا۔ بخلاف حربی (جنگ کرنے والے) کے کہ وہ جب اسلام قبول کرے گا تو اسلام اس کے جان و مال کی حفاظت کرے گا اور اسلام سے قبل جو اس نے افعال کیے ہیں ان پر اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ اس کا الگ حکم ہے اور عہد شکن ذمی کا الگ حکم ہے۔ خصوصاً اصول اسلام احمد کا یہی مفہوم ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی کئی مواقع پر اسکی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

غیر مسلموں سے معاہدے اور مصالحت نیز آپ کی سنت طیبہ یہ تھی کہ جب آپ کسی قوم سے مصالحت و معاہدہ کرتے

تو جو بھی اُس قوم کا حلیف بن جاتا اُسے بھی معاہدہ میں شریک کر لیتے اور دوسری قوم اگر آپ سے معاہدہ کرتی تو آپ اُسے بھی اس عہد میں شریک کر کے معاہدہ قرار دے دیتے اور جو ان میں سے جنگ کرتا پھر دوسری معاہدہ قوم کو محایب قرار دیتے۔ اس وجہ سے آپ نے اہل مکہ پر حملہ کیا کیونکہ جب آپ نے (اہل مکہ) کے ساتھ دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ کیا تو بنو بکر بن دائل اُٹھے اور انہوں نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور اس عہد میں داخل ہو گئے اور بنو خزاعہ نے رسول اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا اور اس عہد میں وہ بھی داخل ہو گئے اس کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کچھ آدمی قتل کر دیئے۔ قریش نے پوشیدہ طور پر ہتھیاروں سے ان کی مدد کی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو عہد شکن قرار دے دیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات آئندہ انشاء اللہ بیان ہوں گی۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی مشرقی نصرانی سے جنگ کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں (نصرانی) کی مالی اور ہتھیاروں سے مدد کی۔ اگرچہ وہ خود نہیں لڑے اور نہ وہ میدان میں آئے لیکن پھر بھی وہ عہد شکن نہیں ہیں۔ بنو بکر و اہل کو جنگ میں مدد دے کر عہد شکنی کی اور جب ذمی لوگ باہر کے مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف مدد دیں تو کس طرح انہیں عہد شکن قرار نہ دیا جائے (یعنی وہ یقیناً اسلامی ریاست کے باغی ہیں) اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

دشمن کے قاصد خدمت نبوی میں نیز آپ کی خدمت میں دشمنوں کی جانب سے قاصد حاضر ہوتے۔ آپ انہیں نہ

تکلیف دیتے اور نہ قتل کرتے۔ اور جب آپ کے پاس مسیلمہ کذاب کے دو قاصد عبد اللہ بن نوحہ اور ابن اثال حاضر ہوئے، تو آپ نے دریافت فرمایا:

تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

وہ کہنے لگے عیسا (مسیح) نے کہا ہے و پسلا ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔ چنانچہ آپ کی سنت طیبہ جاری ہو گئی کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے۔

بیز آپ کی عادت طیبہ یہ تھی کہ جب قاصد آپ کا دین قبول کر لیتا تو آپ اپنے پاس نہ روکتے اور نہ اپنی قوم کے پاس جانے سے منع کرتے، بلکہ اُسے دوبارہ وہاں ہی لوٹا دیتے جیسا ابو رافعؓ نے بتایا کہ قریش نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے دل میں اسلام کی محبت آگئی۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: میں ہمدگنی نہیں کروں گا اور نہ چادر کو روکوں گا۔ ان کی طرف واپس جاؤ اگر وہاں جا کر بھی تمہارے قلب میں وہی ایمان باقی رہا جو اب ہے تو لوٹ آنا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ میں واقع ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح حدیبیہ کر رکھی تھی، جس میں شرط یہ تھی کہ جو مکہ سے مدینہ آئے گا اسے لوٹانا ہوگا۔ اگرچہ وہ مسلمان ہو چکا ہو۔ لیکن آج کل یہ صورت نہ ہوگی۔ بلکہ یہ تو مشروط صورت میں تھا جیسا ابو داؤد نے فرمایا ہے اور جو قاصد ہیں ان کا حکم دوسرا ہے۔ آپ دیکھ ہی تو رہے ہیں کہ آپ نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں سے کچھ بھی تعرض نہیں فرمایا۔ حالانکہ انہوں نے آپ کے سامنے کہا: کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔

بیز آپ کی سنت طیبہ یہ تھی کہ اگر آپ کے دشمن آپ کے کسی صحابیؓ سے معاہدہ صلح کر لیتے تو آپ اس معاہدہ کو (محدود حد تک) جاری رکھتے۔ جیسے کہ حضرت حذیفہؓ اور ان کے والدین (کنانہ) سے معاہدہ کر لیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کے خلاف جنگ نہ کریں گے۔ تو آپ نے اسے جاری رہنے دیا۔ اور فرمایا کہ تم دونوں واپس جاؤ جو ہمد کیا ہے اُسے پورا کرو اور ہم کافروں کے مقابلہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں۔

قریش نے آپ سے دس سال کے لیے معاہدہ (جنگ بندی) کر لیا اور یہ بھی شرط رکھ

دی کہ جو بھی مسلمان ہو کر (مدینے) جائے اسے واپس کرنا ہوگا اور جو (مدینے) سے (مکہ) آئے اُسے وہ واپس نہ کریں گے۔ مردوں اور عورتوں کے متعلق یہ الفاظ عام تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے متعلق یہ سبق منسوخ فرمادی اور صرف مردوں کے حق میں رہنے دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو حکم دیا کہ اگر ان کے پاس کوئی عورت آجائے تو اس کا امتحان لو۔ اگر اسے مومنہ سمجھو تو اسے کفار کی طرف واپس نہ کرو۔

اور کفار کے نکاح حسب سابق برقرار رہیں گے، انہیں باطل نہ کیا جائے گا اور ہمارے مسلمان عورت کو کفار کی طرف واپس کرنا جائز نہ ہوگا اگرچہ (کسی معاہدے) میں یہ شرط بھی لگا دی جائے نیز مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

خیبر کے یہود سے معاملہ

کافروں، منافقوں اور دوستوں سے آپ کا برتاؤ

اہل خیبر پر غلبہ اور فتح حاصل کرنے کے بعد آپ نے ان سے معاہدہ کیا کہ وہ جلا وطن ہو جائیں گے۔ البتہ اپنے اونٹوں پر لاد کر جتنا سامان لے جاسکتے ہوں لے جائیں، باقی زرہ نقد، اور سلاح جنگ آپ کی ملکیت ہوں گے۔

معاہدہ صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ کوئی چیز نہ چھپائیں نہ غائب کریں، اگر ایسا کیا تو پھر نہ وہ مسلمانوں کے ذمہ میں رہیں گے نہ معاہدہ صلح قائم رہے گا، لیکن انہوں نے ایک مشک غائب کر دی جس میں حی بن اخطب کا مال تھا جسے وہ بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت اپنے ساتھ خیبر لے آیا تھا۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حی بن اخطب کے چچا سعید سے فرمایا:

حی جو مشک بنو نضیر سے لایا تھا، اس کا کیا ہوا؟

وہ کہنے لگا: وہ رات کو خراجات اور جنگوں میں ختم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا معاہدے کو اچھی دین ہی کتنے ہوئے ہیں اتنا زیادہ کیسے خرچ ہو گیا، حالانکہ حی بنو قریظہ کے ساتھ ہی قتل ہو گیا تھا، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زبیر کے حوالے کیا تاکہ اسے مجھ سے رکھ رکھیں، انہوں نے اس پر سختی کی تو انہوں نے ایک خرابے کی نشان دہی کی چنانچہ صحابہؓ وہاں گئے، تلاش کیا تو انہیں مشک مل گئی، ان کی ہمد شکنی کے باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حقیقت کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا ان میں ایک حی بن اخطب کی لڑکی صفیہ کا شوہر تھا۔ ان کی لڑکوں اور بچوں کو غلام بنا لیا اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیئے اور خیبر سے انہیں

نکلانے کا فیصلہ فرمایا، اس موقع پر یہود نے کہا۔ آپ ہمیں یہیں رہنے دیجئے۔ ہم اس علاقہ سے خوب واقف ہیں، زمین کی کاشت کریں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کے پاس اس قدر آدمی بھی نہ تھے جو یہ ذمہ داری اٹھا سکتے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علاقہ اس شرط پر ان کے سپرد کر دیا کہ اس زمین میں جو پیداوار ہوگی اس کا نصف مسلمانوں کو اور نصف انہیں ملے گا اور جب تک آپ چاہیں گے، یہ لوگ یہاں آباد رہیں گے۔ بنو قریظہ کی طرح ان کا قتل عام نہ کیا، کیونکہ گو عہد شکنی میں سب شریک تھے، لیکن یہ لوگ ایسے نہ تھے جن کو مشک کا علم تھا جنہوں نے اسے پوشیدہ کر دیا تھا، اور جنہوں نے خود شرط لگائی تھی کہ اگر پتہ چل جائے تو عہد شکنی کی رو سے وہی لوگ قتل کیے جائیں چنانچہ تمام اہل خیبر کو یہ سزا نہیں دی گئی، کیونکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہو چکا تھا کہ سب کی مشک کا علم سب کو نہ تھا اور یہ ایک خرابے میں تھی۔

یہ اس ذمی یا معاہدہ کی مثال ہے جو عہد شکنی کرے اور دوسرے افراد عہد شکنی پر نائل نہ ہوں۔ کیونکہ عہد شکنی کا حکم اس سے مختص سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد زمین کو نصف کاشت پر دنیا مساقات و مزارعت کے جواز کی دلیل ہے اور اگر کھجور کا درخت ہو پھر بھی اس صورت پر کچھ اثر مرتب نہ ہو گا۔ نیز اس واقعہ سے یہ وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ مالک زمین کی جانب سے بیج دینا بھی شرط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک حصہ پر مصالحت کی اور انہیں بیج نہیں دیا اور نہ (بعد میں) اپنے انہیں کبھی بیج بھیجے۔ چنانچہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ (مزارعت) میں اگر یہ کہا جائے کہ بیج عامل کی طرف سے ہوں گے۔ تو یہ مالک زمین کی جانب سے ہونے کی بجائے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ یہی طریقہ اہل خیبر کے متعلق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور صحیح مسلک یہ ہے کہ بیج عامل اور مالک زمین دونوں کی جانب سے ٹھیک ہے، کسی کو مختص قرار دینا ضروری نہیں اور جن لوگوں نے بیج مالک زمین کی جانب سے لازم قرار دیا، ان کے پاس مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنے کے سوا کوئی دلیل نہیں، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ مضاربت میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اصل زر مالک کی جانب سے ہو گا اور محنت مضاربت کی جانب سے ہوگی۔ اس لیے مزارعت میں یہی صورت ہوگی، اسی طرح مساقات میں بھی یہی صورت رواجی جائے گی کہ درخت ایک کی جانب سے ہوں گے اور محنت دوسرے کی جانب سے ہوگی۔ حالانکہ یہ قیاس حق میں

ہونے کی بجائے خلاف زیادہ ہے، کیونکہ بیع مضاربت میں اصل زر مالک کے پاس ٹوٹ جاتا ہے اور منافع تقسیم ہوتا ہے اور اگر مضاربت میں یہ بھی یہی بات مشروط قرار دے دی جائے تو بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ انہوں نے بیع کو اصل زر کے قائم مقام نہیں بنایا بلکہ اسے تمام سیزنیوں کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ اس لیے مزاحمت کو مضاربت پر قیاس کرنا غلط ہے۔

آخر کار جب آپ نے یہود کو خیبر میں قیام کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ ہر سال ایک اندازہ کرنے والا ہوا بھیجتے جو پیداوار کا اندازہ کرتا اور معاہدہ کے بعد مسلمانوں کا حصہ الگ کر دیتا، باقی پر تصرف میں وہ آزاد ہوتے، اور ایک ہی اندازہ کرنے والا کافی ہوتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کھجور کے پھلوں کی طرح دوسرے پھلوں کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خیبر کا مال لینے کے لیے تشریف لے گئے۔ یہود نے انہیں انیادوی اور مکان سے نیچے گرادیا۔ اور مال لینے سے روکا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں شام کی طرف خارج کر دیا اور صلح حدیبیہ میں شریک (صحابہؓ) پر خیبر کا علاقہ تقسیم کر دیا۔

عقدہ ذمہ اور جزیرہ وصول کرنے کے متعلق آپ کی سنت طیبہ | سال سورہ برآة

نازل ہونے سے قبل تک آپ نے کفار سے جزیرہ وصول نہیں کیا، جب جزیرہ کی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے مجوسیوں، اہل کتاب اور نصاریٰ سے جزیرہ وصول فرمایا؛ اور حضرت مغاذ کو کین کی طرف ارسال فرمایا۔ انہوں نے ایسے یہودوں پر جزیرہ عاید کیا جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور انہیں اپنی حفاظت میں لینے کا معاہدہ کر لیا، البتہ خیبر کے یہود سے کچھ نہیں لیا۔ چنانچہ بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ اہل خیبر کے لیے یہ مخصوص حکم کہ ان سے جزیرہ نہ لیا جائے۔ یا تو تمام اہل کتاب سے لیا جائے، اصل میں یہ سیر و معازی میں عدم فقہائیت کی علامت ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقاتلہ فرمایا اور پھر ان سے اس طرح مصالحت کی کہ جب تک آپ چاہیں وہ یہاں آباد رہ سکتے ہیں اور ابھی جزیرہ کا حکم نازل بھی نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ نزول حکم جزیرہ سے قبل ہی ان سے وقوف خیبر اور صلح کا معاہدہ طے پاچکا تھا۔ چونکہ ان میں معاہدہ چلا آ رہا تھا اور یہ لوگ ایک مقررہ حصہ پر خیبر کی زمین پر کام کر رہے تھے اس لیے ان سے اس کے سوا اور کچھ مطالبہ نہ ہوا اور دوسرے اہل کتاب پر جزیرہ ادا کیا گیا۔

جن کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہ تھا۔ جیسے بحران کے عیسائی، یمن وغیرہ کے یہود اور جب حضرت عمرؓ نے انہیں شام کی طرف ملک بدر کر دیا تو خیر کی زمین کی کاشت وغیرہ کے متعلق سابق معاہدہ بھی بدل گیا اور یہود خیر کی حیثیت بھی دوسرے اہل کتاب کی سی ہو گئی۔

جب جزیرہ کا حکم نازل ہوا تو آپؐ نے مجوسیوں، یہودیوں اور عیسائیوں یعنی تین گروہوں سے جزیرہ وصول فرمایا اور بت پرستوں سے جزیرہ وصول نہیں کیا۔ اس لیے بعض کے خیال میں مذکورہ لوگوں کے علاوہ باقی کفار سے جزیرہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ بعض کا خیال ہے کہ اہل کتاب اور دیگر کفار سے بھی جزیرہ وصول کیا جائے گا اور عرب کے بت پرستوں کے سرِ عجم کے بت پرستوں سے بھی (جزیرہ وصول کیا جاسکتا ہے) پہلا قول امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا ہے اور دوسرا قول ابو حنیفہ کا ہے اور دوسری روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اسی کے موید ہیں۔ دوسرے قول کے حامی کہتے ہیں کہ آپؐ نے عرب کے بت پرستوں سے جزیرہ وصول نہیں کیا۔ کیونکہ یہ حکم نازل ہونے سے قبل عرب کے تمام بت پرست اسلام لائے تھے اور وہاں کوئی بھی بت نہ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپؐ نے تبوک میں عیسائیوں کے ساتھ جہاد کیا۔ اگر سرزمین عرب میں مشرکین ہوتے تو اتنی دور جانے کے بجائے مشرکین عرب سے جہاد کرنا زیادہ اولیٰ تھا، جو شخص تاریخ غزوات اسلام کا ریزا آشنا ہے وہ یہ آسانی سمجھ لے گا کہ معاملہ یوں ہی تھا۔ پس ان سے جزیرہ اس لیے نہیں لیا گیا کہ جن سے (جزیرہ) لینا تھا، ان کا وجود ہی مفقود ہو چکا تھا۔

البتہ آپؐ نے مجوسیوں سے جزیرہ لیا ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ ان کے پاس کوئی (آسمانی) کتاب بھی ہے۔ یہ مرفوع روایت ہے، ایسی روایت صحیح نہیں قرار نہیں جاسکتی، نہ اس کی سند صحیح ہے، آتش پرستوں اور بت پرستوں میں کچھ فرق نہیں، بلکہ بت پرست آتش پرستوں کی نسبت قدرے بہتر ہیں وہ اس سلسلہ دین ابراہیم سے تسک ظاہر کرتے تھے اور آتش پرست ابراہیم خلیل اللہ کے علانیہ دشمن تھے۔ جب ان سے جزیرہ لیا گیا تو بت پرستوں سے جزیرہ لینا زیادہ اولیٰ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جیسا صحیح مسلم میں منقول میں منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ جب مشرکین میں سے کسی دشمن سے دو چار ہو تو اسے تین میں سے کسی کی دعوت دو۔ اگر وہ ان میں سے کسی کا انتخاب کر لے تو اسے قبول کر لو اور جنگ نہ کرو پھر آپؐ نے

ان تینوں باتوں کی وضاحت فرمائی کہ :-

- (۱) اسلام کی دعوت دو،
- (۲) یا جزیہ ادا کرنے کا حکم دو،
- (۳) یا پھر جنگ کرو،

علاوہ ازیں حضرت مغیرہؓ نے کسریٰ کے عامل سے بھی فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے جنگ کریں۔ یہاں تک کہ تم اللہ کی عبادت کرو یا جزیہ ادا

کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قریش سے فرمایا تھا کہ کیا تم عرب ایک ظلمہ کا اقرار کر لو گے؟ کہ جس کی وجہ سے تم سے تمہیں جزیہ دیا کریں گے؟ وہ کہنے لگے وہ کلمہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

جب آپ تبوک سے واپس ہوئے تو اہل روم سے مقابلہ ہوا اور جزیہ پر ان سب سے مصالحت کر لی گئی۔ نیز اہل بصران کے نصاریٰ سے دو ہزار پارچہ جات پر مصالحت فرمائی کہ نصف صفریں اور باقی رجب میں مسلمانوں کو ادا کریں گے اور مسلمانوں کو عاریتہ تیس زینیں تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے تیس ہتھیار دیں گے، جن سے مسلمان جہاد کریں گے۔ اور مسلمان ان چیزوں کے ضامن بھی ہوں گے، یہاں تک کہ وہ انہیں لوٹا دیں، نیز یہ کہ ان کی عبادت گاہیں نہیں گرائی جائیں گی نہ ان کے پادریوں کو باہر نکالا جائے گا، نہ انہیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ کوئی شرارت نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرارت یا سود و ربا سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے اگر یہ عہد مشروط ہو، اور جب حضرت معاذ کو آپ نے یمن کی طرف بھیجا تو حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے معافی لے لو اور معافی یمن کے کپڑوں کی ایک قسم ہے۔ یہ اس پر شاہد ہے کہ جزیہ کی جنس اور مقدار مقرر نہیں۔ کپڑے، سونا، زیورات، ہر چیز جائز ہے اور مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق اس کی مقدار میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور امارت و افلاس کا لحاظ بھی تفاوت ہو سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے عرب و عجم کے جزیہ میں تفریق نہیں فرمائی بکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے نصاریٰ سے بھی

جزیرہ لیا۔ اور بحر کے ان مجوسیوں سے بھی وصول فرمایا جو عرب تھے۔ کیونکہ عرب ایک ایسی قوم ہے کہ جس کے پاس (الہی) کتاب نہ تھی اور ہر گروہ اپنی پڑوسی قوموں کے دین پر عمل رہا تھا چنانچہ بحرین کے عرب جو سی تھے کیونکہ ان کے پڑوس میں فارس کا علاقہ تھا اور شموخ بہر اور تنو لقلب سوم کے پڑوسی ہونے کے باعث عیسائی تھے اور یمن کے قبائل یہودیوں کی مجاورت کے باعث یہودی تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جزیرہ کے احکام نافذ فرما دیے اور ان کے اباؤ و اجداد کا اعتبار نہیں کیا نہ اس بات کا جہاں فرمایا کہ یہ لوگ دین اہل کتاب میں کب داخل ہوئے؟ آیا نسخ اور تبدیلی سے قبل داخل ہوئے یا بعد میں اور حضرت مہاذ کا قول کہ ہر بالغ سے ایک دینار لینا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بچے اور عورت سے جزیرہ لیا جائے گا۔

کفار اور منافقین کے ساتھ آپ کی سنت لعنت سے وفات تک

ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے وحی

فرمائی:-

اپنے رب کے نام سے پڑھو، جس نے پیدا کیا: یہاں نبوت کا آغاز تھا۔ اس لیے دل میں پڑھنے کا حکم دیا، دوسروں کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا: پھر آیت نازل فرمائی:-

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ - یعنی: اے کلمی والے اٹھ اور ڈرا۔

شروع میں اِذَاء: پڑھ کے فرمان سے متنبہ کیا اور پھر يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کا حکم نازل

کر کے فرمایا اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اس کے بعد اپنی قوم کو ڈراؤ، پھر ان کے پیاروں

طرف کے عربوں کو ڈراؤ، پھر عرب قاطبہ کو ڈراؤ، پھر تمام جہان والوں کو ڈراؤ۔ چنانچہ آپ

لعنت کے بعد دس سے کچھ زیادہ برس بغیر جنگ یا جزیرہ کے تبلیغ فرماتے رہے اور آپ کو

خاموشی، صبر اور درگزر کرنے کا حکم دیا جاتا رہا۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کی اجازت ملی

اور قتال کی بھی اجازت ملی گئی۔ پھر فرمایا، جو آپ سے لڑے اس سے آپ مقاتلہ کریں اور جو

الگ ہو جائے اس سے رک جائیں، اس کے بعد مشرکین کے قتال کا حکم فرمایا تا آنکہ دین صرف

اللہ کا ہی رہ جائے۔ اب جہاد کی اجازت کے بعد کفار کی تین قسمیں ہو گئیں۔

(۱) مصالحین و معاہدین۔

(۲) دوسرے اہل حرب۔

(۳۱) تیسرے اہل ذمہ۔

اس لیے آپ کو حکم ملا کہ مصالحن و معاہدین سے ہمد پورا کیا جائے اور جو عہد توڑ دے اس سے مقاتلہ کیا جائے اور جب سورہ برات نازل ہوئی تو ان تینوں اقسام کے متعلق احکامات واضح کر دیے گئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اہل کتاب میں سے دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ بخریہ دیں یا اسلام قبول کر لیں۔ کفار، منافقین کے خلاف مقاتلہ اور سختی کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے کفار کے ساتھ تلوار اور نیزے کے ساتھ کیا اور منافقین کے ساتھ دلیل اور زبان سے جہاد کیا اور کفار کے معاہدوں سے اعلان بیزاری کا حکم دیا اور معاہدین کو تین حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک قسم کے ساتھ قتالی کا حکم دیا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے عہد شکنی کی، اپنے وعدے پر قائم نہ رہے، ان سے آپ نے جنگ کی اور ان پر غالب آکر رہے۔ معاہدین کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے عہد شکنی نہ کی۔ اور نہ ان کے معاہدے وقتی تھے اور نہ انہوں نے عہد شکنی کی اور نہ آپ نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ ان کے متعلق معاہدوں کی میعاد پوری کرنے کا حکم دیا گیا۔ تیسری قسم وہ بھی جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا اور نہ انہوں نے آپ سے جنگ کی۔ یا ان کے معاہدے مطلق تھے۔ آپ انہیں چار ماہ کی مہلت دی۔ جب یہ مدت پوری ہوگئی تو آپ نے ان سے مقاتلہ کیا۔ منافقین کے متعلق آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہر اعمال کو قبول کرنے اور باطن کے حالات اللہ کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ اور اس بات کا حکم دیا کہ ان سے علم اور دلیل سے مجادلہ کیا جائے اور ان سے اعراض کرنے اور سختی کرنے کا حکم فرمایا اور اچھے انداز سے انہیں سمجھانے کا حکم دیا اور ان کا جنازہ پڑھنے اور ان کی قبور پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر ان کے لیے بخشش طلب کرو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ کفار اور منافقین کے متعلق آپ کی سیرت طیبہ یہ تھی :-

صحابہ اور اپنی جماعت کے متعلق آپ کی سنت طیبہ

ان لوگوں کے ہمراہ رکھو جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ اس کی (رضاً) چاہتے ہیں اور انہیں معاف کرنے مختلف امور میں ان سے مشورہ لیتے اور ان کے حق میں دعا کرنے کا حکم دیا۔ اور نافرمانوں سے علیحدہ ہونے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں اور آپ کی اطاعت کریں جیسے کہ آپ نے تین بیچھے رہنے والوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ نیز حکم دیا کہ جو آپ سے

سے برائی کرے اس کے احسان سے اور جہالت کے حکم سے اور ظلم کا عفو سے اور قطع رحمی کا صلہ
 رحمی سے بدلہ دیں۔ نیز بتا دیا کہ اگر آپ نے یہ کام کیے تو آپ کے دشمن بھی گھر سے دوست بن
 جائیں گے اور جناب میں سے دشمنوں کے دفع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور یہ تمام
 اخلاقِ حسنہ سورہ اعراف، مومنین اور حم السجدہ کی آیات جمع کر دیتے۔ چنانچہ سورہ اعراف
 میں فرمایا:

خذ العفو و امر بالمعروف و اعراض عن الجاهلین و اما نینزع عنک من
 الشیطان نزعاً فاستعذ بالله انه سبیع علیہ۔

اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے جہلاء کے شر سے بچنے کے لیے ان سے اعراض کرنے اور
 اور شیطان کے شر سے بچنے کے لیے پناہ مانگنے پر حکم دیا اور اس آیت میں اخلاقِ حسنہ کی تمام
 باتیں جمع فرمادیں، اور سورہ مومنین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْبِي مَا يُوْعَدُ وَنْ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ه وَاِنَّا
 عَلٰى اَنْ تُرِيْبِكَ مَا لَعَدُّهُمْ لِقَادِرُوْنَ ه اِذْ فَعَّ بِالسَّيِّئَةِ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ط
 غَنَّ اَعْنَهُ بِمَا يَصِفُوْنَ ه وَقُلْ رَبِّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هٰذَاتِ الشَّيْطٰنِيْنَ ه وَا
 اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّخْفُرُوْنَ۔

یعنی، تو کہہ اے رب، کبھی تو دکھا دے مجھ کو، جو ان کو وعدہ ملتا ہے، تو اے
 رب مجھ کو نہ کر لو، ان گناہ گار لوگوں میں اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھا دیں
 جو ان کو وعدہ دیتے ہیں، بری بات کے جواب میں وہ کہ جو بہتر ہے، ہم خوب
 جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں، اور کہ اے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں
 کی چھڑ سے اور پناہ تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں۔
 اور سورہ حم السجدہ میں فرمایا:۔

وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِذْ فَعَّ بِالسَّيِّئَةِ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ
 وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاٰنَةٌ وَاٰلِيْ حَمِيْمٍ ه وَمَا يُلْقٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا
 يُلْقٰهَا اِلَّا اِذْ وُحِّطَ عَظِيْمٍ ه وَاِمَّا يَنْزِعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَوْعًا فَاسْتَعِذْ
 بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

یعنی اور برابر نہیں نیکی نہ بدی۔ جواب میں تو کہہ اس سے بہتر، پھر جو تو دیکھے تو جس

میں تجھ میں دشمنی تھی، جیسے دوست دار ہے ناتے والا۔ اور یہ بات ملتی ہے۔
 انہیں کہ جو سہارا رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔
 اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی بے شک وہی
 ہے سنا جانتا۔

اس طرح مذکورہ انداز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانوں، جنوں، مسلمانوں اور کافروں
 کے برتاؤ کے معاملہ میں سیرت طیبہ بیان ہو گئی۔

آنحضرت کے غزوات اور سرایا

بدر کا عظیم اور تاریخی معرکہ

اسلام کا پہلا لشکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا لشکر ہجرت کے ساتویں ماہ رمضان کے مہینہ میں ارسال فرمایا جس کا پرچم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے لیے تھا۔ یہ چھنڈا رنگ کا تھا اور ابو مرثد کناز بن حصین غنوی نے اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے ہاجرین میں سے تیس صحابہ کو نشانے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ میں ارسال فرمایا، جس میں ابو جہل تین سو آدمیوں کے ہمراہ آیا تھا، چنانچہ یہ لوگ سمندر کے کنارے درختوں کی جانب سے پہنچے اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن محمد بن عمرو حبشی اس طرف اور اس طرف دونوں گروہوں کا حلیف تھا۔ اس نے کوشش کر کے یح بچاؤ کر دیا۔ جنگ نہ ہوئی۔

وادئ الریح میں مقابلہ

پھر ہجرت کے آٹھویں ماہ شوال کے آخر میں عبیدہ بن حرت بن عبدالمطلب کی سرکردگی میں ایک چھپے ٹاسا لشکر وادئ الریح کی طرف روانہ فرمایا۔ اس کے بھی سفید چھنڈا تیار کیا گیا۔ اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا، بلکہ ہاتھ کی تعداد میں صرف ہاجرین ہی تھے اور ابوسفیان بن حرب سے حجیفہ کے مقام سے دس میل دور وادئ الریح میں مقابلہ ہوا جس کے ہمراہ دوسو آدمی تھے۔ اس جنگ میں تیر اندازی ہوئی، تلوار نہ چلی، نہ باقاعدہ جنگ ہوئی۔ اسے صرف بڈ بھیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص وہاں موجود تھے۔ اللہ کے راستہ میں انہوں نے پہلے تیر مارا۔ پھر دونوں فریق واپس چلے گئے۔

وادئ نخلہ میں

پھر ہجرت کے تترہویں مہینے رجب میں آپ نے عبداستہ بن حبش اسدی کو وادئ نخلہ کی طرف بارہ آدمیوں کے ہمراہ ارسال فرمایا۔ دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے چنانچہ قریش کے ایک قافلے سے جنگ کے لیے یہ لوگ وادئ نخلہ میں پہنچ گئے۔ اس سریرہ میں عبداستہ بن حبش

میر المؤمنین کا نام دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک مکتوب لکھ کر دیا، اور فرمایا، دو دن سے پہلے سے نہ کھولنا، اس کے بعد اسے کھول کر پڑھنا، صاحب مکتوب مبارک کھولا تو اس میں تحریر تھا کہ جب تم میرے مکتوب کو پڑھنا تو چلتے جانا اور مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں ٹھہرنا اور قریش کے قافلے برکھات لگا کر بیٹھنا اور ان کے حالات سے اطلاع دینا (عبداللہ بن جحش) نے کہا لیسو چشم، پھر اپنے ساتھیوں کو مکتوب مبارک کے مضمون سے آگاہ کیا اور بتایا وہ انھیں مجبور نہیں کرتے، جو شہادت کا طلب گار ہو، وہ چل پڑے اور جو موت سے ڈرتا ہو، وہ لوٹ جائے، اور میں تو آگے قدم بڑھا رہا ہوں، چنانچہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن غزوہ کی سواری کا اونٹ کم ہو گیا۔ وہ اس کی تلاش میں پچھے رہ گئے اور عبداللہ بن جحش دور نکل گئے۔ آخر وادی نخلہ میں اترے اور قریش کا قافلہ کشمش اور کھالیں اور تجارتی سامان لے کر گزرا۔ عمرو بن حضرمی، عبداللہ بن مغیرہ کے دونوں اڑکے عثمان اور نوفل بن مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان بھی اسی قافلے میں تھے۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے یہ رحیب یعنی ماہِ حرام کا آخری حصہ ہے، اگر تم نے مقابلہ کیا تو شہر حرام کی توہین کی۔ اور اگر آج رات انھیں چھوڑ دیا تو یہ لوگ حرم میں داخل ہو جائیں گے۔ آخر مقابلے پر اتفاق رائے ہو گیا۔ کسی نے عمرو بن حضرمی کو تیرا اور وہ قتل ہو گیا۔ عثمان اور حکم کو گرفتار کر لیا گیا اور نوفل بھاگ گیا۔ یہ لوگ قافلے کا سامان اور دو قیدی لے کر حاضر خدمت ہوئے اور خمس نکال کر الگ کر لیا۔ اسلام میں یہ پہلا خمس اور پہلا قتل اور پہلے دونوں قیدی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے بیزاری کا اعلان کیا۔ قریش اس واقعہ سے بھڑک اٹھے انھیں موقع ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے محمد نے شہر حرام میں قتل، کو جائز قرار دیا۔ اور مسلمانوں پر بھی اس دفعہ کا سخت الزموا آخر تبارک و تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

كَيْسَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ

یعنی، تجھ سے شہر حرام کے متعلق اس میں قتال کرنے کے بارہ میں پوچھتے ہیں، کہہ دو اس میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام کا انکار کرنا اور حرم کے لوگوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ وہ بات ہے جس کو تم نے منکر سمجھا، یہ اگرچہ برائے ہے لیکن

تم نے اللہ کا کفر کیا۔ اس کی راہ سے اور اس کے گھر سے روکا اور اس کے اہل مسلمانوں کو وہاں سے دیا، نیز جس شرک پر تم قائم ہو، اور جو جو تمہاری جانب سے فتنے پیا کئے گئے، یہ ساری باتیں شہر حرام قتال سے بھی زیادہ بری ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور دشمنوں میں عدل و انصاف سے فیصلہ فرمایا، اور اپنے دوستوں کو بھی ارتکاب خطا سے بری قرار نہیں دیا، بلکہ بتایا کہ شہر حرام میں قتل کرنا بہر حال بڑا گناہ ہے لیکن جس پر مشرکین قائم ہیں وہ شہر حرام میں قتل کرنے سے بھی بڑا اور عظیم گناہ ہے۔ لہذا وہ مذمت اور سزا کے مستحق ہیں۔ اور اللہ کے دوستوں نے قتال میں (نا فرمانی) سے بلکہ تاویل سے کام لیا تھا یہ ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ انہیں تو حید، اطاعت اور معیت رسول میں ہم کے ایثار اور قربانی کے باعث معاف فرمادے گا۔

وإذا الحبيب أتى بدين واحد جاءت محاسنه بالف شفيح

اور جب دوست سے ایک گناہ سرزد ہو جاتا ہے، تو اس کے محاسن ہزار سفارشیں لے کر آجاتے ہیں؟

اس لیے انہیں ایسے مبعوض دشمن پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے جو برائی لے کر سامنے آئے اور نیکی کو سفارش بھی نہ رکھتا ہو۔

اور اسی سال شعبان کے مہینہ میں تحویل قبیلہ ہوا جس کا مفصل ذکر گزر چکا ہے۔

ابوسفیان کی سرکردگی میں قافلہ قریش

اس سال جب رمضان کا مہینہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ شام سے قریش کا ایک قافلہ آ رہا ہے۔ اسی قافلے کی تلاش میں آپ نکلے۔ جب یہ لوگ مکہ سے نکلے تو ان میں چالیس سو تھے۔ آپ نے حکم دیا تھا جس کے پاس سواری ہو وہ ساتھ چلے، لیکن یہ قافلہ بکڑا نہ جاسکا کیونکہ حیلہ سے نکل گیا۔ اوداک کے پاس تین سو اور دس سے کچھ زیادہ تعداد میں آدمی تھے۔ جن کے پاس صرف گھوڑے تھے جو زبیر بن عوام کے تھے اور مقداد بن فرس کنوی کا ایک گھوڑا تھا اور ستر اونٹ تھے ایک اونٹ پر دو یا تین آدمی سوار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی مرثد غنوی ایک اونٹ پر حضرت زید بن ان کے بڑے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام گنیشہ ایک اونٹ پر سوار تھے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ ایک اونٹ پر سوار تھے۔

اس موقع پر آپ نماز کی امامت اور اہلبیت کی حفاظت کے لیے حضرت ابن ام مکتوم کو خلیفہ منتخب کیا جب آپ روم کے مقام پر پہنچے تو ابونیا بن عبدالمنذر کو واپس کیا اور انہیں مدینہ پر عامل مقرر فرمایا۔

مصعب بن عمیر کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ نیز علی بن ابی طالب کو ایک جھنڈا اور دوسرا ایک انصاریؓ سے۔
 بن معاذ کو عطا کیا اور انہیں ایک اونٹنی پر قیس بن ابی صعصعہ کے ہمراہ سوار کر دیا۔ جب بدر کے قریب
 پہنچے تو آپؐ نے سب سے پہلے عمرو جہمی اور عدی بن رعیاء کو قافلے کی خبر لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ ادھر
 ابوسفیان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع ملی چکی تھی۔ اس نے ضمضم بن عمرو
 غفاری کو اجرت پر مکہ کی طرف بھیجا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ پر حملہ سے اہل مکہ بچاؤ سکے
 لیے پہنچ جائیں۔ جب اہل مکہ کو اطلاع ملی تو وہ جلدی سے نکل پڑے اور ابولہب کے سوا کوئی بڑا
 آدمی مکہ میں نہ کھڑا۔ کیونکہ اس پر کسی آدمی کا قرص تھا۔ نیز دیگر قبائل عرب کو بھی اطلاع کر دی گئی
 بنو عدی کے سوا قریش کا کوئی قبیلہ پیچھے نہ رہا۔ یہ لوگ قریش کے ہمراہ نہیں نکلے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی آمد کی

اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا

انصار کی طرف آل حضرت کی نگاہ امید

مہاجرین سے اس معاملہ میں بات چیت کی تو انہوں نے بہتر جواب دیا۔ پھر دوبارہ بات چیت ہوئی
 پھر بھی انہوں نے اچھا جواب دیا۔ پھر تیسری مرتبہ بات چیت فرمائی۔ پھر بھی انہوں نے اچھا جواب
 دیا۔ اس پر انصار سمجھ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد (انصار کا عندیہ معلوم کرنا ہے) سے چنانچہ
 حضرت سعد بن معاذ جلدی سے بڑھے اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول، گویا آپؐ ہم سے محبت

میں اور آپؐ کا مطلب بھی یہی لوگ تھے

انصار کا ایمان افروز اور روح پرور جواب

کیونکہ انہوں نے بیعت کی تھی کہ وہ آپؐ کو اپنے ملک میں بردہ شمن سے بچائیں گے۔ اس لیے جب
 آپؐ نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے ان کی باطنی حالت سے آگاہی حاصل کرنا چاہی۔

پھر حضرت سعد نے عرض کیا کہ انصار پر جو حق ہے۔ شاید آپؐ کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنے ملک

میں آپؐ کی مدد نہ کریں گے۔ میں انصار کی طرف سے عرض کرنا ہوں اور جواب دیتا ہوں جہاں آپؐ چاہیں

نیزہ ماریں، جوڑی چاہیں کاٹ دیں اور جو آپؐ چاہیں جوڑ دیں۔ ہمارے اموال سے آپؐ جس قدر

چاہیں لے لیں اور جو کچھ آپؐ چاہیں ہمیں دیں اور جس قدر آپؐ ہم سے مال لیں گے وہ ہمارے پاس

تھوڑے ہوئے مال سے بہتر ہوگا۔ اور جو چاہیں آپؐ ہمیں حکم فرمائیں۔ ہماری سر حرکت آپؐ کے

حکم کے تابع ہوگی۔ اللہ کی قسم اگر آپؐ عذراں کے تالاب تک جانا چاہیں تو بھی ہم آپؐ کے ہمراہ

ہوں گے۔ اور خدا کی قسم اگر آپؐ ہمیں اہل ہند میں لے چلیں تو بھی ہم آپؐ کے ہمراہ اس میں فوطہ

لگا دیں گے۔ حضرت مقداد نے عرض کیا۔ ہم آپ کو قوم موسیٰ کی طرح جواب نہ دیں گے کہ اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَاقْتُلَا اِنَّا هَلْمُنَا قَاعِدُوْنَ، یعنی تو اور تیرا پروردگار جاؤ اور لو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

بلکہ ہم تو آپ کے دائیں۔ یا میں آپ کے آگے اور تجھے ہر طرف سے جنگ کریں گے۔ دیکھ باتیں سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا اور صحابہؓ کی بھی باتیں سن کر آپ سے ارغند ہوئے۔ آپ نے فرمایا، چلو اور خوش ہو جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو گروہوں میں سے کسی ایک کے متعلق وعدہ کیا ہے اور میں نے قوم کا میدان جنگ دیکھا ہے۔ آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان ڈھلوان کی طرف چلا گیا اور ساحل مہذّر کے قریب جا پہنچا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ وہ بچ گیا ہے اور قافلہ محفوظ رہا ہے تو اس نے قریش کو لکھ بھیجا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ تم اپنے قافلے کو بچانے کے لیے نکلے تھے۔ اب تمہیں سلامتی کی خبر مل گئی۔ یہ لوگ حقیقہ کے مقام پر تھے چنانچہ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا، لیکن ابو جہل کہنے لگا کہ اللہ کا قسم ہم واپس نہ جاؤں گے بلکہ بدر پر پہنچ کر وہاں کھڑے رہیں گے۔ اور اپنے ہمراہ جو عرب میں انہیں بلائیں گے۔ اس کے بعد تمام عرب ہم سے ڈریں گے۔ آخر وہ چل پڑے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چل پڑے آخر کا شام کے قریب بدر کے چشموں کے قریب آن پہنچے۔

آپ نے فرمایا کہ منزل کہاں ہوئی چاہیے؟ حضرت خیاب بن منذر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، میں اس جگہ اور اس کے قریب واقف ہوں۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ہم اس کے قریب چلے جائیں۔ وہاں بیٹھا پانی کثرت سے ہے اور وہاں ہم اتر پڑیں گے اور کفار سے بقتل اس پر تہیہ کر کے ان کو پانی سے محروم کر دیں گے۔ دوسری طرف مشرکین نے تیزی سے پانی کی طرف پیش قدمی کی۔ آپ نے سعد بن ابی وقاص اور زبیر کو بدر کی طرف معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا، انہوں نے قریش کے دو غلام گرفتار کیے اور لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔

چنانچہ صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کے آدمی ہو؟ کہنے لگے۔ ہم قریش کو پانی پلانے والے ہیں۔ صحابہؓ نے اسے ناپسند کیا اور تمنا کی، کہ کاش یہ ابوسفیان کے قافلے میں سے ہوتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ نے ان سے پوچھا تجھے بتاؤ قریش کہاں ہیں؟

وہ کہنے لگے کہ اس ٹیلے کے پیچھے۔ آپ نے پوچھا کتنی تعداد میں ہیں؟ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے پوچھا کتنے (اونٹ) روزانہ ذبح کرتے ہیں۔ کہنے لگے کسی دن نو اور کسی دن دس۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قریش نو صد سے ایک ہزار تک ہیں۔ اسی شب کو اللہ تعالیٰ نے بارش فرمادی، مشرکین کے لیے بارش مصیبت بن گئی اور انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور مسلمان چونکہ ریت کے ٹیلے پر تھے، انھیں پاک بنا دیا۔ زمین کو ہموار اور ریت کو سخت بنا دیا جس پر پاؤں چم نسلکتے تھے اور صحابہ کے تلوپ کو ڈھارس دی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پانی کی طرف بڑھے اور رات کے ایک حصہ میں اس پراترے اور حوض نہالے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ٹیلے پر خمیہ لگا دیا

صنادید کفار کی قتل گاہ کی نشان دہی کیا جہاں سے میدان جنگ خوب نظر آتا تھا اور

پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے بتا دیا:

یہ فلاں کی قتل گاہ ہے، اور یہ فلاں کی قتل گاہ ہے اور یہ فلاں کی قتل گاہ ہے انشا اللہ۔ چنانچہ آپ کی نبائی سہل حکیموں سے ذرا بھی وہ ادھر ادھر نہ ہوا۔ جب قریش آگے بڑھے اور دونوں لشکر نظر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

اے اللہ یہ قریشی گھوڑوں اور غرور و نخوت سمیت کچھ سے لڑنے اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے آئے ہیں۔

پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا شروع کر دی۔

”اے اللہ جو وعدہ تو نے محمد سے کیا ہے اسے پورا کر۔ میں تیرے وعدہ اور عہد کو دہراتا ہوں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، خوش ہو جائیے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس کی قسم اللہ تعالیٰ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا۔

اور مسلمانوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی اور انتہائی خشوع و خضوع سے مدد چاہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس لیے ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں جلدی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف بھی وحی فرمائی کہ میں آپ کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد بھیج رہا ہوں

آنحضرتؐ کا اپنے رب کے راز و نیاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں ایک درخت کی جڑ کے قریب نماز پڑھتے ہوئے شب گزار دی۔ ہجرت کے

دوسرے سال رمضان کی سترھویں تاریخ جمعہ کی رات کا یہ واقعہ ہے، صبح سوئی تو قریش اپنے دستوں کے ہمراہ سامنے آئے اور دونوں جماعتوں نے صف بندی کی حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ نے دونوں جماعتوں میں مصالحت کی کوشش کی اور قریش سے کہا کہ واپس چلے جاؤ اور جنگ نہ کرو۔ ابو جہل نے انکار کیا۔

آخر ابو جہل نے عمرو بن حضری کے بھائی کو عمرو کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اکسایا، وہ چڑیا ہائے عمرو... قوم (قریش) کو جوش آگیا، اور لڑائی چھڑ گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفیں درست فرمائیں اس کے بعد آپ اور ابو بکر خیمے کی جانب تشریف لے آئے اور انصار کی جماعت کے ہمراہ حضرت سعد بن معاذ خیمے کے دروازے پر پہرہ دینے لگے۔ اتنے میں عتبہ، اس کا بھائی شیبہ اور ولید بن عتبہ نکلے اور مقابلے کے لیے آواز دی۔ ان کے مقابلے کے لیے انصار میں سے تین صحابہؓ حضرت عبداللہ بن رواحہ اور عسراء کے دونوں لڑکے معاذ اور عوف سامنے آئے۔

قریش نے پوچھا، تم کون ہو؟ کہنے لگے انصار میں۔ وہ کہنے لگے، تم شریف لوگ ہو لیکن ہم تو اپنے نبیؐ کو مقابلے میں بلاتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت علیؓ، عبیدہ بن حرت اور حمزہؓ میدان میں آگئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے مقابل ولید کو اور حضرت حمزہؓ نے اپنے مقابل عتبہ کو قتل کر دیا (ایک روایت میں شیبہ ان کا مقابل تھا) حضرت عبیدہ بن حرت زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حمزہؓ نے ان کے مقابل پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھالائے، ان کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ ان پر بیہوشی سی طاری ہو گئی اسی حالت میں وفات پا گئے۔

پھر بار دھار شروع ہوئی اور جنگ کی ہلکی تیز ہو گئی۔ میدان کا رزار گرم ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا و عجز میں اور اپنے پروردگار کے ذکر میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے چادر گر گئی۔ حضرت صدیق نے اسے دوبارہ ڈال دیا اور عرض کیا آپ کی دعائیں سن رہے ہیں خدا یقیناً آپ سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار غنودگی سی آگئی۔ حالت حرب میں تو تم کو بھی غنودگی سی آگئی۔ آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے ابو بکرؓ، خوش ہو جاؤ، یہ جبریل ہیں۔ اللہ کی نصرت آگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کو نازل فرما دیا، اپنے رسول اور مومنوں کی مدد فرمائی اور مشرکین کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے پر انھیں قدرت دی، چنانچہ صحابہؓ نے شرک

قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا۔

جب دقرش نکلے بھتے تو انہیں اپنے اور نبی کنانہ کے درمیان دشمنی کا خیال ہوا، چنانچہ ابلیس سراقہ بن مالک مدحی کی شکل میں ان کے پاس آیا (سراقہ) نبی کنانہ کا ایک بڑا سردار تھا، کہنے لگا، آج تم پر کوئی آدمی بھی غالب نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارے ہمراہ رہوں گا تاکہ نبی کنانہ تمہیں کچھ بھی ایذا نہ دے سکے۔ وہ اس وعدہ پر شکل پڑے اور شیطان (صورتِ سراقہ) ان کے ہمراہ رہا اور عداوت ہو۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور اس اعدا کے دشمن (ابلیس) نے اعدا کا لشکر (دشمن) دیکھا جو آسمان سے نازل ہوا تھا تو اڑیوں کے بل وہاں سے فرار ہو گیا۔

(دقرش) کہنے لگے ارے سراقہ! کہاں چلے؟ کیا تم نے یہ نہ کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور مفارقت اختیار نہ کروں گا (ابلیس) نے جواب دیا، میں وہ (مخلوق) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں اعدا سے ڈرتا ہوں اور اعدا تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ ابلیس نے جب یہ کہا کہ "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے تو صحیح کہا، لیکن جب یہ کہا میں اعدا سے ڈرتا ہوں تو تھوٹ بولا ایک قول کے مطابق اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بھی ان کے ہمراہ ہلاک نہ کر دیا جائے۔ اور ظاہر معنی یہی معلوم ہوتا ہے۔ جب دشمن قریب ہو گیا اور جماعت (صحابہ) کی طرف بڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور وعظ فرمایا، اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی کہ اس طرح فتح و نصرت اور اعدا تعالیٰ کی جانب سے اجر ملے گا اور تیا یا کہ جو اعدا کی راہ میں شہید ہو گا اعدا تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی۔

چنانچہ عمیر بن حمام کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول وہ جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگی۔ آپ نے فرمایا، ہاں! انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! پس! پس! (کافی ہے)

آپ نے فرمایا، پس! پس! تو نے کیوں کہا؟ عرض کیا، اے اللہ کے رسول (میرا مطلب غلط) نہ تھا بلکہ تجھے امید ہے کہ شاید میں بھی اسی کے رہنے والوں میں سے ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا، ہاں! یہ شک تو ان کے رہنے والوں میں سے ہے۔ انہوں نے چند کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے۔ پھر کہا، اگر میں ان کے کھانے تک زندہ رہا تو پھر یہ (دنیا کی) زندگی بہت طویل ہوگی چنانچہ انہوں نے باقی کھجوریں بھینک دیں اور جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو گئے۔ یہ پہلے شہید تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگ ریزوں سے مٹھی بھر کر اور انہیں دشمن کے چہروں کی طرف پھینکا

ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھ میں مٹی نہ پڑی ہو۔ وہ اپنی آنکھوں سے مٹی نکالنے میں مصروف ہو گئے اور مسلمان انھیں قتل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

بیزاں دن فرشتے کفار کو قتل کرنے میں مسلمانوں سے بھی سبقت لے جاتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اس دن ایک مشرک کے پیچھے تیزی سے جا رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنے سامنے کوڑے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا، اسے تیز دم آگے بڑھ، پھر دیکھا تو مشرک مرا پڑا تھا۔ غور سے جو دیکھا تو کوڑے کی ضرب سے اس کی ناک ٹوٹ چکی تھی اور چہرے کا ایک حصہ پھٹ گیا تھا۔ یہ واقعہ مسکے سامنے لایا گیا تو ایک انصاریؓ نے آگے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا، تو نے سچ کہا یہ تیرے آسمان سے مدد آئی تھی۔

ابو داؤد حازنی فرماتے ہیں کہ میں ایک مشرک کے پیچھے بڑھ رہا تھا تاکہ اس کا سر قلم کر دوں، اچانک اس کا سر میری نلواری پہنچنے سے قتل ہی جدا ہو کر گر گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اسے میرے سوا کسی دوسرے نے قتل کیا ہے۔

عباس بن عبد المطلب کی گرفتاری | ایک انصاری عباس بن عبد المطلب کو گرفتار کر کے لائے عباس نے کہا کہ اشدک قسم اس نے مجھے گرفتار نہیں کیا بلکہ مجھے تو ایک انتہائی خوبصورت آدمی نے گرفتار کیا جو اعلیٰ گھوڑے پر سوار تھا اور اب وہ نظر نہیں آتا۔ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ اے اشد کے رسولؐ میں نے انھیں گرفتار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو اشد تعالیٰ نے اچھے فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد کی ہے۔ نبی عبد المطلب سے تین آدمی عباس، نوفل اور عقیل گرفتار ہوئے۔

جب لڑائی ختم ہو گئی اور قریش شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون دیکھے لگا کہ ابو جہل کا کیا بنا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے اور گرامو دیکھا۔ عفران کے دونوں لڑکوں مسعود و معاذ نے اسے مارا تھا۔ آخر مر گیا۔ (ابن مسعودؓ) نے اس کی ڈاڑھی پکڑی اور پوچھا تو ابو جہل ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آج کس کی فتح ہوئی۔ انھوں نے فرمایا، اشد اور اس کے رسول کو فتح حاصل ہوئی اور اے اشد کے دشمن اشد نے تجھے ذلیل کیا۔ بولا اور کیا ایسے آدمی پر کہ جس کی قوم نے اسے قتل کیا؟ حضرت عبید اللہ بن مسعود نے اسے قتل کر دیا اور (اس کا سر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا۔ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ نے

فرمایا، اللہ تعالیٰ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ نے تین بار یہ کلام دہرایا۔ پھر فرمایا اللہ اکبر سب تعریفیں اللہ کی ہیں، جس نے اپنا دغدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور تنہا دشمن کی جماعتوں کو شکست دی۔ پھر فرمایا، چلو مجھے دکھاؤ، میں لے آپ کو (اس کی لاش بے سر) دکھایا۔ آپ نے فرمایا، یہ اس امت کا فرعون ہے۔

اسی روز حضرت عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک خشک لہنی عطا فرمائی اور فرمایا، اس سے (رکام) ہو۔ جب حضرت عکاشہ نے اسے پکڑ کر بلا یا تو (یہ لہنی) ایک طویل انتہائی سفید تلوار بن گئی۔ یہ صحابی ہمیشہ اس سے جہاد کرتے رہے، آخر کار ابو بکرؓ کی خلافت میں فتنہ ارتداد کے موقع پر شہید ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ نے عبیدہ بن سعید بن عاص کو دیکھا، وہ ہتھیاروں میں غرق تھا اور اس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے اپنا حربہ اس کی آنکھ میں گھونپ دیا اور وہ مر گیا۔ پھر انھوں نے اپنا پاؤں حربہ پر رکھا اور اسے کھینچا اسے کھینچتے ہوئے انھیں کافی زور لگانا پڑا اور اس کی ایک طرف دہری ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حربہ طلب فرمایا انھوں نے پیش کر دیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو انھوں نے پھر اسے واپس لے لیا۔ پھر ابو بکرؓ نے ان سے مانگ لیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے لے لیا۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو پھر (زبیرؓ) نے واپس لے لیا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے لے لیا۔ جب حضرت عثمانؓ کا انتقال ہوا تو یہ حربہ آل علیؓ کے پاس آگیا، چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے لے لیا اور شہادت تک ان کے پاس ہی رہا۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہا نے رافع فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے تیر مارا تو میری آنکھ بھوٹ گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک لگایا پھر مجھے کچھ بھی تکلیف نہ رہی۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتولوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا، تم بدترین عاقدان ہو۔ تم مجھے جن طرف میں نبیؐ نے کر معوث ہوا۔ اور تم نے میری تکذیب کی اور دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے رسوا کرنے (کی کوشش کی) دوسرے لوگوں نے میری مدد کی۔ تم نے مجھے نکال دیا، اور دوسرے لوگوں نے مجھے جگہ دی۔

پھر آپ نے بدر کے کنوؤں میں سے ایک دیران کنویں کی طرف انھیں گھسیٹا اور اس میں انھیں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہو کر نام لے لے کر فرمانے لگے۔

اے عقبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ۔ اے فلاں اے فلاں کیا تم نے پایا، جو تمہارے رب کے
 تم سے وعدہ کیا تھا، البتہ میں نے حق پایا، جو تجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا۔
 حضرت عمرؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ ایک مردہ قوم سے مخاطب ہیں؟
 آپ نے فرمایا، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جاں ہے، میں جو ان سے کہہ رہا ہوں، وہ
 کلام تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب دینے کی سکت نہیں رکھتے۔
 آپ اس علاقے میں تین دن بھرے رہے اور آپ حیب بھی کسی قوم پر حملہ کرتے تو آپ
 وہاں تین دن بھر کرتے۔ اس کے بعد آپ فاتح اور اللہ کی مدد سے خوش و خرم واپس تشریف
 لاتے۔ آپ کے ہمراہ قیدی اور مال غنیمت تھا۔

جب آپ صفر پر پہنچے تو غنائم کو تقسیم فرمایا، اور نصر بن حرت بن کلابہ کی گردن ماری
 پھر آپ عرق الطیبہ اترے اور عقبہ بن ابی معیط کی گردن ماری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 فاتح اور منصور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اب تو مدینہ اور اس کے ارد گرد کا ہر دشمن آپ سے ڈرنے
 لگا۔ نیز مدینہ کے متعدد لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عبد اللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی
 بھی اس وقت ظاہری طور پر مسلمان ہوئے۔

غزوہ بدر میں تین سو دس سے کچھ زیادہ صحابہ شریک ہوئے۔ تراسی ہزار تین۔ اسی قبیلہ
 کے۔ ایک سو تتر بنو خزرج کے تھے۔ اوس کی تعداد خزرج سے کم تھی۔ اگرچہ یہ قبیلہ زیادہ قوی،
 اور صاحب شوکت تھا، اور لڑائی میں مستقل مزاج تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے گھر مدینہ سے
 باہر تھے اور جنگ کا بلاوا اچانک آگیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شوال کے مہینہ میں غزوہ بدر اور
 اس کے گرفتار شدگان سے فارغ ہوئے۔

غزوة سويق

دشمن اسلام یہودی سردار کعب بن اشرف کا قتل

غزوة سويق جب مشرکین کا گروہ ذیل، رسوا اور غمزہ حالت میں واپس گیا تو ابوسفیان نے تذر مانی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیے بغیر سر پر پانی نہ ڈالوں گا، چنانچہ دو سو سواروں کے ہمراہ نکلا اور مدینہ کے ایک جانب میدان میں آیا، وہاں ایک یہودی سلام بن مشکم کے پاس رات گزارا۔ اس نے اسے شراب پلائی اور لوگوں سے اسے پوشیدہ رکھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے کھجور کے چند درخت کاٹ ڈالے۔ ایک نصاریٰ اور ایک ان کے حلیف کو قتل کر دیا۔ پھر واپس بھاگ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی نذر مانی۔ اس کی تلاش میں تشریف لے گئے، اور قرقرۃ الکدڑ تک پہنچے، لیکن ابوسفیان بھاگ چکا تھا۔ زادراہ کی کثرت کے باعث کفار نے کافی مقدار میں ستو بھینک دیئے۔ مسلمانوں نے وہ ستواٹھا لیے۔ اس طرح اس کا نام ہی غزوة سويق پڑ گیا۔ یہ واقعہ غزوة بدر کے دو ماہ بعد پیش آیا۔

کعب بن اشرف کے واقعہ کی تفصیل اب کعب بن اشرف کا واقعہ بیان ہوتا ہے، اس یہودی کی ماں بنو نضیر سے تعلق رکھتی تھی اور یہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف و اذیت کا موجب تھا۔ اپنے اشعار میں صحابہ کی ازدواج سے تشبیب کیا کرتا تھا۔ جب غزوة بدر ہوا تو یہ مکہ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے خلاف (اہل مکہ) کو بھڑکانے لگا، پھر مدینہ لوٹ آیا اور ایسی ہی حرکتیں کرنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کعب بن اشرف کا خاتمہ کون کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔

محمد بن مسلمہ، عیاد بن بشر۔ ابونانہ حسن کا نام سلکان بن سلامہ تھا، اور یہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ حرث بن ادس اور ابو عبس بن جریبار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ

اُسے گھات سے قتل کر دیں۔

یہ لوگ رات کو حیب چاندنی کھلی ہوئی تھی گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع غرقہ تک ساتھ تشریف لے جا کر اٹھیں رخصت کیا۔ حیب وہاں پہنچے تو سلکان بن سلاقہ کو اس کے پاس بھیجا وہ بظاہر رسول اللہ سے منحرف ہو کر، اور اس کے دم ساز بن کر پہنچے۔ اور آپ کے پاؤں میں شکایتی الفاظ کہے۔ نیز کہا کہ یہ اسلحہ زمین رکھ اور میرے رفقاء کے کمانے کا بندوبست کرو، اس کے قبول کر لیا۔

سلکان اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے، اٹھیں ساتھ لے آئے۔ وہ اپنے قلعے سے باہر نکلا یہ فوراً اس پر پل پڑے اور تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ محمد بن سلمہ نے اسے قتل کر دیا، زخمی ہو کر یہ دشمن خد زور سے چھینا، جس سے ہر چہار طرف ایک دہشت سی پھیل گئی۔ ان لوگوں نے آگ جلائی اور دندا گیا۔ آخر یہ (صحابہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شب کے آخری حصہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نماز پڑھتے تھے۔ حرث بن اوس اپنے کسی ساتھی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک زخم پر لگا دیا، وہ فوراً ہی صحت یاب ہو گئے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی عہد شکنی اور خدا و رسول سے جنگ آزمائی کے باعث ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

غزوة احد

تاریخ اسلام کی اہم ترین اور فیصلہ کن جنگ

بوسفیان کی اسلام دشمنی جب اللہ تعالیٰ نے اشراف قریش کو بدر کے موقع پر قتل کر دیا، اور انہیں سابق مواقع کی نسبت بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تو ان کا بیس ابوسفیان بن حرب تھا، یہی تھا جس نے انہیں بھیجا تھا، اور غزوة سويق میں بھی یہ خود آیا تھا، در خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکتے پر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو اکسایا یا تھا، آخر کار اس نے تین ہزار کی تعداد میں فوج مرتب کر لی جس میں قریش اس کے حلیف اور دیگر گروہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے آئے تاکہ عار کے خوف سے فرار نہ ہو سکیں، اس کے بعد لشکر مدینہ کی طرف چلی پڑا۔ عینین کے مقام پر احد پہاڑ کے قریب اترا۔ یہ واقعہ ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینہ میں پیش آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ آیا مقابلہ میں مدینہ سے باہر نکلیں یا مدینہ میں ٹھہریں؟ آپ کی یہ رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جائیں اور یہیں قلعہ بند ہوں۔ اگر وہ شہر میں داخل ہو جائیں تو مسلمان ان سے لگیوں میں مقابلہ کریں اور عورتیں چھتوں پر سے۔ عبداللہ بن ابی نے اس رائے کی تائید کی۔ کیا صحابہؓ کی ایک جماعت جو بد میں شریک نہ ہو سکی تھی، انہوں نے باہر نکلنے کا مشورہ دیا اور اس پر اصرار کیا۔ عبداللہ بن ابی نے مدینہ میں ہی ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ آپ کی رائے بھی مدینہ کے متعلق تھی، اس لیے بعض صحابہؓ نے آپ کی تائید کی، بحکم یحنا کے بعد آپ اٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے اور سلاح جنگ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔

اب صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر آپ مدینہ میں ٹھہرنا پسند فرمائیں تو ایسا ہی کر لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کو مناسب نہیں کہ جب وہ باہر (جہاد) پہن لے تو پھر ہتھیار

اتار دے جب تک کہ اعدائے اس کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہؓ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ اور جو لوگ مدینہ میں رہ گئے ان کی امامت کے لیے آپؐ نے ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن مدینہ سے نکلے۔ جب آپؐ مدینہ اور احد کے درمیان پہنچے تو عبد اللہ بن ابی منافق، لشکر کا تیسرا حصہ لے لگا ہو گیا، اور کہنے لگا، تم میری مخالفت کرتے ہو اور میرے سوا دوسروں کی بات مانتے ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربروی جاری رکھی اور وادی کے ایک کنارے احد کے ایک حصہ میں آپؐ نے احد کی طرف پشت کی اور بلا اجازت لوگوں کو جنگ شروع کرنے سے منع فرمایا۔

جب بھٹے کے دن کی صبح ہوئی تو لڑائی کی تیاری کی، آپؐ کے ہمراہ سات سو آدمی تھے جن

مسلمانوں کی صف بندی اور جنگی تیاری

پچاس سوار تھے۔ آپؐ نے پچاس تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر کو امیر بنایا۔ انھیں اور ان کے رفقاء کو حکم دیا کہ مرکز سے چمٹے رہیں۔ اور اس سے ہرگز جدا نہ ہوں۔ اگرچہ پرندوں کو دیکھیں کہ لشکر کو کھائے جا رہے ہیں۔ جو لوگ فوج کے پیچھے کی جانب متعین تھے۔ آپؐ نے انھیں حکم دیا کہ مشرکین کو تیروں سے روکے رکھیں تاکہ پیچھے کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ نہ ہو سکے۔ اسی روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوزر میں پہنچے تھے۔ آپؐ نے مصعب بن عمیر کو جھنڈا عطا فرمایا۔ نیز آپؐ نے زبیر بن عوف کو ایک جانب اور منذر بن عمرو کو دوسری جانب امیر بنایا۔ اسی روز ایسے نوجوان بھی حاضر ہوئے کہ آپؐ نے جنھیں کم عمر خیال فرمایا اس لیے ٹوٹا دیا۔ عبد اللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، اسید بن ظہیرؓ، براء بن عازبؓ، زبیر بن ارقمؓ، زید بن ثابتؓ، عرابہ بن اوسؓ اور عمر دین حزام رضی اللہ عنہم ان سے تھے اور جنھیں قدرے توانا سمجھا انھیں اجازت دے دی۔ سمرہ بن جندبؓ، رافع بن خدیجؓ انھیں میں سے تھے۔ ان دونوں کی عمریں پندرہ پندرہ سال کی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جس کو پندرہ سال کی تھی اسے آپؐ نے اجازت دے دی، اور جس کی عمر اس سے کم نکلی اسے دالہ برد اور اس روز مسلمانوں کا شمار امت تھا چنانچہ ابتدائے دن میں مسلمانوں کو کفار پر فتح ہوئی اور کفار فرار ہو گئے، یہاں تک کہ اپنی عورتوں کے پاس جا پہنچے۔ جب تیر اندازوں نے دشمن کی شکست دیکھی تو اپنی جگہ چھوڑ دی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں متعین فرمایا تھا اور کہتے تھے (چلو) غنیمت، غنیمت، ان کے امیر نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد دلایا لیکن انہوں نے نبیؐ سے سنا اور سمجھے کہ مشرکین کجاگ چکے چنانچہ سرحد حال چھوڑ کر مال غنیمت

طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

مشرکین کے سواروں نے دیکھا کہ سرحد خالی ہے، وہ تیزی سے آگے بڑھے اور مسلمانوں کا حاطہ کر لیا اس کے بعد ستر صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت سے نوازا۔ صحابہؓ کے ہٹ جانے کے باعث مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے۔ اور آپ کا چہرہ انور زخمی کر دیا، اور آپ کا ایک دندان مبارک شہید کر دیا اور آپ پر پتھر برسائے۔ یہاں تک کہ آپ ابو عامر کے ایک گڑھے میں گر گئے جو اس نے مسلمانوں کے لیے کھود رکھے تھے۔ حضرت علیؓ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اپنے جسم کی اوٹ میں کر لیا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر آپ کے سامنے شہید ہو گئے۔ آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو چھنڈا دے دیا۔ آپنی خود کے دو حلقے آپ کے رخسار میں چھب گئے۔ ابو عبید بن جراح نے انھیں نکالا۔ انہی زخموں کے باعث آپ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ ابو سعید ہذلی کے والد مالک بن ننان نے آپ کے رخسار سے بہتے ہوئے خون کو چوس لیا۔

مشرکین نے خیال کیا کہ اب ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل نہیں۔ چنانچہ دس کے قریب مسلمان بیچ میں آگئے۔ آخر وہ شہید ہو گئے۔ پھر حضرت طلحہؓ نے ان سے مقابلہ کیا اور مشرکوں کو آپ سے دور ہٹا دیا۔ حضرت ابو دجانہؓ اپنی پشت کفار کی طرف کر کے آپ کے لیے ڈھال بن گئے۔ ان پر تیر برس رہے تھے اور وہ وہاں سے ملتے نہ تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اپنی جگہ پر ٹوٹا دیا اب وہ دونوں میں سے زیادہ صحت مند آنکھ بن گئی۔

جنگ کی گہما گہمی میں شیطان چنچا کہ محمد قتل ہو گیا۔ مسلمانوں پر سخت سراسیمگی طاری ہو گئی، بڑا تعداد میں وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ انس بن نصر ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ہاتھ توڑے بیٹھے تھے۔ انھوں نے پوچھا، کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟

کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے۔

انھوں نے کہا تو پھر آپ کے بعد تم زندگی سے کیا لو گے، آؤ اٹھو جس پر آپ نے ونا ت پائی تم بھی موت کو (اس پر) خوش آمدید کہو۔ اس کے بعد لوگوں کے سامنے آئے اور حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ ان سے کہنے لگے، اے سعد میں احد سے درے ہی سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (شہادت کے بعد دیکھا گیا) تو ان کے پر زخم کے ستر نشانات تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے قریباً بیس زخم کھائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی طرف تشریف لائے تو سب سے پہلے کعب بن مالک نے خود کے نیچے سے آپ کو پہچانا، اور زور سے آواز دی، اے مسلمانوں، خوش ہو جاؤ یہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ "خاموش رہو، مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے اور شعب دگھائی، میں آپ اترے تھے وہیں عام مسلمان بھی آگئے۔ وہاں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت بنی صحرہ انصاری وغیرہ بھی موجود تھے۔

جب پہاڑ کی طرف بڑھے تو رسول اللہ نے ابی بن خلف دیکھا۔ اس اللہ کے دشمن کو شک ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے قتل کر دیں گے۔ جب آپ اس کے قریب آئے تو حضرت بنی صحرہ سے حربہ لیا اور اسے مارا۔

گردن میں زخم ہوا اور اللہ کا دشمن شکست کھا کر بھاگا۔ مشرکین نے اس سے کہا، خدا کی قسم کچھ نہیں ہوا۔

اس نے جواب دیا کہ جس قدر مجھے تکلیف ہے اگر ذی مجاز والوں کو اتنی تکلیف ہوتی تو تمام واقعہ یوں ہے، کہ یہ مکہ میں گھوڑا چرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں اس پر سوار ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، تو آپ نے فرمایا، انشاء اللہ میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے جب اسے مارا تو اللہ کے دشمن کو وہی بات یاد آگئی، میں اسے قتل کروں گا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس زخم سے ضرور مر جائے گا، چنانچہ وہ مکہ کی طرف واپس ہوتے ہوئے صرف کے مقام پر مر گیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔ یہ حالت جنابت میں تھے کیونکہ جب انہوں نے آواز سنی تو اس وقت اپنی بیوی سے مشغول تھے، اسی وقت اٹھے اور جہاد میں آکر شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خبر دی کہ انہیں فرشتے غسل دے رہے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ معلوم کرو کہ ان کا کیا معاملہ ہے؟ ان کی بیوی سے صحابہ فرشتے دریا دیا کیا تو انہوں نے اصل واقعہ بتا دیا، چنانچہ فقہاء نے اسے اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ اگر جان

جنابت میں کوئی شہید ہو جائے تو فرشتوں کی افتدائے کے باعث اسے غسل دیا جائے۔

جب لڑائی بھٹی تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی، کیا تم میں محمد ہے؟ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر کہنے لگا کیا تم میں ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) ہے؟ اس پر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر رچھا کیا تم میں عمرؓ میں خطاب ہے؟ پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا، چونکہ اسے اور اس کی قوم کو معلوم تھا کہ اسلام انہی حضرات کے باعث طاقتور ہے اس لیے انہی کے متعلق دریافت کیا پھر (ابوسفیان) کہنے لگا، ان سب کا تو کام تمام ہو گیا۔

حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، فرمایا، اودشمن خدا احسن کاٹونے
ابوسفیان کے نعروں کا جواب | ذکر کیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے
 تجھے ایذا دینے کے لیے انہیں باقی رکھا ہے۔

اس کے بعد (ابوسفیان) چلایا "اے ہل او پچارہ (اعلیٰ ہل) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس کا جواب نہ دو گے؟ عرض کیا گیا، کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کہو اللہ سب سے اونچا اور بڑا ہے (اللہ اعلیٰ و اجل) پھر وہ (ابوسفیان) کہنے لگا، ہمارے پاس عزی (ایک بت کا نام جس کو یاد کر کے وہ بزرگم خولش عزت حاصل کرتے) ہے اور تمہارے پاس عزی نہیں (لنا العزی ولا نعزی لکم) آپ نے فرمایا کیا تم اس کا جواب نہ دو گے؟ عرض کیا گیا، ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو کہ ہمارا آقا اللہ ہے اور تمہارا کوئی آقا (مولا) نہیں (اللہ مولانا ولا مولا لکما) اس کے بعد ابوسفیان کہنے لگا، بدر کے دن کا یہ بدلا ہے اور جنگ کے مقابلہ میں (ہار جیت) ہوتی ہی رہتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا، نہیں یہ بات نہیں بلکہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں۔

غزوہ احد میں بھی ملائکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے روایت کیا، فرمایا کہ میں نے احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے ہمراہ دو آدمی قتال میں شریک تھے جن پر از حد سفید کپڑے تھے۔ اس سے پہلے اور بعد میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا اور صحیحین میں ابی حازم سے مروی ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا، اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا زخم کون دھور رہا تھا؟ کون پانی بہا رہا تھا اور دوا کیا کی گئی۔

حضرت فاطمہؓ زخم کو دھوری بھینسی اور حضرت علی بن ابی طالب پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا خون زیادہ نکل رہا ہے تو اٹھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا اعلیٰ اور زخم میں رکھا جس سے خون رک گیا۔

حضرت انسؓ نے کہا اے سعدؓ جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ میں اہد سے در سے ہی محسوس کروں ہوں اس کے بعد وہ میدان جنگ میں چلے گئے اور جہاد شروع کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کی لاش پہچانی نہ جاسکی۔ ان کی ہمشیرہ نے انگلی کے پوروں سے پہچانا، اور ان پر نیزے تلواروں اور تیروں کے انہی سے زیادہ نشان تھے۔

مشرکین ابتدائے دن میں ہی شکست کھا گئے۔ ابلیس چنچا، اے اللہ کے بندو، اللہ رسوا کرے۔ شکست سے واپس آؤ اور جنگ کرو۔

حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد کو مشرکین کا آدمی سمجھ کر قتل کرنے لگے۔ اٹھوں نے آواز دی، اللہ کے بندو، یہ میرے والد ہیں وہ ان کا کلام نہ سمجھے اور اٹھیں شہید کر دیا (حضرت حذیفہؓ) نے فرمایا، اللہ تمہیں بختے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھیں دیت دیا چاہی اٹھوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کی دیت مسلمانوں کو معاف کر دی اس واقعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت حذیفہؓ کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہد کے روز مجھے سعد بن ریح کی تلاش میں بھیجا، فرمایا کہ اگر تو اٹھیں دیکھے تو میری طرف سے سلام کہنا اور کہ رسول اللہ دریافت فرما رہے تھے کہ تمہارا کیا حال ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں مقتولوں میں پھرنے لگا۔ آخر میں سعدؓ کے پاس آیا ان کا دم پر رکھا، نیزوں، تلواروں اور تیروں کے بدن پر ستر نشانات تھے۔ میں نے کہا اے سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا ہے اور دریافت فرمایا ہے کہ تمہارا حال کیا ہے؟

اٹھوں نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو، ان سے عرض کرنا کہ اللہ کے رسول میں جنت کی خوشبو پارہا ہوں، اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں ایک چھپکنے والی آنکھ بھی باقی ہوئی تو زیادہ رکھو اللہ

ہاں تمہارا کوئی عذر سنانہ جائے گا۔ اسی کے فوراً بعد ان کی رُوح پرواز کر گئی۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام فرماتے ہیں، میں نے احد سے قبل بیشترین عید المنذر کو خواب میں دیکھا، کہنے لگے چند ہی روز میں تم ہمارے پاس آرہے ہو۔

میں نے پوچھا اور تم کہاں ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ہم جنت میں ہیں۔ ہمارا جہاں دل چاہتا ہے سیر کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا آپ بدر کے غزوہ میں شہید نہ ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا ایسے ابو جابر رضی اللہ عنہ یہ گواہی ہے۔

اللہ کا دشمن ابی بن خلف لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا۔ مصعب بن عمیر سامنے آئے اور مصعب شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ اور بیضہ کے درمیان گردن پر جگہ دکھی۔ آپ نے اسی جگہ حریر مارا اور وہ گھوڑے پر سے گرتا۔ اس کے دوستوں نے اسے اٹھایا، اور بیل کی طرح خرخرارہا تھا (اس کے ساتھ) کہنے لگے، یہ ذرا سا زخم ہے، پھر بھی تو اتنی لمبھی صبری دکھا رہا ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آ گیا کہ میں انصار اللہ سے قتل کروں گا۔ چنانچہ رابع میں جا کر مر گیا۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رات کے ایک حصہ میں میں وادی رابع میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک آگ نظر آئی۔ میں ادھر گیا۔ دیکھا تو ایک آدمی ایک زنجیر گھسیٹتا ہوا اس میں سے نکل رہا ہے اور پیاس پیاس چیخ رہا ہے اور ایک اور آدمی بھی نظر آیا جو کہہ رہا تھا کہ اسے پانی نہ پلانا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا ہے۔ یہ ابی بن خلف ہے۔

زہریؒ۔ عاصم بن عمرؓ اور محمد بن یحییٰ بن حبان وغیرہ

فرماتے ہیں کہ یوم اہد ابتلاء و امتحان کا دن تھا۔

یوم اہد ابتلاء اور امتحان کا دن تھا

اللہ تعالیٰ نے اسی دن مومنین کو آزمایا اور منافقین کو سراپاں کر دیا، جو محض زبان سے اظہار اسلام کیا کرتے تھے، اور دل میں کفر چھپا رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں میں جیسے چاہا شہادت کے اکرام سے نوازا۔ نیز احد کے دن قرآن کی سورہ آل عمران کی ساکھ آیات نازل ہوئیں جن کی ابتداء اس آیت سے ہوتی ہے۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ**
لِقِتَالِ آخِزَتِكَ۔

احد کا غزوہ کئی احکام و قواعد فقیر پر مشتمل ہے | ایک یہ کہ جب جہاد کا آغاز ہو جائے اور اسلحہ پہن لیا جائے اور مقابلے کا

عزم کر لیا جائے تو دشمن سے جنگ کیے بغیر واپس نہ ہونا چاہیے۔

(۲) دوسرے لشکر لے کر ان زمینوں سے گزرتا جو کہ راہ میں پڑیں اگرچہ مالک راضی نہ ہو لیکن طریقہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔

(۳) تیسرے چونکہ بالغ نہ ہوں اور جنگ کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں انھیں واپس کر دینا۔

(۴) نیز اگر امام کو زخم آجائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے اور اس کے پیچھے سب بیٹھ کر نماز پڑھیں

جیسا اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور وفات تک آپ کی یہ سنت جاری رہی۔

(۵) نیز اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو قتل کر دے تو وہ اہل نار میں سے ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے قرمان کے متعلق فرمایا، جب کہ احد کے دن اسے سخت ترین ابتلاؤں میں ڈالا گیا۔ جب اسے شدت

سے تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اہل نار

میں سے ہے۔

(۶) نیز شہید کے متعلق سنت یہ ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے۔ نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور جو

کپڑے پہنے ہو اس کے علاوہ دوسرے کپڑوں کا اسے کفن بھی نہ پہنایا جائے بلکہ انہی کپڑوں میں

اس کے زخم اور خون کے ہمراہ اسے دفن کیا جائے، ہاں اگر اس کا لباس دشمنوں نے چھین لیا ہو تو

دوسرا کفن دیا جاسکتا ہے۔

(۷) نیز اگر حالتِ جنابت میں شہادت ہو جائے تو غسل دیا جائے، جیسا ملائکہ نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔

(۸) اور شہدا کے معاملہ میں مسنون یہ ہے کہ انھیں میدان جنگ میں ہی دفن کیا جائے اور دوسرے

مقام پر منتقل نہ کیا جائے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اپنے مقتولوں کو مدینہ میں منتقل کیا تو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کرنے والے نے منادی کی کہ انھیں میدان جنگ میں واپس لوٹا دیا جائے۔

(۹) نیز ایک قبر میں دو یا تین شہداء کو بھی دفن کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک

قبر میں دو یا تین کو بھی دفن کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن جوح کو

ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دنیا میں ان کی آپس میں بہت محبت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

دنیا میں دونوں محبت کرنے والوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دو۔ پھر ایک طویل زمانے کے بعد ان کی قبر

کھودی گئی تو عبداللہ بن عمر دین حرام کا ہاتھ اسی طرح اپنے زخم پر پٹھا جیسے اٹھوں نے زندگی میں اس پر رکھا تھا۔ ان کا ہاتھ زخم سے مٹایا گیا تو فوراً خون ایلنے لگا۔ اسی پر ان کا ہاتھ پھر اسی جگہ لوٹا دیا گیا اور خون رک گیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو قبر میں دیکھا تو گویا کہ وہ سو رہے تھے اور ذرا بھی ان کی حالت میں تغیر نہ آیا تھا۔ پوچھا گیا۔ آپ نے ان کا کفن بھی دیکھا، کہتے تھے اٹھیں ایک صرت کی چادر میں دفن کیا گیا تھا جو چہرے پر آسکی اور پاؤں پر حائل (کے پودے) ڈال دیئے گئے۔ ہم نے چادر کو اسی طرح دیکھا اور حائل بھی ان کے پاؤں پر حسب سابق موجود تھی اور ان کے دفن ہونے سے اب تک چھیا لیس برس گزر چکے تھے۔

(۱۱) نیز اگر مسلمان کسی اپنے آدمی کو رغلطی سے قتل کر دیں تو امام پر بیت المال سے دیت دینا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کے والد کی دیت دینی چاہی گو حضرت حذیفہ نے دیت لینے سے احتراز کیا اور مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

(۱۱) موت کی تمنا جانز نہیں گو میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے حصول شہادت کی تمنا جانز ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ان پر روشنی ڈالی ہے، **عزوة احد میں حکم و غایات محمودہ** | وَ اِذْ خَلَدْتُمْ مِّنْ اَهْلِكَ تَتَوَمَّئِنُ

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ اَلْحَمْدُ لَہٗ اِن سائے آیات میں قصہ بیان فرمایا اور انھیں معصیت کفر و اختلاف کے انجام بد سے آگاہ کیا اور بتایا کہ جو گزند انھیں پہنچا وہ اسی وجہ سے تھا۔ پھر بتایا کہ تمہیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمہیں آزمائے اور اب تمہیں معاف بھی کر دیا ہے چونکہ اٹھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور اختلاف و افتراق کا نتیجہ دیکھ لیا تھا اس لیے اب اباب خذلان سے خوب اتف اور متنبہ ہو کر اس سے احتراز و اجتناب کرنے لگے۔

نیز یہ فائدہ ہوا کہ مومن صادق اور منافق کاذب میں امتیاز ہو گیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے عزوہ بدر میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ عطا فرمایا اور ان کی آواز بلند ہو گئی تو ظاہری طور پر اسلام میں ایسے لوگ بھی داخل ہو گئے جو باطن میں (مسلمان) نہ تھے۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اپنے بندوں پر ایک مصیبت اور محنت ڈال دے تاکہ مومن اور منافق میں فرق ہو جائے۔ چنانچہ اس عزوہ (احد) میں منافقین نے سر اٹھایا جو کچھ چھپا رہے تھے منہ پر لے آئے اور نفاق کھل کر ظاہر ہو گیا اور لوگ علانیہ کافر مومن اور منافق تین گروہوں میں بٹ گئے اور مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ خود ان کے گھروں میں بھی ان کے دشمن موجود ہیں، جو ان کے ہمراہ رہتے ہیں اور ان سے جدا نہیں ہوتے۔ چنانچہ ان کے

مقابلے کے لیے مستعد ہو گئے اور ان سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے لگے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہادت اولیاء اللہ کے اعلیٰ مراتب کی علامت ہے۔ شہداء اس کے خواص و مقربین میں شامل ہوتے ہیں۔ درجہ صدیقیت کے بعد شہادت کا ہی درجہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے بندوں میں سے شہداء کا انتخاب فرمائے۔ جو اس کی محبت و رضا کی خاطر خون بہائیں اور اس کی محبت و رضا کو اپنی جان پر بھی فوقیت دیں۔ اور اس سعادت عظیمہ کا حصول کا طریق صرف یہی ہے کہ انھیں دشمن کے تسلط میں دیا جائے تاکہ اسباب مقدرہ کے باعث وہ درجہ شہادت حاصل کریں۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا قصد فرمایا تو ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کر دیے جو ان کی ہلاکت و بربادی پر منتج ہوں۔ اور سب سے بڑا جرم یا سبب ان کا کفر و بغاوت و طغیان اور اللہ کے اولیاء کو از حد ایذا دینا اور ان سے مقابلہ الی رہے۔ ان کے گناہ و عیوب کے باعث اپنے اولیاء کو ان پر ظاہر فرما دیا اور اس سے اللہ کے دشمنوں کے اسباب ہلاکت میں اضافہ ہوا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے متعلق ذکر فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَخْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنْ يَمْسِكُ بَضْرُوحُ
فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَذَلِكَ الْآيَاتُ نُنَادٍ لِّهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَيُخَيِّدَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَهُ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيُخَيِّقَ الْكَافِرِينَ۔

یعنی کمزور نہ ہو اور نہ غم کرو۔ اور اگر تم مومن ہو۔ تو تم سر بلند ہو اگر تم کو تکلیف پہنچی تو اس طرح
(دوسری قوم کو بھی تکلیف پہنچی اور ہم لوگوں میں دنوں کو بدلتے رہتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جان میں
جو ایمان لائے اور لیں وہ تم میں سے گواہ اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی حوصلہ افزائی اور تقویت اور ان کے عزائم و مصمم کو زندگی
بخشنے کا کلام جمع فرما دیا۔ اور کفار کی زیادتیوں کے منطقی نتائج کی بنا پر پیدا شدہ حکمتوں کا تذکرہ کیا
اور اچھے انداز سے تسلیم دی۔ اس کے بعد ان کے عزائم و ہمتوں پر تویخ فرمائی کہ اس سے قبل تم
جہاد کی تمنا کرتے تھے اور جنگ میں جانا چاہتے تھے۔

فرمایا، وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْفُتُوهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ

نَنْظُرُونَ، یعنی اور تم اس سے قبل موت کی تمنا کرتے تھے، کہ اس سے ملیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حبیب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صحابہ میں شہادت کی تمنا اور شوق | صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بدر کے شہداء کے فضائل کی خبر دی، تو صحابہؓ کو شہادت کی خواہش ہوئی۔ ان کی تمنا یہ ہوئی کہ جنگ ہوتا کہ اس میں شہید ہو کر اپنے بھائیوں سے جا ملیں۔ احد کے روز اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا میں انھیں دکھا دی، تو سوائے چند کے جنھیں اللہ نے چاہا تھا شکست کھا گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی: نیز غزوہ احد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ وفات کی (اطلاع دی) کے لیے مقدمہ تھا۔ اس لیے انھیں متنبہ فرمایا اور فرار پر توجیح کی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو انھیں فرار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ان پر واجب یہ ہے کہ اس کے دین اور توحید پر قائم رہیں اور اسی پر مریں۔ بہر حال دار کو بہر حال موت آئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ رہنے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا۔ نہ وہ (صحابہؓ) اس کے لیے دنیا میں بھیجے گئے، بلکہ ان کا مقصد تو اسلام و توحید کی خاطر مرنا ہے، کیونکہ موت تو بہر حال آکر ہے گی۔ چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا زندہ رہیں اس وجہ سے جو دین سے پھر گئے ان پر اللہ تعالیٰ کی زجر نازل ہوئی جب شیطان چلایا کہ محمد قتل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ لَلْقَلْبِ لُغْلٌ
أَتَقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ لَيُصِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا وَيُجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ
یعنی، اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق گذر چکے ان سے پہلے (کئی) رسول کیا پس اگر فوت ہو جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر بیٹ جاؤ گے، اور جو اپنی ایڑیوں پر بیٹ جائے تو وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہیں دے سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس چیز کی خبر دی جس سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مدد چاہی۔ اور وہ توبہ، استغفار اور اپنے پروردگار سے دعا ہے تاکہ ان کے قدم مضبوط رہیں اور ان کے اعداء کے خلاف اللہ ان کی مدد کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔
وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتُوا رَبَّنَا بِغَيْرِ عَمَلٍ لَنَا ذُنُوبًا وَإِسْرَافًا إِنَّا فِي أَمْرِنَا
وَدَلِيلٍ أَقْدَامُنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ تَوَابًا دُونَ ذَلِكَ
وَحَسَنَ تَوَابٍ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

یعنی "اور ان کا قول یہی تھا کہ انہوں نے کہا" اے ہمارے پروردگار، ہمارے گناہ بخش دے اور
 امور میں ہماری زیادتی کو بخش دے۔ اور ہمیں ثابت قدم کر دے اور کافروں کی قوم کے مقابلہ میں ہماری
 مدد فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا اجر اور آخرت کا بہتر اجر عطا فرمایا اور اللہ احسان کرنے
 والوں کو پسند کرتا ہے۔

پھر انہیں یہ بھی بتایا کہ اللہ نے دشمنوں کے مقابلہ میں ان
 اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا | کی مدد کر کے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور وہ سچے وعدے

والا ہے۔ اس لیے اگر تم لوگ اطاعت پر چلے رہے اور رسول کی اطاعت کو لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ
 ہمیشہ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن اگر اطاعت کا جو اتنا رو دیا اور مرکز (وحی) سے ہٹ گئے تو اللہ
 کی مدد بھی الگ ہو جائے گی۔ اور سزا و ابتلاء کی خاطر دشمنوں کا تسلط کر دیا جائے گا تاکہ معلوم
 ہو جائے معصیت اور اطاعت کے ثواب کیا ہوتے ہیں؟

نیز اس کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ یہ ساری لغزشیں خدا نے معاف فرمادیں، اور اللہ تعالیٰ مومنین
 پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اس طرح اس واقعہ میں کئی حکمتیں اور مومنین پر اللہ کی بے شمار نعمتیں
 ملتی ہیں۔

پھر اس میں تحدید و تحویف، ارشاد و تنبیہ۔ ایسا پشیمون و شکر کی وضاحت ان کا مال و انجام پھر
 اپنے نبی اور مومنین کی تسلی و تشفی، جو ان میں سے مقتول ہوئے ان کے متعلق انتہائی لطف و کرم اور
 رضا الہی کی ضمانت جو اللہ تعالیٰ ان کے لیے مقدر فرمادی (غرض اسی طرح کے بے شمار انعامات ملتے
 ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ
 أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ
 بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

یعنی "اور ان کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے، انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار
 کے ہاں، انہیں رزق ملتا ہے، خوشی میں جو اللہ نے انہیں دیا ہے اپنے فضل سے اور ان کے
 بعد جو ان سے ابھی نہیں ملے انہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

اسلام کے دو جان باز

ضیب بن عدی اور زید بن الدثنه کا لے ڈوانہ قتل

ہجرت کے تیسرے سال شوال کی ساتویں تاریخ ہفتے کے دن غزوہ احد واقع ہوا، جیسا مذکور ہو چکا ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف واپس تشریف لے آئے اور شوال ذوالفقعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے میں گھبرے۔ جب محرم کا چاند طلوع ہوا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ خوہلہ کے دونوں لڑکے اپنی قوم کے ہمراہ بنی اسد بن خزیمہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر ابھار رہے ہیں۔ آپ نے ابوسلمہ کو بھیجا اور انھیں جھنڈا دیا اور آپ کے ہمراہ انصار و ہاجرین کے ڈیڑھ صد افراد بھیجے، انھیں ایک اونٹ اور بکری ملی۔ اور ابوسلمہ رضیہ تمام (مال غنیمت) لے کر مدینہ واپس تشریف لائے۔

محرم کی پانچویں تاریخ آپ کو معلوم ہوا کہ خالد بن سفیان بڈلی خالد بن سفیان بڈلی کا قتل نے ایک گروہ جمع کیا ہے۔ آپ نے عبداللہ بن انس کو اس کی طرف بھیجا، انھوں نے اسے قتل کیا اور اس کا سر لے آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے انھیں ایک عصا عنایت فرمایا یہ کہتے لگے کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان قیامت کے دن علامت ہوگی۔ جب ان کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے وصیت کی کہ اسے بھی ان کے کفن میں رکھ دیا جائے۔ یہ اٹھارہ راتیں سفر میں رہے اور ہفتہ کے روز حیب محرم میں سمات دن باقی بھٹے واپس آئے۔ حیب صفر آیا تو عضل اور قارہ سے ایک قوم خدمت میں حاضر ہوئی۔ انھوں نے اسلام ظاہر کیا اور درخواست کی کہ ان کے ہمراہ ان صحابہ کو بھیجا جائے کہ جو دین کے عالم ہوں اور انھیں قرآن پڑھائیں۔ ان اسحق کے قول کے مطابق آپ نے چھ آدمی بھیجے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ دس آدمی تھے اور مرثد بن ابی مرثد عنوی کو ان کا امیر بنایا۔ ان میں حیب

بن عدی بھی بھتے۔ یہ ان کے ہمراہ چلے گئے۔ جب یہ لوگ رجم میں پہنچے۔ یہ حجاز کے ایک طرف کا چشمہ ہے (کفار) نے یہاں دھوکہ دیا اور ان پر حملہ کر دیا اور احاطہ کر لیا اور قتل عام کر دیا۔ خبیث بن عدی اور زید بن دثنہ گرفتار ہو گئے۔ ان دونوں کو لے گئے اور انھیں مکہ میں بھیج دیا۔ ان دونوں نے غزوہ بدر میں کفار کے سرداروں کو دھل جہنم کیا تھا۔ حضرت خبیثؓ تو ان کے ہاں قید ہو گئے اور سارے مل کر ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے نکال کر تنعیم میں لے آئے۔ جب انھیں سولی پر چڑھانے لگے تو انھوں نے کہا مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دو۔ انھوں نے چھوڑ دیا۔ انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ جب سلام پھیرا۔ تو فرمایا، اللہ کی قسم اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ بزدل ہے تو میں زیادہ پڑھتا۔ اس کے بعد (کفار) کے لیے بد دعا کی، اے اللہ انھیں تباہ کر دے انھیں قتل کر دینا اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑنا۔

ابوسفیان کہنے لگا، کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اس وقت تم اپنے بال بچوں میں زندہ ہوتے۔

اور محمدؐ ہمارے پاس ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے (نعوذ باللہ)

انھوں نے فرمایا، اللہ کی قسم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ پر جہاں کہ وہ ہیں ایک کانٹا ہی چھو جائے۔

واقعہ بیر معونہ

اسی یعنی ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں بیر معونہ کا واقعہ درپیش آیا۔ یہ واقعہ کی طرح ہوا کہ ابو براء عامر بن مالک مدینے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول اگر آپ اہل نجد کی صحابہؓ کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجیں تو مجھے امید ہے وہ قبول کر لیں گے" آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے۔

ابو براء کہنے لگا کہ میں ساتھ ہوں۔ آپ نے اسی کے ہمراہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق میں آدمی روانہ فرمائے۔ لیکن صحیح حدیث میں ہے کہ وہ ستر تھے اور منذر بن عمرو کو ان کا امیر بنا۔ یہ صحابہؓ اہل اسلام میں سے بڑے بڑے مراتب والے بزرگ تھے اور قراوا اور علماء پر مشتمل تھے۔ یہ چل پڑے اور بیر معونہ پر اترے۔

یہ علاقہ بنو عامر اور حرق بن سلیم کا تھا۔ انھوں نے ام سلمہ کے بھائی حرام بن سلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کی طرف بھیجا۔ اس نے نظر بھی نہ ڈالی بلکہ ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے نیزہ مار دیا، وہ بدن کے پار ہو گیا اور حیب اپنا خون بہتے دیکھا تو فرمایا "پرپ کعبہ میں تو کامیاب رہا۔"

پھر اللہ کا یہ دشمن جلدی سے نبی عامر کی طرف گیا تاکہ باقی سے قتال کیا جائے لیکن انھوں نے ابو براء کی ہمراہی کے باعث..... انکار کر دیا۔ پھر یہ بنو سلیم کی طرف گیا چنانچہ عصبہ، رطل اور ذکوان تیار ہو گئے۔ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور اس سے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ کعب بن زید بن نجار کے سوا تمام کو شہید کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ مقتولوں میں سے رہے اور بعد میں زندہ رہے آخر غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

عمرو بن منذر صمیری اور منذر بن عقیقہ بن عامر نے دیکھا کہ جنگ کی جگہ پرندے اڑ رہے ہیں چنانچہ منذر بن محمد اترے اور مشرکین سے مقاتلہ کیا آخر یہ بھی شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ صمیری

گرفتار ہو گئے۔ جب انھوں نے کہا کہ مضر قبیلہ میں سے ہوں، تو انھیں رہا کر دیا گیا۔ اب عمرو بن امیہ واپس تشریف لائے۔ اور ایک نہر کے کنارے قرقرہ میں ٹھہرے اور ایک درخت کے سار کے نیچے اترے۔ اہل کے بعد بنو کلاب کے دو آدمی بھی وہاں آگئے اور وہ بھی ان کے ساتھ وہاں اتر پڑے۔ جب وہ سو گئے تو عمرو نے انھیں قتل کر دیا۔ اہل کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا، تم نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ میں ان دیت دوں گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی اور جن لوگوں نے مبلغین اسلام کو بیرمعونہ میں قتل کر دیا تھا۔ ان کے خلاف بیعت کی۔ آپ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ جب وہ لوگ تائب و مسلمان ہو کر حاضر ہوئے، تو آپ نے قنوت پڑھنا ترک کر دیا۔

غزوة ذات الرقاع

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الرقاع کے غزوہ میں خود حصہ لیا۔ یہ نجد کا وہ ہے۔ ہجرت کے چوتھے سال جمادی الاول کے مہینے میں آپ تشریف لے گئے۔ ایک قول کے مطابق حرم میں آپ محارب اور بنی ثعلبہ بن سعد بن عطفان کی طرف گئے۔ مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عثمان بن عفان کو عامل بنایا۔ آپ چار سو صحابہؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ایک روایت سات سو کی بھی ملتی ہے۔ آخر آپ عطفان کی فوج کے آمنے پہنچے۔ آمنے سامنے دونوں فوجیں کھڑی ہو گئیں لیکن قتال نہ ہوا۔ ہاں صرف یہ ہوا کہ آپ نے دن صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔ اس غزوے کے متعلق ابن اسحاق اور ابن سیرین وغیرہ کا یہی قول ہے مسئلہ بہت مشکل سا ہے کیونکہ یہ صحیح طور پر مروی ہے کہ خندق کے غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر پڑھنے سے روکا گیا۔ سنن، مسند احمد اور شافعی رحمہما اللہ میں ہے کہ انھوں نے نماز ظہر و عصر مغرب اور عشاء سے روک رکھا۔ پھر آپ نے تمام نمازیں اکٹھی ادا کیں لیکن یہ صلوٰۃ خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور خندق کا غزوہ ذات الرقاع کے بعد واقعہ ہے اور ظاہری طور پر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان میں پہلی صلوٰۃ خوف ادا کی۔

بدر موعود یا بدر ثانیہ

یہ واقعہ تو گذر چکا ہے کہ ابوسفیان نے واپسی پر کہا تھا کہ اب ہمارا اور تمہارا وعدہ ایک سال بدر پر ملاقات (خٹک) کا ہے۔ چنانچہ جب نشیان کا ہیبتہ آیا۔ ایک قول کے مطابق ایک سال کا ذی قعدہ کا ہیبتہ آیا تو خیاب رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق ایک ہزار یا کاشکر لے کر نکلے۔ حضرت علی ابن ابی طالب کو جھنڈا دیا گیا۔ اور مدینہ میں عبداللہ بن رواحہ عامل بنایا۔ آخر آپ بدر کے مقام پر پہنچے اور وہاں آٹھ دن تک اقامت پذیر رہے اور مشرکوں کا انتظار کرتے رہے۔ ابوسفیان مکہ سے دو ہزار کاشکر لے کر نکلا اور ان کے پاس پچاس سوار تھے جب یہ مراظران پہنچے جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر رہے۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ خشک سالی کا سال ہے۔ میں کھجتا ہوں کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔

چنانچہ واپس چلے گئے اور وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے۔ اسی لیے اسے غزوہ بدر موعود، یا غزوہ بدر ثانی کا نام دیا جاتا ہے۔

غزوة مریح اور واقعہ افک

حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقوں کی تہمت اور اس کے اثبات

قعات کی غزوی تفصیل شعبان ۳ھ میں یہ غزوة ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حرت بن ابی حزار بومصطلق کا سردار ہے اور اپنی قوم اور دیگر عربوں کو لے کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے بریدہ حبیب اسلمی کو خبر لانے کا حکم دیا۔ یہ گئے اور حرت بن ابی حزار سے ملے اور اس سے گفتگو کی۔ اس بعد حاضر خدمت ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے نکلے آپ کے ہمراہ یقین کا ایک گروہ بھی نکل آیا۔ جو اس کے قبل کسی غزوة میں شریک نہ ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کو اپنے ہم پر عامل مقرر فرمایا۔ ایک قول ابوذر کے متعلق بھی ہے ایک قول ثیلہ بن عبد اللہ لہی کے متعلق ہے۔ آپ پیر کو نکلے حرت بن حزار اور اس کے ساتھیوں کو آپ کی اور صحابہ کی آمد کی اطلاع ملی تو ان کے مارے عریک قبائل اس سے الگ ہو گئے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریح پہنچے، یابی کی جگہ تھی۔ یہاں آپ کا خیمہ گاڑا گیا۔ آپ کے ہمراہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا چنانچہ قتال کی تیاری کی گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی صف بندی کی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔ ایک ساعت تیر اندازی ہوئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفعۃً حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اسی وقت اللہ کی مدد پہنچی اور کافروں کو فتح ہوئی۔ کفار شکست کھا گئے۔ کچھ ان میں سے قتل ہوئے۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار لیا گیا۔ جانور اور بکریاں مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگیں۔ صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔ عبد المؤمن بن عت نے سیرت میں یہی لکھا ہے حالانکہ یہ ان کا وہم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قتال نہیں ہوا بلکہ آپ نے

اچانک حملہ کیا تھا، چنانچہ ان کی اولاد گرفتار ہوئی اور مال ہاتھ لگا۔

حضرت جویریہ اپنے عقد میں | گرفتار شدگان میں حضرت جویریہ بنت حارث بھی آئیں

میں آئیں۔ انہوں نے ان سے کتابت کر لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کتابت کی رقم ادا فرمائی۔ ان سے نکاح کر لیا۔ اس پر مسلمانوں نے بڑے مصطلق کے تقریباً سو غلام آزاد کیے جو مسلمان تھے اور کہا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں۔ ابن سعد فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں جو

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہار کر گیا اور صحابہؓ اس کا تلاش کی وجہ سے رک گئے چنانچہ تیمم کی آیت نازل ہوئی

یہ واقعہ اس طرح تھا کہ حضرت عائشہؓ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے

کیونکہ ان ہی کے نام قرعہ سفر میں بیانے کا نکلا تھا۔ آپؐ کا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ یہ

تھا۔ جب غزوہ سے واپس ہوئے۔ اور ایک جگہ ٹھہرے۔ حضرت عائشہؓ کسی ضرورت سے

تشریف لے گئیں اور جو ہار انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے مستعار لیا تھا وہ کھو دیا۔ چنانچہ دوبارہ

اس کی تلاش میں گئیں اتفاق سے اسی وقت جو لوگ ان کا ہودج اٹھا کر لے جاتے تھے اچانک

انہوں نے سمجھا ام المومنین اس کے اندر ہیں۔ انہوں نے اسے اٹھا لیا اور اس کے ٹکے پن کا احسا

کیا کیونکہ ان دنوں ام المومنین رضی اللہ عنہا چھوٹی عمر کی تھیں نیز اٹھانے والے زیادہ تھے، اس

کبھی انہیں احساس نہ ہوا۔ اور اگر ایک یا دو آدمی اٹھاتے تو یہ معاملہ ان سے مخفی نہ رہتا۔

ہار کی تلاش کرنے کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ واپس تشریف لائیں تو دیکھا کہ قافلہ

سے اور وہاں کوئی آدمی بھی نہیں رہا۔ چنانچہ وہیں بیٹھ گئیں اور یہ خیال کیا کہ جب وہ انہیں

نہ پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے واپس نہیں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔

غرض پر سے جب چاہتا ہے امور کی تدبیر کرتا ہے پھر ان پر غمزد کا علیہ ہوا اور سو گئیں اور صفو

معطل (جو قافلے کے پیچھے پیچھے آرہے تھے) کی آواز سے جا گئیں۔ انہوں نے دیکھ کر کہا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ انا لله وانا الیہ راجعون۔

یہ صفوان قافلے سے پیچھے رہتے تھے کیونکہ یہ سوتے زیادہ تھے۔ جیسا کہ صحیح ابن حاتم

میں اور سنن میں ہے کہ جب انہوں نے ام المومنین کو دیکھا تو پہچان لیا اور پردے کے حکم سے قبل

نے انہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے استرجاع کہا انا لله وانا الیہ راجعون پڑھا

دینی کو بٹھا کر ان کے قریب کر دیا۔ وہ سوار ہو گئیں اور ان کے علاوہ کوئی بات نہ کی۔ ام المومنین نے اس نے علاوہ ان سے اور کوئی کلام نہیں سنا۔ اس کے بعد وہ آگے آگے چل پڑے یہاں تک کہ قافلے سے ان ملے۔ جس جگہ کہ دوپہر کے وقت اترا ہوا تھا۔

جب لوگوں نے یہ معاملہ دیکھا تو سر آدنی نے اس معاملہ پر یہ میگہ سبیاں اور طرح طرح کی باتیں گفتگو کی۔ عبد اللہ بن ابی جہیہ منافق نے بعض و نفاق مشاہیرہ آیا۔ اور اس واقعہ کو رنگ دے ر خوب پھیلاتے اور ہوا دینے لگا۔ صحابہ بھی اس کے پیچھے بوجھایا کرتے۔ جب مدینہ پہنچے تو پھر منافقین کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتون سے اور صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الگ ہونے کا مشورہ دیا اور سر احناً نہیں بلکہ تلویحاً عرض کیا۔ آپؐ دوسری شادی کر لیں۔ حضرت ابوالایبؓ انصاری اور دوسرے کبار صحابہؓ نے جب یہ معاملہ دیکھا تو فوراً بول اٹھے۔ اللہ پاک ہے۔ یہ بہت بڑی ہمت ہے کیونکہ انھیں یقین ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سے بالاتر ہیں نہ اللہ انھیں کسی معصیت میں مبتلا کرے۔

آخر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت نازل فرمائی تو کہنے لگیں کہ میں خود آپؐ کی طرف نہ بولی گا اور میں صرف اللہ ہی کی حمد بیان کرتی ہوں۔ اسی نے میری برأت نازل فرمائی۔ نیز ایک ماہ تک وحی رک جانا بھی حکمت کے مطابق تھا کہ یہ معاملہ خوب نچتہ سوچا جائے، اور مسلمانوں کے قلوب اللہ کی وحی کی جانب مائل ہو کر اس کی عظمت میں ڈوب جائیں۔ اور وحی کی طرف شدت تمنا سے جھپک پڑیں۔ آخر جس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اہل بیتؑ و صحابہؓ وحی کے محتاج تھے۔ وہ اس طرح آئی کہ جیسے سخت پاپی زمین پر بارش آتی ہے چنانچہ وحی ایک مناسب اور بہتر موقع پر آئی۔ اور اہل اسلام کو اس سے مکمل اور بدرجہہ باہم نشاط و مسرت حاصل ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کی کرامت و شرف ظاہر کی آپؐ کو اس مشکل سے نجات عطا فرمائی۔

جب ام المومنین کی برأت نازل ہوئی تو نبی منافق کو کورے کیوں نہیں لگائے گئے | صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمت لگانے والوں پر حد قذف لگانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھیں اسی اسی درے مارے گئے، البتہ منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی کورہ نہیں لگائی گئی، حالانکہ وہ اس افتراء بازی کا سرغنہ تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدود اس لیے ہوتی ہیں تاکہ گناہ گار کو ان سے پاک کیا جائے اور یہ بدبختی اس سعادت کا اہل نہ تھا اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت تر عذاب کا وعدہ کر رکھا تھا، اس لیے اسے وہی عذاب آخرت ہی کافی تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اقرار یا بتیہ کے بعد حد جاری کی جاتی ہے لیکن اس بدبختی نے غلابیہ طور پر اقرار نہیں کیا اور نہ بتیہ قائم ہوا کیونکہ وہ یہ تمام باتیں اپنے منافق ساتھیوں میں کیا کرتا تھا اور وہ اس کے خلاف گواہی نہ دیتے۔ اور مومنین کے درمیان اس نے ایسی بات کا تذکرہ (خطرے کی وجہ سے) نہیں کیا۔

حضرت عائشہؓ کے طرز عمل کی توجیہ | جب برأت نازل ہوئی تو حضرت صدیقہ کا

بھی قابل غور ہے۔ جب ان کے والدین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاؤ، تو کہنے لگیں، اللہ کی قسم میں ان کی طرف نہ جاؤں گی اور میں صرف اللہ ہی کی حمد کروں گی، اس سے ان کے علم و معرفت اور قوت ایمان کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس نعمت کو محض اللہ کے ساتھ مخصوص رکھا اور تجدید توحید کی۔ انہوں نے یہ حیلہ صلیح نہ کرنے کی وجہ سے نہیں کہا، بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثقہ، محبت اور ایک حبیب اپنے حبیب کے سامنے ناز دکھانے کے لیے جیسے کرتا ہے، اسی طریق پر یہ کلام کیا اور یہ مقام بھی ناز کے تمام مقامات سے زیادہ ناز کا تھا۔

منافق کے قتل سے آپؐ کا انکار | اہل غزوہ سے واپسی پر عبد اللہ بن ابی نے جو منافقین

سردار تھا، کہا کہ اگر تم مدینہ واپس گئے تو عزت و ذلت والوں کو وہاں سے باہر نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیر پہنچا دی۔ عبد اللہ بن ابی عذر کرتا ہوا آیا اور ہمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقین میں حضرت زید کی تصدیق نازل فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا۔ خوش ہو جا۔ اللہ نے تیری تصدیق کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، عباد بن بشر کو حکم دیں کہ اس بدبخت کی گردن مار دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں لوگ کہیں گے محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

غزوة خندق

دشمن اسلام یہودی سررار ابورافع کا قتل

دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ غزوة ۳ھ کو شمال میں ہوا، کیونکہ غزوة ہند بلا اختلاف ۳ھ میں ہوا۔ اور مشرکین نے آئندہ سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے کا عہد کیا۔ یہ ۳ھ میں ہوئی لیکن اس سال قحط کی وجہ سے انھوں نے عہد شکنی کی اور واپس لوٹ گئے۔ جب ۳ھ ہوئی تو جنگ کے لیے آئے۔ اہل یسرو مغازی کا یہی قول ہے۔ اس کے برعکس موسیٰ بن عقیبہ نے کہ یہ ۳ھ میں ہوا، ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

غزوة خندق کا سبب یہ تھا کہ جب یہود نے احد کے دن مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی

اہل یہودی سازش

یہود اور قریش کا اتحاد اسلام کے خلاف

نصرت دیجی اور انھیں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے ابوسفیان کا وعدہ معلوم ہوا کہ وہ اس سال نکلے اور آئندہ سال آنے کے لیے واپس چلے گئے تو یہود کے بڑے بڑے سررار سلام بن ابی حقیق سلام بن مشکم اور کنانہ بن ربیع وغیرہ مکہ میں قریش کے پاس گئے۔ انھیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسایا۔ ان سے اظہار دوستی کیا اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ قریش نے قبول کر لیا۔ پھر یہ لوگ عطفان کے پاس گئے۔ انھیں بھی اس کام کی دعوت دی وہ بھی مان گئے۔ اس کے بعد عرب کے دیگر قبائل کو اس پر آمادہ کر لیا۔

بالآخر قریش ابوسفیان کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ مرا نظر ان میں بنو سلیم بھی ان سے مل گئے۔ بنو زینہ اسد، فزارہ، اشج اور بنو مرہ بھی ان ملے۔ عطفان اور ان کا سررار غیلینہ بن حصن بھی آگیا۔ اس طرح غزوة خندق میں دکنفار کی تعداد دس ہزار ہو گئی جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کا حال سنا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا جو مدینہ اور دشمن کے درمیان حائل ہو جائے۔ آپ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔ مسلمان تیزی سے اس کام میں مصروف ہو گئے۔ آپ خود بھی اس کام میں نملاً شریک ہوئے۔ کفار بھی بڑی تیزی سے آئے۔ اس خندق کے واقعہ میں بھی آپ کی نبوت و رسالت کی علامات واضح تھیں جو کثرت و تواتر سے منقول ہیں۔

سلسلے کے سامنے خندق کھودی گئی۔ یہ پہاڑ تھا جو مسلمانوں کی پشت پر تھا اور سامنے مسلمانوں اور کفار کے درمیان خندق حائل تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہؓ کو لے کر میدان میں تشریف لائے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ سات سو صحابہؓ کو لے کر تشریف لائے، لیکن یہ غلط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے متعلق حکم دیا، چنانچہ انھیں مدینہ کے قلعوں میں بٹھا دیا گیا اور ابن ام مکتوم کو ان کا پرہیزگار مقرر کیا گیا (ادھر) حنی بن اخطب بنو قریظہ کے پاس آیا۔ ان کے قلعے کے قریب پہنچا، لیکن کعب بن اسد نے قلعہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ وہ اس سے بات چیت کرتا رہا۔ آخر کار اس نے قلعہ کھول دیا۔ جب وہ اس کے پاس گیا تو کہنے لگا۔

میں تیرے پاس زمانے کی عزت لایا ہوں۔ قریش، عطفان اور بنو اسد کو مع ان کے سردار کے لایا ہوں (جو) محمدؐ سے جنگ کریں گے۔

کعب نے جواب دیا اللہ کی قسم تو میرے پاس زمانہ کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جو اپنی پانی بہا چکا ہے، وہ گرجتا اور چمکتا ہے (لیکن رستا نہیں) لیکن طویل مباحثہ کے بعد آخر کار یہ لوگ بھی عہد شکنی پر تیار ہو گئے اور مشرکین کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہو گئے۔ اس سے مشرکین بہت مسرور ہوئے۔ نیز کعب نے حنی بن اخطب سے یہ شرط کی کہ اگر وہ محمدؐ کے خلاف کامیاب ہو سکا تو حنی بن اخطب بھی یہود کے ہمراہ ان کے قلعے میں داخل ہو جائے گا تاکہ جو ہنزا انھیں ملے اسے بھی مل کر رہے۔ اس نے قبول کر لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قریظہ اور ان کی عہد شکنی کی اطلاع ملی، تو آپ نے بنو قریظہ کی عہد شکنی

سعد بن خوات بن جبر اور عبد اللہ بن ارواح کو صورت حال معلوم کرنے کے لیے ارسال فرمایا۔ جب یہ قریب پہنچے تو انھیں بدترین حالت میں دیکھا اور یہ دیکھ کر کہ یہود دشمن اور عداوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں، یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلے گئے اور آپ کو مطلع کیا کہ یہ لوگ غدر اور نقص عہد پر مائل ہیں، مسلمانوں کو اس بات کا بڑا ہدمہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر (اللہ سے بڑا ہے) اے مسلمانو! خوش
 سو جاؤ، ابتلا و شدید تر صورت اختیار کر گیا۔ اور نفاق ظاہر ہو گیا۔ نبی حارثہ نے نبی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اور کہنے لگے کہ ہمارے گھر خالی ہیں، حالانکہ وہ خالی نہیں
 تھے بلکہ فرار ہونا چاہتے تھے۔ یہ لوگ بنو سلمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر آپ نے دونوں گروہوں کو
 مضبوط کیا اور مشرکین نے ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا۔ لیکن خندق کے حائل ہونے کے باعث
 مسلمانوں اور مشرکین میں قتال نہ ہو سکا۔ صرف قریش کے چند سوار خندق کی طرف بڑھے جن میں عمرو بن
 عبدود بھی تھا۔ جب یہ اس کے قریب آئے تو کہنے لگے یہ ایک مکر ہے۔ اور عرب لوگ اس سے واقف
 نہ تھے۔ پھر خندق میں ایک تنگ جگہ کا ارادہ کیا اور خندق اور بہاد کے درمیان انھوں نے کونے کی کرش کی۔
 حضرت علی بن ابی طالب نے عمرو بن عبدود سے مقاتلہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ
 نے اسے قتل کیا یہ مشرکین کے بہادروں اور جنگجو لوگوں میں سے تھا۔ باقی مشرکین واپس بھاگ گئے
 اور مسلمانوں کا شعار حم لا ینصرون تھا۔ جب مسلمانوں پر یہ صورت حال طویل ہو گئی تو نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے عبیدہ بن حصن اور حرت بن عوف جو عطفان کے دونوں سردار تھے مدینہ کے پھلوں کے
 ثلث پر مصالحت کا ارادہ فرمایا۔ سعد بن سے آپ نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا اے
 اللہ کے رسول اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا ہے تو پھر لبر و حتم ادا کر آپ خود کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں
 اس کی ضرورت نہیں۔ ہم اور ہماری قوم مشرک تھی۔ بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ اس وقت یہ لوگ صرف ہمانی
 یا خرید کی صورت میں کھا سکتے تھے اب جب کہ اللہ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی اور ہمیں ہدایت دی اور
 آپ کی سرپرستی سے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے تو آج ہم انھیں مال دیں؟ اللہ کی قسم ہم انھیں لڑے بغیر
 ہرگز مال نہ دیں گے۔ آپ نے ان کی رائے کی تصویب فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ شخص خود کیا تھا کیونکہ
 میں نے دیکھا کہ عربوں نے ایک سو کو تم پر حملہ کیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس کی حمد ہے اپنے پاس سے قضا بھیجی اور دشمن کو رسوا کیا ان کے لشکر کو
 شکست دی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر مواعظ الیٰ حسن سے ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ ان کی بانڈیاں الٹ گئیں اور
 تمام خیمے اڑ گئے۔ اور ان کا گھڑنا دشوار ہو گیا اور اللہ کے ملائکہ کا لشکر ان کو ملانے لگا اور ان کے دلوں
 میں رعب اور خوف ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو دکھانے کی خبر لینے کے لیے
 بھیجا انھوں نے دیکھا وہ کوچ کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 واپس حاضر ہوئے اور آپ کو ان کے کوچ کرنے کی اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو رسوا کیا۔ انھیں کچھ بھی

خبر حاصل نہ ہوئی اور جنگ میں بس خدای مسلمانوں کی طرف سے کافی رہا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے لشکر کو عزت بخشی۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمہا کفار کو تسکوت دی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اور ہتھیار اتار دیئے۔ اس کے بعد آپ حضرت ام سلمہ کے گھر میں غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے ہتھیار رکھ دیئے لیکن فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے۔ اٹھیے اور ان دینو قرظیہ سے جنگ کرنے کے لئے نکلے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کروادی کہ جو مننے اور اطاعت کرنے والا ہے اسے چاہئے کہ بنو قرظیہ میں جا کر نماز عصر پڑھے۔ مسلمان بڑی تیزی سے نکلے۔ آپ اور بنو قرظیہ میں جو واقعات ہوئے وہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ غزوہ خندق اور بنو قرظیہ کی جنگ میں دس مسلمان شہید ہوئے۔ ایک آدمی نے حتی بن اخطب کو قتل کیا تھا۔ اس زمانہ میں عبد اللہ بن عبدی نے یہودی سردار ابورافع کو قتل کر دیا۔ یہ اوس و خزرج کی چشمک کا نتیجہ تھا۔

سیرۃ نجد

ایک بدترین دشمن اسلام کس طرح حلقہ بگوش اسلام ہوا؟

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف لشکر روانہ فرمایا، چنانچہ وہاں سے نبی حنیفہ کے سردار تمامہ بن اثال حنیفی کو گرفتار کر کے لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا، پھر آپ کے پاس سے گزرے اور فرمایا، اے تمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہنے لگا، اے محمد اگر آپ مجھے قتل کریں تو ایک قاتل کو قتل کریں گے اور اگر معاف کریں تو ایک شکر گزار کو معاف کریں گے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو فرمائیے جتنا درکار ہو میں دوں گا۔ آپ (آگے بڑھے) گئے پھر دوبارہ پاس سے گزرے اور وہی سوال کیا۔ اس نے وہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار گزرے تو فرمایا، تمامہ کو چھوڑ دو (صحابہؓ نے انھیں چھوڑ دیا یہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے پاس گئے۔ غسل کیا، پھر واپس آکر اسلام قبول کر لیا اور کہا:

اللہ کی قسم میرے نزدیک زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی مبعوض چہرہ نہ تھا لیکن اب یہ چہرہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب بن چکا ہے۔ خدا کی قسم آپ کے دین سے زیادہ مجھے زمین پر کوئی دین مبعوض نہ تھا لیکن اب آپ کا دین تمام ادیان سے زیادہ محبوب بن چکا ہے۔ اب میں عمرہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نثارت دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ قریش کے پاس آیا تو کہتے لگے:

اے تمامہ کیا تو اپنے پرانے دین سے پھر گیا؟

انہوں نے جواب دیا، نہیں اللہ کی قسم بلکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اور اللہ کی قسم یہاں سے تمہیں گندم کا ایک دانہ بھی آپ کی اجازت کے بغیر نہ ملے گا۔

ہمامہ مکہ کا پیداواری علاقہ تھا۔ چنانچہ یہ اپنے علاقے میں واپس چلے گئے اور مکہ کی طرف غلہ بھیجنا بند کر دیا۔ قریش سخت تنگ آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا واسطہ دے کر سوال کیا کہ وہ ہمامہ کو لکھیں کہ غلہ ان کی طرف بھیجا جائے۔ آپ نے ازراہِ رحم گندم بھیجنے کی ہدایت فرمادی۔

صلح حدیبیہ

ظاہری شکست کے پردے میں، حقیقی فتح و عظمت کا پہلو

مسلمانوں کے ایمان کا امتحان | نافع فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ ذی قعدہ میں ہونٹ اور یہی درست بھی ہے۔ زہری، قتادہ، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے بھی یہی فرمایا ہے اور صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ٹرے کیے۔ یہ تمام عمرے ذی قعدہ میں کیے۔ ان میں سے ایک عمرہ حدیبیہ کا ذکر کیا۔ آپ کے ہمراہ پندرہ سو صحابہ تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے دریافت کیا جو لوگ بیعت رضوان میں شریک ہوئے ان کی تعداد کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ پندرہ سو، میں نے کہا حضرت جابرؓ سے دونوں قول صحت سے مروی ہیں اور ان سے ثابت ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے سال ستر اونٹ ذبح کیے اور ایک اونٹ سات کی جانب سے تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی تعداد کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا، ہمارے پیدل اور سوار ملا کر چودہ سو تھے۔

مسلمانوں کی طرف سے عمرے کی تیاری | جب یہ لوگ ذی الحلیفہ میں پہنچے تو رسول کو تلاوسے ڈال دیے اور شعار لگا دیے اور عمرے کا احرام باندھ لیا اور بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا، جب آپ عسفان کے قریب پہنچے تو مخبر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں نے کعب بن موسیٰ کو دیکھا کہ اس نے کافی فوج جمع کی ہے اور ایک بڑا لشکر تیار کیا ہے۔ اور وہ آپ سے جنگ کرنا اور آپ کو کعبہ کی زیارت سے روکنا چاہتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا فرمایا: کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ کہ ہم ان کی اولاد کی طرف چلیں۔

جنہوں نے ان کی مدد کی ہے، انہیں قابو میں کر لیں۔ اگر وہ بیٹھ رہے تو محزون و غمگین بیٹھیں گے اور اگر نجات پا گئے تو ایسی گردنیں ہوں گی جنہیں اللہ نے قطع کیا ہے یا تمہاری رائے ہے کہ بیت اللہ کا قصد کر لیں اور جو ہمیں اس کی (زیارت) سے روکے اس سے ہم مقاتلہ کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، ہم مگر ہ کے لیے آئے ہیں اور قتال کے لیے نہیں آئے۔ ہاں العیتہ اگر کوئی ہمارے اور اللہ کے درمیان حائل ہو تو ہم اس سے بے شک مقاتلہ کریں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر چلو! چنانچہ سب پہلے پڑے۔ جب یہ راستے میں تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کی ایک جماعت کے ساتھ غنیمت میں تھے۔ اس لیے دائیں کا خیال کرو مگر بخدا خالد کو ان کا پتہ تک نہ پہلا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے تاخر آپ دیر سے راستے میں پہنچے جہاں آپ کو اترنا تھا۔ آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا اترو! اترو! (اونٹنی) بیٹھی رہی۔ لوگ کہنے لگے قصواء (حضور کی اونٹنی کا نام ہے) رک گئی قصواء رک گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصواء نہیں رکے۔ نہ یہ اس کا طریقہ ہے۔ بلکہ انہیں ہاتھوں کو روکنے والی ذات (خدا) نے روکا ہے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم جو خطہ بھی مجھ سے طلب کرو، جس میں اللہ کی حرکات کی تعظیم کی جائے ہیں تمہیں وہ خطہ عطا کروں گا۔ پھر آپ نے اسے زجر کی۔ وہ اٹھ گئی اور آپ اس پر درست ہو کر بیٹھ گئے اس کے بعد آپ حدیبیہ کے آخر میں ایک ایسے تالاب پر اترے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ جسے لوگ نکالتے رہے۔ یہاں تک کہ ختم ہو گیا۔

آن حضرت کا معجزہ | پھر (صحابہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اسے اُس میں ڈال دو۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس میں اس قدر جوش آیا کہ تمام صحابہ سیراب ہو گئے، پھر بھی پانی باقی بچ گیا۔ اُدھر قریش کو نبی صلی اللہ وسلم کی تشریف آوری سے خطرہ محسوس ہوا۔ آپ نے ان کی طرف ایک صحابی کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ عمر بن خطاب کو بھیجنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بنی کعبہ میں سے مکہ میں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ اگر مجھے اذیت دی جائے تو اسے میری وجہ سے غصہ آئے، اس لیے عثمان بن عفان کو روانہ فرمائیے، کیونکہ ان کا

مانڈان وہیں ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ پیغام بھی پہنچا دیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان کو بلایا، اور قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ انہیں دے دو کہ ہم جنگ کے لیے نہیں آئے، بلکہ ہم تو عمرہ کے لیے آئے ہیں اور انہیں اسلام کی دعوت بھی دو۔ اور حکم دیا کہ جب مکہ کے مومن مرد اور مومن عورتیں آئیں، تو ان کے پاس جاؤ انہیں فتح کی خوشخبری دے دو اور انہیں خبر دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکہ میں بھی غالب کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ یہاں وہ جتنی نہ رہے جو ایمان دار ہے۔

حضرت عثمان چل پڑے اور بلح کے قریب قریش کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے پوچھا ہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ تمہیں اللہ اور اسلام کی دعوت دو اور تمہیں خبر دے دوں کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے جو تم نے کہا ہے تم نے سنا لیا ہے اس لیے اپنی حاجت پوری کر دو۔ ابان بن سعید بن عاص اٹھا اس نے انہیں مرجھا کہا اور اپنے گھوڑے پر کاٹھی ڈال کر حضرت عثمان کو گھوڑے پر ڈال لیا۔ آخر یہ لوگ مکہ پہنچ گئے۔ دوسری طرف حضرت عثمان کی داپھی سے قبل مسلمانوں کو خیال ہوا کہ عثمانؓ ہم سے پہلے ہی کعبہ کا طواف کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں میں سمجھتا کہ عثمانؓ نے طواف کیا ہو جبکہ ہم محصور ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نہیں کس بات کی رکاوٹ ہے، جبکہ انہیں موقع مل چکا۔ آپؐ نے فرمایا: میرا اس کے متعلق ہی گمان ہے کہ وہ تب تک طواف نہیں کریں گے جب تک ہم ان کے ہمراہ نہ ہوں۔

نیز مسلمان اور مشرکین صلح کے معاملہ میں مختلط ہو گئے۔

عثمانؓ کی طرف سے آپؐ کی بیعت چنانچہ فریقین میں سے ایک آدمی نے دوسرے فریق کے ایک آدمی کو تہرارا۔ اب جنگ شروع ہو گئی، تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ دونوں جماعتوں نے آواز بلند کی اور ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کے آدمیوں کو پکڑ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ چنانچہ آپؐ نے بیعت کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ درخت کے نیچے تھے۔ تمام مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات پر بیعت کی کہ وہ فرار نہ ہوں گے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی جانب سے بیعت ہے، جب بیعت ختم ہو گئی اور حضرت عثمانؓ بھی واپس آ گئے۔

مسلمان نے کہا: اے ابو عبد اللہ بیت اللہ کے طواف سے (روح) کو تازہ کر لیا؟

انہوں نے جواب دیا جو قوم نے میرے متعلق ظن کیا بہت غلط تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میں ایک سال بھی وہاں رہتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں مقیم ہوتے تو میں آپ کے طواف کرنے سے پہلے ہرگز طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھے طواف کرنے کی دعوت بھی دی میں نے انکار کر دیا۔

مسلمانوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتے اور ہم سے زیادہ حسن ظن رکھتے ہیں۔

مسلمان ابھی اس مصروف تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی بنو خزاعہ کی جماعت میں حاضر ہوئے یہ منجر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے عامر بن لؤئی اور کعب بن لؤئی کو حدیبیہ کے چشموں کے قریب اترے دیکھا ہے۔ ان کے ہمراہ بہت بڑا لشکر ہے اور آپ سے جنگ کرنا اور آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے۔ ہم تو صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں اور قریش کو لڑائیوں نے مغلوب کر رکھا ہے اور نقصان دیا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں انہیں حدودوں کا اور وہ میرے لوگوں کے درمیان حائل رہیں اور اگر چاہیں تو اس میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے اور اگر وہ جنگ ہی پھار کر میں تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر نافذ فرمادے۔

بَدِیل نے عرض کیا جو آپ فرماتے ہیں وہ بات میں نہیں | بدیل کا تاثر اثر اس قریش پر | پنچا دوں گا چنانچہ وہ چل پڑا اور قریش سے آکر کہا میں اس آدمی (رسول اللہ) کے پاس سے آیا ہوں۔ میں نے انہیں ایک بات فرماتے سنا، اگر تم چاہو تو میں تمہارے سامنے رکھ دوں۔ بعض پست فطرت لوگ کہنے لگے، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ تو ان کی بات ہمارے سامنے بیان کرے، لیکن بعض اہل خرد کہنے لگے، بتاؤ کیا سنا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو ایسے ایسے فرماتے سنا ہے۔ عروہ بن مسعود ثقفی کہنے لگا کہ یہ مناسب بات تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے، اسے قبول کر لو اور میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آیا اور گفتگو کرنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بدیل والی بات فرمائی، اس پر عروہ کہنے لگا: اے محمد! کاش تو اپنی قوم سے تعلق قائم رکھتا۔ کیا تو

سنا کہ عربوں میں سے کسی نے تجھ سے قبل اپنے اقارب سے اعراض کر لیا ہو، اللہ کی قسم میں
یہیے چہروں اور ایسے چھوٹے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جو بھاگ جائیں گے اور تجھے چھوڑ جائیں

ابو بکرؓ نے فرمایا کیا آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب
لا ابو بکرؓ۔

کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مگر مجھ پر تیرا وہ احسان نہ
ہوتا کہ جس کا بدلہ میں نے نہیں اتارا تو تجھے جواب دیتا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو
رہنے لگا باتیں کرتے کرتے اس نے آپ کی ریش مبارک پکڑ لی اس زمانہ میں عربوں کی یہ عادت
تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ تلوار سونتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے
تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ
مٹا۔ عروہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھا تو بارہ اس کے ہاتھ پر
تلوار کا دستہ مارتے اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے ہاتھ الگ رکھو۔
عروہ نے ہاتھ اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا مغیرہ بن شعبہ۔

اس نے کہا یعنی غدر کرنے والا۔ واقعہ یوں تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت مغیرہؓ نے
ایک قوم کی مصاحبت کی پھر انہیں قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا۔ اس کے بعد حاضر ہوئے اور
اسلام قبول کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام قبول ہے اور مال میں تیرا کچھ حق نہیں۔
عروہ کے تاثرات آل حضرتؓ اور صحابہ کے بارے میں صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

رضوان اللہ علیہم کو دیکھنے لگا۔ بخدا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغم تھوکتے تو بھی وہ کسی آدمی کے
ہاتھ پر پڑتا، وہ اسے اپنے بدن اور چہرے پر مل لیتا اور جب حکم دیتے تو فوراً اطاعت کرتے
اور جب آپ وضو کرتے تو وضو کا (پانی لینے) کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی
کوشش کرتے اور جب آپ کلام فرماتے تو (صحابہؓ) کی آواز گنگ ہو جاتی اور غفلت و وقار
کے باعث آپ کی طرف نظر بھی نہ اٹھا سکتے۔

اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہنے لگا اے قوم! اللہ کی قسم
میں کسری، قبصر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دیباہ میں گیا ہوں، لیکن بخدا میں نے کسی

بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے سامنے اس کی اس قدر عزت و احترام کرتے ہوں جس قدر محمد کے صحابہؓ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ بخدا اگر وہ بلغم تھوکیں تو میں بھی کسی آدمی کے ہاتھ میں پڑتا ہے وہ اسے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ انہیں حکم دیتے ہیں تو فوراً اطاعت کرتے ہیں، جب آپ وضو کرتے ہیں تو اس کا پانی پینے کے لیے آپس میں جھگڑتے ہیں جب آپ کام فرماتے ہیں تو صحابہؓ کی آوازیں بند ہو جاتی ہیں اور شدت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ انہوں نے ہمارے سامنے ایک بہتر چیز پیش کی ہے اسے قبول کر لو۔

بنی کنانہ کا ایک اور آدمی اٹھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جب آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں ہے اور یہ اس قوم میں سے ہے، جو قربانی کے جانوروں کا احترام کرتی ہے، اسے بلاؤ، اسے بلایا گیا تو قوم نے تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ وہ کہنے لگا۔ سبحان اللہ ایسے لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے بالکل نہ روکنا چاہیے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے جانوروں کو فلاؤہ پڑے ہوئے دیکھا اور انہیں شعار لگا دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ انہیں بیت اللہ کی زیارت سے روکا جائے۔

اس کے بعد مکرز بن حفص اٹھا، کہنے لگا میں جاتا ہوں۔ جب آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برا آدمی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا۔

سہیل بن عمرو سے صلح کے شرائط | اتنے میں سہیل بن عمرو آگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کام آسان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، آؤ ہم آپس میں عہد نامہ لکھ لیں۔ کاتب کو بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔

سہیل کہتے لگا جن کو ہم نہیں جانتے بلکہ لکھو باسمک اللہم اے اللہ تیرے نام سے، جیسے آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے جواب دیا اللہ کی قسم ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا جیسا یہ کہتا ہے وہی لکھو: باسمک اللہم پھر فرمایا لکھو، یہ ہے وہ تحریر جس پر محمد اللہ کے رسول نے فیصلہ فرمایا:-

سہیل بولا اللہ کی قسم اگر ہم یہ مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے مقاتلہ کرتے، بلکہ لکھو محمد بن عبد اللہ!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم نے میری تکذیب کی ہے لیکن میں واقعۃً اللہ اور رسول ہوں (اچھا) اسی طرح لکھو محمد بن عبد اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ گے تاکہ ہم اس کا طواف کر لیں۔

سہیل کہنے لگا: ہمارا کوئی آدمی آپ کے ہاں نہیں آئے گا چاہے وہ آپ کے دین پر دانا اور اگر آگیا تو اسے واپس کرنا ہوگا۔

مسلمان کہنے لگے سبحان اللہ جو آدمی مسلمان ہو کر آجائے اسے مشرکین میں کیسے بھجوا جائے اور ابھی انہی باتوں میں تھے کہ ابو جندل بن سہیل ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے آئے اور مسلمانوں کے سامنے پہنچ گئے۔ سہیل کہنے لگا: اے محمد! یہ پہلا آدمی ہے جسے فیصلے کے مطابق آپ نائش گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک تو عہد نامہ تیار بھی نہیں ہوا وہ کہنے لگا پھر اللہ کی قسم کس بات کا فیصلہ نہ کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا میرے لیے رہنے دے وہ بولا میں آپ کے لیے نہیں رہنے دوں گا۔

ابو جندل نے (جب یہ سنا) تو فریاد کی، اے مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں کیا مجھے مشرکین کے حوالے کیا جائے گا؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مجھے کیا کیا دکھ پہنچا ہے؟ کفار نے انہیں سخت ترین ایذائیں دیں تھیں۔

مسلمانوں پر مایوسی کی کیفیت | جب عہد نامے سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور نحر (قربانی) کرو،

پہنچ کر وہ لیکن مسلمانوں میں سے ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے یقین بار فرمایا جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ ام سلمہ کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی حالت بیان فرمائی۔ ام سلمہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو تشریف لے جائیے۔ کسی سے کوئی بات نہ کیجیے۔ یہاں تک کہ آپ خود قربانی کر لیں اور پھر حجام کو بلائیے اور خود حلیت

کہ روایے چنانچہ آپ اٹھے کسی سے کلام نہ فرمایا: اور نخر کیا پھر حجام کو بلا کر حلق کروایا، جب لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بھی نخر کیا اور ایک دوسرے کا حلق کیا اور اس کی شدت کے باعث ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد پورے مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الدین آمنوا اذہبوا کما لومثنا ت مہاجرین سے لے کر عصما لکوا فر تک آیات نازل فرمائیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے آئے، راستے میں ہی یہ آیات نازل ہوئیں: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَوَسَّوْا لَكَ نِعْمَةً عَلَيْكَ وَيُهَدِّيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۗ وَنُصْرًا غَنِيًّا ۗ

یعنی، ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے مرجح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو بچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان اور چھانٹے تجھ کو سیدھی راہ پر اور مدد کرے تیری اللہ زبردست مدد۔

حضرت عمر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا یہ فتح (مکہ) کی بشارت ہے۔ آپ نے

فرمایا، ہاں!

صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جبارک باد پیش کی اور عرض کیا: پھر ہمارے لیے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو قریش کا ایک آدمی ابو بصیر مسلمان ہو کر حاضر ہوا انہوں نے ان کی تلاش میں دو آدمی واپس لانے کے لیے بھیجے۔ آپ نے انہیں دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا وہ انہیں لے کر نکلے۔ آخر ذالمخلفین پہنچ گئے، یہاں اتر کر کھجوریں کھانے لگے۔

ابو بصیر نے ایک سے کہا: اللہ کی قسم تیری تلوار میں دیکھتا ہوں کہ خوب سفید اور عمد ہے اس نے سنت لی اور کہا ہاں! اللہ کی قسم یہ بہت بہتر ہے۔ اسے میں کئی بار آزما چکا ہوں۔

ابو بصیر نے فرمایا: دراصل مجھے منظوم مسلمانوں نے خود اپنی نجات کی صورت نکال لی دکھاؤ۔ میں بھی دیکھوں

اس نے ان کے ہاتھ میں تھمادی، انہوں نے اسے قتل کر دیا، دوسرا بھاگ گیا، یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گیا۔ مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو وہ گھبرایا ہوا تھا

آپ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا واللہ میرا ساتھی قتل ہو گیا اور میں بھی قتل ہونے لگا تھا مگر بھاگ آیا، اتنے میں ابو بصیر بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی اللہ نے آپ کا عہد پورا کر دیا۔ آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا۔ اس کے بعد اللہ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرابی ہو اس کی ماں کو جنگباز ہے۔ کاش اس کا دوسرا ساتھی ہوتا۔ جب (ابو بصیر) نے یہ کلام سنا تو یقین کر لیا کہ انہیں پھر لوٹا دیا جائے گا (ابو بصیر) مدینہ سے نکل آئے اور ساحل سمندر پر آکر رہائش پذیر ہو گئے۔ ابو جندب بن سہیل بھی وہاں سے بھاگے اور ابو بصیر سے جا ملے۔ اب قریش کا جو آدمی بھی اسلام لا تا وہ ابو بصیر سے جا ملتا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت تیار ہو گئی۔ اللہ کی قسم وہ قریش کا جو قافلہ بھی دیکھ پاتے، اس پر ٹوٹ پڑتے، انہیں قتل کرتے اور ان کے اموال لوٹ لیتے۔ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اور اپنی قرابت کا واسطہ دیا کہ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور جو بھی (مدینہ) آئے گا وہ مامون ہے (یعنی) ہم واپسی کا مطالبہ نہ کریں گے۔

(اس موقع پر بعض عجیب واقعات پیش آئے) صبح بخاری میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ مدینہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس محسوس ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو فرماتے جب لوگ ادھر آئے تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمارے پاس نہ پینے کے لیے پانی ہے اور نہ وضو کرنے کے لیے۔ مرت آپ کے سامنے ایک لوٹا، ہے آپ نے لوٹے میں ہاتھ رکھا اور انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی بہنے لگا، تمام صحابہ نے پانی پیا، وضو بھی کیا۔ ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔ یہ واقعہ کنوئیں کے واقعہ سے جدا ہے۔

اسی شب کو بارش ہوئی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو فرمایا۔ جانتے ہو تمہارے رب نے آج شب کو کیا فرمایا؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔

(آپ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج میرے بعض بندوں نے اس طرح صبح کی کہ وہ میرے مومن ہیں اور بعض کافر ہیں، جس نے کہا کہ اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی وہ مومن ہے اور گواکب کا منکر ہے اور جس نے کہا ہم پر ایسے ایسے ستارے کے باعث بارش ہوئی وہ میرا کافر ہے اور گواکب پر ایمان رکھتا ہے۔

مسلمان سورت کی حرمت نے معاہدہ کی ایک شق منسوخ کر دی

لئے مصالحت ہو گئی اور عوام ایک دوسرے کی ایذا دہی سے مامون ہو گئے۔ اگلے برس آپ مکہ میں تشریف لائے اور تین دن وہاں قیام فرمایا اور حکم دیا کہ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ لیا جائے اور اسے بھی میان میں رکھا جائے تیزی بھی طے پایا تھا کہ ہم آپ کے ساتھیوں میں سے آنے والے کو واپس نہ کریں گے اور ہمارے جانے والے ساتھیوں کو لوٹانا ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا اسے اللہ کے رسول ہم انہیں یہ سہولتیں دیں؟ آپ نے فرمایا جو ہم میں سے ان کی طرف چلا گیا اسے اللہ نے (اسی رحمت سے) دور کر دیا اور جو ہمارے پاس آیا اور پھر ہم نے اسے لوٹایا تو اللہ تعالیٰ ہر کے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا۔

صلح حدیبیہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے سرمنڈانے کا فدیہ روزہ یا صدقہ یا قربانی قرار دیا یہ حکم کعب بن عجزہ کے معاملہ میں نازل ہوا۔

اسی صلح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرانے والوں کے لیے تین بار اور قصر کرانے والوں کے لیے ایک بار دعائے مغفرت فرمائی۔

اس میں ایک آدمی کی جانب سے ایک اونٹ نخر فرمایا اور سات آدمیوں کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔

اسی واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے اونٹوں میں ایک اونٹ کی ناک میں جو کھمی ابراہیم کی ملکیت رہ چکا تھا۔ چاندی کی ایک نکیل ڈال دی تاکہ شکرین جل اٹھیں اور اسی موقع پر سورہ فتح نازل ہوئی۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منوخرامہ نے معاہدہ کر لیا اور بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا۔ کیونکہ صلح حدیبیہ میں یہ بھی ایک شرط تھی کہ (قبائل عرب میں سے) جس کا جی جس کے ساتھ چاہے معاہدہ میں شریک ہو جائے۔

جب آپ مدینہ واپس تشریف لائے تو کچھ عورتیں مسلمان ہو کر آئیں۔ ان میں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی تھیں۔ ان کے وارث آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کے مطابق انہیں واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انہیں واپس نہ کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ کہا گیا ہے کہ عورتوں کے معاملہ میں یہ شق منسوخ ہو گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن

کے ساتھ سنت کو محدود کر دیا گیا، لیکن صحیح اقول یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں صرف مردوں کے متعلق یہ شرط طے ہوتی تھی اب مشرکین نے چاہا کہ اس کا دونوں صنفوں (مرد و عورت) پر اطلاق کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار فرمایا۔

ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ حدیبیہ کے سلسلہ میں فوائد فقہیہ نے اشہر حج میں عمرہ فرمایا، کیونکہ آپ ذی قعدہ

کو نکلے

دوسرے میقات سے عمرے کا احرام باندھنا زیادہ افضل ہے جیسے حج کا احرام باندھنا جلتا ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لیے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ اس جگہ اور مدینہ میں ایک میل کے قریب فاصلہ ہے۔

تیسرے عمرہ مفرد میں ہدی چلانا مسنون ہے جیسا حج قرآن میں طریقہ ہے۔

چوتھے ہدی کا اشعار کرنا سنت ہے نہ کہ اسے مثلہ کیا جائے کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

پانچویں اللہ کے دشمنوں کو غضب ناک کرنا اور جلانا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم ابو جہل کے سابق ملکیت اونٹ کو چاندی کی ٹکیل پہنائی تاکہ مشرکین خوب جلیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی وصف میں فرمایا: ان کی مثال دی۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاؤًا فَازْرَسَاءُ فَاسْتَعْظَمَ فَانطوى

على سوقه فجذب الزرع ليغيظ بهم الكفار۔ یعنی، اور مثال ان کی انجیل میں، جیسے

کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کڑھنوں کی پھر موٹا ہوا، پھر کھڑا ہو گیا۔ یعنی نالی خوش لگتا ہے کھیتی

والوں کو۔ تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔

نیز فرمایا: هذا لك بانظريهم ظما ولا نصب ولا مخمصة في سبيل الله

ولا يظنون موطنًا يغيط الكفار ولا يتالون من عدو نيلا الا كتب لهم به

عمل صالح ان الله لا يضيع اجر المحسنين۔

چھٹا یہ کہ امیر کو چاہیے کہ دشمن کی طرف مخبر ارسال کرے۔

ساتویں ملائیں اور سواریوں کا نام رکھنا بھی مسنون ہے۔

آٹھویں دین کی خبر پر حلفت اٹھانا جائز بلکہ مستحب ہے، جس سے اس کی تاکید ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی سے زیادہ بار حلفت اٹھانا ثابت ہے اور تین مقامات

پر تو اللہ نے تصدیق کے لیے حلف اٹھانے کا حکم دیا۔ سورہ یونس، سورہ سبأ، اور تغابن میں منقول ہے۔

نہیں۔ مشرکین، اہل بدعت، فسق و فجور میں مبتلا لوگ بھی اگر اللہ کی حرمت کی عظمت و احترام کا مطالبہ کریں تو اس سلسلہ میں ان سے تعاون کرنا چاہیے اور دوسروں کو ان سے روکنا چاہیے اور حرمت اللہ کی تعظیم میں تو ان کی مدد کی جائے گی البتہ ان کے ذاتی فسق و فجور میں بالکل تعاون نہ کرنا ہوگا۔

دسویں یہ کہ جو مکہ کے قریب نازل ہو، اسے چاہیے کہ صلے میں اتارے اور حرم میں نماز ادا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

گیارھویں سر یا سینہ جہاں سے مواد ہے اسے پاک کرنا۔

بارھویں، مستعمل پانی کا پاک ہوگا۔

تیرھویں، نفاذ کا استحباب۔ یاد رکھیے یہ طیرہ یعنی عالیٰ غنی کی قسم کی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی آندہ پر فرمایا، اب کام سہل ہو گیا۔

چودھویں، حلق کرنا قصر سے افضل ہے جوہ میں بھی حج کی طرح قربانی ہوگی جوہ محصور میں دوسرے ٹرے کی طرح قربانی ہوگی۔

پندرھویں یہ کہ عصر اس جگہ قربانی کر دے جہاں کہ اسے روکا گیا پہلے حل ہو یا حرم ہو اور یہ واجب نہیں کہ قربانی کو اگر حرم میں نہ پہنچا سکے تب بھی حرم میں پہنچائے۔

صلح حدیبیہ میں بعض حکمتوں کا بیان | اس میں جو حکمتیں ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا جس نے اسباب بنائے۔

چنانچہ اس کے تقاضائے حکمت کے مطابق واقعات (ظہور) پذیر ہوئے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ معاہدہ فتحِ عظیم کا مقدمہ بنا جس سے اللہ نے اپنے رسول اور لشکر کو عزت بخشی اور لوگ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہوئے۔ گویا یہ واقعہ اس مبارک امر کا دروازہ اور جانی تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ عادت جمیلہ ہے کہ جو بھی عظیم اور بڑا کام کرتا ہے تو اس کے لیے پہلے مقدمات اور تہید میں قائم فرماتا ہے جو اس کا سبب بنتی اور اس کی طوف رہنمائی کرتی ہیں۔

تیز یہ معاہدہ سب سے بڑی فتح تھی۔ کیونکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو مان دے دیا اور

مسلمان اور کفار آپس میں ملنے لگے۔ انہیں اسلام اور قرآن کی دعوت دیتے گئے اور اسلام کے متعلق علانیہ مناظرے شروع ہو گئے اور مخفی طور پر جو مسلمان تھا وہ بھی ظاہر ہو گیا اور اس وقت میں جس نے پیمانہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین کا نام دیا۔

یز اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان و اذعان میں اسے زیادتی کا سبب قرار دیا۔ اللہ کی نعمت و قدر کی رضا، اس کے وعدوں کی تصدیق، اس کے مواعیہ کا انتظار پھر سکینہ کی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعامات کا مشاہدہ جس کے ذریعہ قلوب کو اطمینان نصیب ہوا اور انہیں تسکین حاصل ہوئی (ان سب سے) ایمان میں زیادتی ہوئی۔

دیگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ حکم جو اپنے رسول اور مومنین کو دیا اسے اپنے رسول کے تمام سابقہ آئندہ ذنوب کی بخشش کا سبب اور ان پر اپنی نعمت کے اتمام اور ضرر ایل مستقیم طرف ہدایت اور غالب نصرت کا سبب قرار دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بیعت کا ذکر فرمایا اور اسے اس طرح نوید کہ یہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی ہی بیعت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک دان کے نیوں پر تھا تو گویا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے۔ کیونکہ وہ اسی ذات کا نبی اور بدل ہی تو ہے تو یوں سمجھو کہ اس کے نبی در رسول سے بیعت خود اسی سے عقد و بیعت ہے۔ جس نے (رسول) کی بیعت کی گویا اس نے اللہ کی بیعت کی اور رسول اللہ کے ہاتھ کے پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر خبر دی کہ اس عہد کو توڑنے والے کی اسی حرکت کا زوال خود اس پر آ کر ہے گا اور ایسا عہد کرنے والے کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اس طرح ہر وہ مومن جو اسلام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اللہ کی بیعت کرتا ہے یا تو وہ عہد کو کرے گا یا عہد شکنی کرے گا۔ یعنی دو ہی صورتیں ہوں گی،

پھر ان اعراب کا ذکر فرمایا جنہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کے ساتھ بدظنی کا ثبوت دیا۔ ان کے ان خیالات کو کہ رسول اس کے ساتھیوں اور لشکر کو (نعوذ باللہ) رسوا کیا، کہ ان پر فتح حاصل کرے تاکہ وہ واپس گھروں میں قطعاً نہ جائیں۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی وجہ سے مومنوں سے نبی ہوا اور اس وقت ان کے قلوب جس صدق و وفا سے پڑتے تھے خدا ہی خوب جانتا

ہے جس قدر وہ کمال اطاعت و وفا، اللہ و رسول کی خاطر ایثار کا جذبہ رکھتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر سکینہ، اطمینان اور رضا نازل فرمائی اور اپنے حکم سے ان کی رضا، صبر پر فتح قریب کا ثرہ سنایا، نیز یہ بتایا کہ انہیں بہت سے منافع ہاتھ لگیں گے۔ مزید برآں یہ بھی فرمایا کہ یہ منافع انہیں جلدی دے دیے جائیں گے اور ان منافع کے علاوہ دوسرے فتوحات کثیرہ کا بھی وعدہ فرمایا کہ اس وقت وہ ان پر قادر نہ تھے۔

ایک قول فتح مکہ کے متعلق ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد قانس اور روم کی فتوحات ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ فتح خیبر کے بعد آفاق عالم پر فتوحات کا سلسلہ مراد ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر کفار اللہ کے اولیاء سے جنگ کریں گے تو انہیں نصرت نہ ملے گی اور پیٹھ پھیر کر فرار ہو جائیں گے اور اس کے بندوں میں یہ اللہ کی سنت قدیمہ چلی آتی ہے اور سنت اللہ میں تغیر نہیں آیا کرتا۔

پھر خبر دی کہ اس کے رسول نے مسجد احوام میں امن سے داخلہ کا خواب صحیح دیکھا۔ اور وہ منقریب رونما ہو گا اور لازماً ہو گا۔ لیکن اس سال اس کا وقت نہیں آیا۔ تم اگر جلدی کرنا چاہتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس کی تاخیر میں کیا کیا مصالح و حلیں پوشیدہ ہیں چنانچہ اس کے لیے تمہید و بنیاد کے لیے فتح قریب عطا فرمائی۔

پھر فرمایا کہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اسے باقی تمام ادیان پر غالب کر دے۔ پس جب دین اسلام کے تمام اور تمام ادیان پر غلبہ عطا کرنے کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ ہو گیا تو اس میں مسلمانوں کے قلوب کو قوت و فرحت حاصل ہوئی اور اس ہمد پر انہیں ایقان حاصل ہوا کہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور یہ نہ سمجھو کہ حدیبیہ کے روز جو اغماض واقع ہوا وہ دشمن کی مدد اور اپنے رسول و دین سے اعراض کا سبب تھا اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ جبکہ اللہ نے اپنے رسول کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور وعدہ کیا کہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غلبہ عطا کر دے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے صحابہؓ کی مدح فرمائی اور تورات و انجیل میں ان کی صفات منقولہ کا تذکرہ فرمایا۔ اس طرح یہ تورات و انجیل اور قرآن کے

ارسال فرمانے والے کی حقانیت کا ثبوت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو مذکورہ الہامی کتابوں اور ان صفات مشہورہ سے متصف ہیں اور وہ بات نہیں کہ جس کا تذکرہ کفار کرتے ہیں اور الزام دھرتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ طالب دینا اور حکومت کے خواہاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شام کے نصرانی نے (صحایہ) کو دیکھا، ان کے طریقہ زندگی کا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ ان کے عدل و علم و عمل اور دنیا سے پرہیز آخرت کی طرف رغبت کا حال دیکھا تو کہنے لگے۔

یہ لوگ ان سے افضل ہیں، جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی حمایت کا شرف حاصل کیا۔

یہ نصاریٰ کی رائے ہے، جو صحایہ کے مقام و فضیلت سے آگاہ تھے۔ بخلاف بعض لوگوں کے کہ یہ صحایہ کے متعلق ایسی باتیں بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں روا نہیں رکھیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی کارساز اور رہنما نہیں۔

فتح خیبر

یہود کی علیحدگی کے لیے سرکوبی خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ

شہ کا ایک اہم معرکہ | موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے لوٹ کر مدینہ تشریف لائے اور قریباً بیس دن ٹھہرے۔ اس کے بعد آپ خیبر کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ ہی میں اس کا وعدہ کر دیا تھا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ خیبر سلمہ میں فتح ہوا اور جبہور کا خیال ہے کہ شہ میں فتح ہوا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے زہری سے انہیں عودہ سے انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخزوم سے روایت پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے سال تشریف لے گئے۔ ابھی مکہ و مدینہ کے درمیان تھے کہ سورہ فتح نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیبر عطا فرمایا اور مقام کثیر و وعدہ فرمایا۔ اس طرح یہ خیبر (کی فتح و غنائم) جلد عطا کر دی گئیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے مہینے میں مدینہ واپس تشریف لائے اور تھوڑی مدت ہی ٹھہر کر محرم کے مہینے میں خیبر تشریف لے گئے۔

آپ خیبر و عطفان کے درمیان وادی بصرہ میں آئے۔ شہ ہوا کہ عطفان حملہ نہ کریں چنانچہ یہیں رات گزارنی اور صبح کے وقت ان کی طرف گئے۔ مدینہ پر سبعا بن عرفطہ کو عامل مقرر کیا۔ اسی وقت ابو ہریرہ مدینہ پہنچ گئے اور صبح کی نمازیں سبعا بن عرفطہ سے پہلی رکعت میں کھڑے اور دوسری میں ویل للمطفئین سنی۔

سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف گئے

اور ہم نے رات کو سفر کیا۔ قوم کے ایک آدمی نے حاضرین کو عرض سے کہا کیا تم ہمیں اپنے اشعار
 نہ سناؤ گے؟

عامر ایک شاعر آدمی تھے۔ چنانچہ حاضرین کو ان اشعار سے گمانے لگے :-

اللهم لولا انت ما اهدينا

ولا تصدقنا ولا صلينا،

یعنی، اے اللہ اگر تو نہ (ہمیں) ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پر نہ آتے۔

اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔

فاغفر فدي لك ما اقتفينا

وثبت الاقدامان لاقينا

ہمیں بخش دے ہم تجھ پر خدا ہوں

اور اگر تو جنگ پر ثابت قدم رکھتا۔

وانزلنا سكينتنا علينا

وانا اذا صبح بنا اقينا

اور ہم پر سکینہ نازل فرما

اور جب ہمیں بلا یا جائے گا، ہم حاضر ہوں گے۔

وبالصياح عولوا بنا

وان اسراد وافتنة ابينا

اور جنگوں میں ہم پر اعتماد کیا گیا

اور اگر ہمیں بعض گمراہ کرنا چاہیں گے ہم انکار کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا سالق کون ہے؟

عرض کیا گیا عامر!

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ ایک آدمی کہنے لگا واجب ہو گئی

واجب ہو گئی عامر کو اے اللہ کے رسول!

راوی کہتے ہیں کہ ہم خیر آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا لیکن شدید تکلیف و پریشانی

کا سامنا کرنا پڑا (پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر یاب کامرانی) کھول دیا جب شام ہوئی تو انہوں نے

کثرت سے آگ جلائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کیسی ہے، کیا پکار ہے ہو، عرض کیا گیا گوشت (پکار ہے ہیں) آپ نے دریافت فرمایا: کیسا گوشت؟ عرض کیا گوشت کا گوشت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کو انڈیل دو، یہ ہاتھ پاؤں کوڑ

دو۔

جب صف آرا ستر ہوئی تو مرحب تکواری ہلانا اور یہ شعر پڑھتا نکلا۔

قد علمت خیبرانی مرحب

شاك السلاح بطل محرب محرب۔ اذ المحروب اقبلت قلتھب

یعنی: خیبر کو معلوم ہو چکا کہ میں مرحب ہوں۔

ہتھیاروں سے بچا ہوا۔ تجربہ شدہ بہادر ہوں جب لڑائیاں آئیں تو شعلہ زن ہو جاتا ہوں۔

اس کے مقابلے میں عامر یہ شعر پڑھتے مقابلے میں آئے۔

قد علمت خیبرانی عامر

شاك السلاح بطل مفاخر

یعنی: خیبر کو معلوم ہو چکا کہ میں عامر ہوں۔

ہتھیار بچانے والا، بہادر اور نڈر جنگجو ہوں۔

چنانچہ آپس میں جھڑپ ہوئی اور عامر کی ڈھال پر مرحب کی تلوار پڑی اور عامر نے

اسے نیچے لے جاتے لگے۔ عامر کی تلوار میں کچھ نقص تھا، تلوار کی دھار ان پر پڑی اور عامر کی آنکھ پر لگی اس سے ان کی شہادت بھی ہو گئی۔

حضرت سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عامر کا عمل

برباد ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا اس کے لیے دو اجر ہیں اور آپ

نے دو انگلیوں کو جوڑ کر بتایا، وہ یقیناً جاہد و مجاہد ہے۔ بہت کم عربی ایسے ہیں جنہوں نے

اس کی طرح جہاد کیا ہو۔

اہل خیبر کی بے خبری | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لائے۔ وہاں صبح کی نماز

فرمائی۔ اس کے بعد مسلمان سولہ ہونے تو اہل خیبر اپنے کھیتوں اور کام کاج کی جگہوں کی طرف نکلے اور انہیں مسلمانوں کی آمد کا علم بھی نہ تھا بلکہ وہ اپنے کھیتوں کی طرف نکلے تھے جب انہوں نے شکر (اسلام) کو دیکھا تو کہنے لگے۔

محمد اللہ کی قسم محمد اور خنس! (یعنی ال قیمت کا حصہ)!

چنانچہ اپنے شہر کی طرف بھاگتے ہوئے واپس ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر خیبر پر باد ہو گیا، اللہ اکبر خیبر پر باد ہو گیا جب ہم ایک قوم کے علاقہ میں اترے تو ڈرائے پاٹے والوں کی صبح بری ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے اور شہر پر نظر پڑی تو فرمایا: ٹھہراؤ، لشکر (اسلام) ٹھہر گیا۔ آپ نے یہ دعا پڑھی: اللھم رب السموات السبع وما اظلمن ورب الارضین السبع وما اقلن ورب الشیاطین وما اضلن۔ فانا نسئلك خیرھذا القریة وخیر اھلھا وخیر ما فیھا ولعوذ بك من شرھذا القریة وشرھا فیھا۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ کے نام سے آگے بڑھو۔

حضرت علی کا شرف جب داخلہ کی شب آئی تو آپ نے فرمایا: کہ صبح اُس آدمی کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت

رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ لوگوں نے ان باتوں میں ہی رات گزار دی کہ دیکھیے صبح کس کو جھنڈا ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک پاہتا تھا کہ اسی کو جھنڈا عطا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اسے آشوب چشم کی شکایت ہے۔

آپ نے انہیں بلا بھیجا وہ حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی وہ تندرست ہو گئے گویا انہیں کچھ تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا میں ان سے تب تک مقابلہ کروں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ بن جائیں؟

آپ نے فرمایا ان کے علاقہ میں اترتے تک اپنے قاصدوں تک رہنے دو پھر انہیں

اسلام کی دعوت، دوا اور انہیں اللہ کے حقوق کی خبر دو۔ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ پر
آدمی کو ہدایت دے دے۔ تو تیرے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

مرحِب اور حضرت علی کا مقابلہ | پھر مرحب یہ (رجز) پڑھتے ہوئے نکلا۔

انا الذی متنی امر مرحب

شاک السلاح لبطل مجرب

اذا الحدوب اقبلت قلتهب

یعنی، میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام مرحب رکھا۔

ہتھیار پوش بہادر تجربہ شدہ۔

جب لڑائیاں آئیں تو شعلہ زن ہو جاتا۔

دوسری جانب حضرت علیؑ یہ پڑھتے ہوئے میدانِ مقابلہ میں آئے۔

انا الذی متنی امر حیدر

کلیث غایات کریمہ المنظر

أو فیہم بالفصاح کیل السندر

یعنی، میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے حیدر نام رکھا۔

جنگلوں کے شیروں کی طرح خوفناک ہوں۔

اس کے بعد (علیؑ) نے مرحب پر تلوار کا وار کیا جس سے اسکی گردن دوڑ جا چڑی اور
مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔

جب حضرت علیؑ قلعے کے قریب ہوئے تو قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی نے سر نکالا

اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں علی بن ابی طالب ہوں! وہ یہودی بولا،

غالب آگئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؑ نے مرحب کو قتل کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ

محمد بن مسلمہ نے اسے قتل کیا۔

حضرت جابرؓ اپنی روایت میں فرماتے ہیں کہ خیر کے قلعے سے مرحب یہودی نکلا اس

نے خوب ہتھیار لگا رکھے تھے اور وہ رجز پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرے مقابلے میں کون

آئے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس کا مقابلہ کرے گا؟ محمد بن مسلمہ نے عرض

کیا، اے اللہ کے رسول میں اس کا (مقابلہ کروں گا) اللہ کی قسم میں بدلہ لوں گا، اس نے کل ہی میرے بھائی محمود بن مسلمہ کو شہید کیا ہے وہ خیبر میں شہید کر دیے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اٹھا اس کی جانب! اے اللہ (محمد بن مسلمہ) کی اس کے مقابلہ میں مدد کرنا جب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو دونوں کے درمیان ایک درخت حائل ہو گیا۔ اس طرح ہر ایک اس درخت کی آڑ لینے لگا۔ جب دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کرنا چاہا تو ہر ایک نے سامنے کا حصہ کاٹ دیا اور ایک دوسرے کے سامنے کھل کر آگئے اور اس درخت کا لٹنا، دونوں کے درمیان ایک آدمی کی طرح آڑ بن گیا جس پر کوئی شاخ نہ تھی۔ پھر (مرحب) نے محمدؐ پر حملہ کیا۔ انہوں نے پیڑے کی ڈھال سے وار بچایا۔ اس کی تلوار اس میں چلی گئی۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے اس پر وار کیا اور اسے قتل کیا۔

یا مسرا اور حضرت زبیرؓ کا مقابلہ | **مرحب کے مرنے کے بعد یا مسرا (یہودی) نکلا، اس کے مقابلے میں حضرت زبیرؓ نکلے، ان کی والدہ حضرت صفیہؓ**

نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا میرا لڑکا قتل ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تیرا بیٹا انشاء اللہ یہودی کو قتل کرے گا۔

چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں کہ پھر قوم یہود اپنے قوموں کے قتلے میں داخل ہو گئی تاکہ رد کاوٹ ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً بیس دن تک محاصرہ کیے رکھا۔ یہ زمین خراب اور سخت گرم تھی۔ مسلمانوں کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے گدھے ذبح کیے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھلانے سے منع فرما دیا۔ اہل خیبر کا ایک سیاہ فام غلام آیا جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا۔ جب اس نے اہل خیبر کو دیکھا کہ انہوں نے ہتھیار لگا رکھے ہیں ان سے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس کے دل میں لگ گیا۔ وہ بکریوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے۔

غلام بولا کہ میں گواہی دے دوں اور اللہ عزوجل پر ایمان لے آؤں تو میرے لیے کیا اجر ہے؟

آپ نے فرمایا تیرے لیے جنت ہے اگر تو اسی (ایمان) پر مرے۔

چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر عرض کیا اے اللہ کے نبی میرے پاس یہ بکریاں امانت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اپنے پاس سے ہٹا دو اور انہیں پتھر مار کر (بھگا دو) کیونکہ اللہ تعالیٰ تیری جانب سے تیری امانت ادا کر دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا، بکریاں مالک کے پاس پہنچ گئی۔ یہودی کو یقین ہو گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہو گیا۔

شہداء کی صف میں ایک نو مسلم غلام | پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے، انہیں خطاب فرمایا:

اور جہاد کی ترغیب دی۔ جب مسلمانوں اور یہودیوں میں جنگ ہوئی تو وہ سیاہ غلام شہداء میں پڑا تھا۔ مسلمان اسے اٹھا کر اپنے لشکر میں لے آئے اور اسے خمیے میں داخل کر دیا۔ یوں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیے میں دیکھا۔ پھر صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو عزت بخشی اور نیکی کی طرف چلایا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سر کے پاس دو خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہیں۔ حالانکہ اس نے اللہ کو ایک بھی سجدہ نہ کیا (یعنی نماز نہ پڑھ سکا کیونکہ اسلام لاتے ہی جہاد ہوا اور اس میں وہ شہید ہو گیا)!

ایک اور پروردانہ شمع اسلام | حماد بن سلمہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

اے اللہ کے رسول میں سیاہ رنگ بد بودار آدمی ہوں، میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں مقاتلہ کر دوں، یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں تو کیا مجھے جنت میں داخلہ مل جائے گا؟

آپ نے فرمایا: ہاں!

پھر وہ بڑھا جنگ کی طرف، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اسے اسی حالت میں اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ نے تیرا چہرہ حسین کر دیا۔ تیری بو کو خوشبو میں (بدل) دیا۔ اور تیرے مال کو زیادہ کر دیا۔ پھر فرمایا میں نے اس کی دو خوبصورت آنکھوں والی بیویوں کو دیکھا کہ وہ اس سے اس کا (پانا) لباس اتار رہی ہیں۔

اور نئے لباس اور جوتے میں داخل کر دیے ہیں۔

ایک من چلا اعرابی | مشہور حدیث ہے۔ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا اور اتباع کی پھر کئے لگا، میں آپ

کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے کسی صحابی کو اس کے متعلق وصیت فرمائی۔ جب غزوہ خیبر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت ہاتھ لگا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا اور اعرابی کا حصہ بھی لگا اور اس کا حصہ صحابہ کو محفوظ رکھنے کے لیے دیا۔ اس وقت وہ پشت پر پیرہ دے رہا تھا جب وہ حاضر ہوا تو صحابہ نے اس کا حصہ دیا، وہ کہنے لگا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ حصہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے لیے الگ فرمایا۔ اس نے لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تیرا حصہ الگ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے اس لاپس سے آپ کا اتباع نہیں کیا۔ بلکہ میں نے تو اس لیے اتباع کیا ہے کہ مجھے یہاں اس جگہ تیرے پھر پڑی گرن کی طرف اشارہ کیا اور کہا بس میں مر جاؤں۔ پھر مجھے جنت میں داخل جائے۔

آپ نے فرمایا اگر تو نے سچ کر دکھایا تو اللہ تعالیٰ تیری تصدیق (کا صلہ) دے گا۔ پھر دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہنے میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں!

آپ نے فرمایا: اس نے اللہ کی تصدیق کی۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جتہ مبارک کا اسے کھنسی دیا، پھر اسے لے گئے اور اس کے حق میں دعا فرمائی اور آپ اس کے لیے یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ تیرا بند ہے، تیرے راستہ میں مہاجر نکلا اور شہادت کے خون میں قتل ہوا اور میں اس پر گواہ ہوں۔

واقعہ فرماتے ہیں کہ یہود اپنے قلعے کی طرف واپس جا کر قلعہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تین دن ٹھہرے آخر ایک یہودی آیا جسے عزال کہتے تھے۔ اس نے کہا اے ابوالقاسم اگر آپ ایک ماہ بھی ٹھہرے رہیں تو بھی انہیں کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ان کے پینے کا پانی اور پھسے زمین کے نیچے ہیں۔ رات کو نکلتے ہیں۔ اس سے پی لیتے ہیں اور پھر دوبارہ قلعے میں لوٹ جاتے ہیں اور آپ سے بچاؤ کر لیتے ہیں۔ اگر آپ ان کا پانی کاٹ دیں تو سلسلے آئیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چشموں کی جانب تشریف

ے گئے انہیں کاٹ دیا جب پانی بند ہو گیا تو اب تلکے اور سخت ترین جنگ ہوئی، کچھ مسلمان شہید ہوئے اور دس یہودی مارے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی اسے فتح کرنے کے بعد آپ اہل کتبہ و طح اور مسلمانوں کی طرف گئے جو ابن ابی حنیقہ کے قلعے تھے انہوں نے سخت ترین قلعہ بندی کر لی۔ اور لٹاؤ اور شش سے بھاگ کر یہ لوگ ہمیں پناہ گزین ہو گئے، کیونکہ خیبر کے دو حصے تھے۔ شش اور لٹاؤ پہلے تھے جو فتح ہو چکے تھے اور کتبہ، و طح اور مسلمان بعد میں آئے تھے، وہ اپنے قلعوں سے باہر آتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ جن جنس کا رکرا ان پر پتھر برسائے جائیں، انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ چودہ روز سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاصرہ میں تھے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی درخواست کی اور ابن ابی حنیقہ کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ جنگ کے باعث ان کی جانوں کا نقصان نہ ہو اور ان کی اولاد انہیں بخشی جائے اور وہ خیبر سے چلے جائیں گے اور جو کچھ ان کے پاس مال و دولت تھے، سونا چاندی ہے سب پیش کر دیں گے۔ سوائے اس لباس کے کہ چریدن پر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے تحریر لکھ دو اور تم سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ختم ہو چکا۔ انہوں نے اس پر مصالحت کر لی۔ حماد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عمر نے فرمایا: انہیں نافع سے اتھیں ابن عمر سے روایت ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے مقاتلہ فرمایا، آخر وہ اپنے قلعے کی طرف پسپا ہو کر محصور ہو گئے۔ کھیتی بھور اور زمین کے جو حصے انہوں نے صلح کر لی کہ وہ اسے چھوڑ دیں گے اور ان کے سواری کے جانور جس قدر بوجھ اٹھا سکیں بس وہ لے لیں گے اور سونا اور چاندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا۔ آپ نے شرط لگائی کہ وہ چھپائیں گے نہیں اور نہ کوئی چیز آپ سے اوجھل کریں گے اگر ماہوں نے ایسی حرکت کی تو پھر نہ ذمہ ہے اور نہ عہد (امن)

لیکن انہوں نے ایک مشک جس میں مال اور حی بن اخطب کے زیورات تھے چھپا لیا وہ اسے بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت خیبر کی طرف اٹھا لایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حی بن اخطب کے چچا کو فرمایا۔ حی جو مشک بنو نضیر سے اٹھا کر لایا۔ وہ کہاں ہے۔ وہ کہنے لگا، انہیں اجازت اور جنگوں نے اسے ختم کر دیا۔

آپ نے فرمایا وہ عہد تو قریب کے زمانے کا ہے اور مال اس سے زیادہ تھا۔ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت زبیرؓ کے حوالے کیا۔ انہوں نے کچھ سختی کی۔ اس سے وہ ایک ویرانے میں گیا تھا۔ کہتے لگا، میں نے دیکھا کہ وہ ویرانے میں پھر رہا تھا۔ ویرانے رفت گئے اور وہاں تلاش کیا تو مشک ملی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی اس کی اور اس کی ایک زوجہ صفیر بنت حی بن اخطب کو قتل کر دیا اور اس کی عورتوں بچوں لام بنالیہ اور مال کو تقسیم فرمایا۔ یہ برتاؤ ان کی مسلسل ہمدشکنی کے باعث ہوا۔

خیبر سے معاہدہ | تیز آپ کا ارادہ ہوا کہ انہیں وہاں سے ملک بدر کر دیں، لیکن وہ کہنے لگے اے محمدؐ ہمیں اسی زمین میں رہنے دیجیے ہم اس کی لاج کریں گے۔ اور اس کی حفاظت کریں گے۔ کیونکہ ہم آپؐ کی نسبت یہاں سے زیادہ ملت ہیں۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے پاس اس قدر آدمی بھی نہ تھے جو اس کا نام سنبھال سکتے اور وہ خود اس کی حفاظت کے لیے فراغت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے آپؐ انہیں خیبر کا علاقہ اس شرط پر دے دیا کہ جو پیداوار یا پھل ہو اس کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا ہو گا۔ چنانچہ آپؐ عبد اللہ بن رواحہ کو اندازہ کرانے لے فرمایا کرتے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گند چکا ہے۔

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی پیداوار چھتیس سو سو سہم کی تقسیم | ہر سہم کی ایک سو سہم کا تھا۔ گویا کہ تیس سو سہم بن گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے عمارہ میں سہم ہوتے اور نصف یعنی اٹھارہ سو سہم اس کے محافظین اور وہاں پر اہل اسلام کے لیے چھوڑے گئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ خیبر کا ایک حصہ حملے سے اور ایک حصہ صلح سے مفتوح ہوا۔ چنانچہ جو حصہ لڑائی سے مفتوح ہوا اسے اہل خمس اور غنائم میں کر دیا گیا اور جو حصہ صلح سے مفتوح ہوا اسے وہاں کے منتظمین اور مسلمانوں کے امور اور عمارہ کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

م سافھی کے انکار کی اساس و بنیاد | میں کہتا ہوں کہ یہی امام شافعیؒ کے خیال کی اصل و بنیاد ہے کہ تمام غنائم کی طرح اسے مفتوحہ زمین کی تقسیم واجب ہوتی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خیبر کی زمین تقسیم نہ ہوئی تو فرمایا یہ مصالحت سے مفتوح ہوا لیکن جو سیر و مغازی کا گہرا مطالعہ کرے گا۔

اس پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ خیر قوت سے فتح ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزور قوت اس علاقہ پر قابض ہوئے۔ اگر محض مصالحت سے فتح ہوا ہوتا تو ان جلا وطن نہ کرتے۔

خیر اٹھارہ ہزار سہموں پر تقسیم ہوا، کیونکہ یہ اہل حدیبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطیہ تھا جو اس میں شریک تھے اور ان کی تعداد چودہ سو تھی۔ نیز ان کے ہمراہ دو سو سوار بھی تھے۔ ہر گھوڑے کے دو حصے ہوتے۔ چنانچہ جملہ تعداد اٹھارہ سو سہم بن گئی اور جابر بن عبد اللہ کے سوا اہل حدیبیہ میں سے کوئی بھی غزوہ خیر کے موقع پر غیر حاضر نہ تھا۔ ان کا آپ نے دوسرے شریک جہاد صحابہ کی طرح سہم (حصہ) لگالا۔ سوار کے تین سہم نکالے اور پیدل ایک، یہ کل چودہ سو تھے، دو سوار تھے۔ یہی روایت صحیح ہے جس میں کوئی تردد نہیں۔ نیز ابو مصلوبہ کی حدیث میں ہے کہ انہیں عبد اللہ بن عمرؓ سے انہیں نافعؓ سے انہیں حضرت ابن عمرؓ سے روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے لیے تین سہم ایک سہم اس کا اور دو گھوڑے کے لگانے اور یہ صحیحین میں مروی ہے۔ امام نور اور ابوالسائبر نے بھی عبید اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے امام شافعی بتاتے ہیں کہ محمد بن عمارؓ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر میں اٹھارہ سو سہم مقرر فرمائے۔ قوت کی تعداد پندرہ سو تھی۔ جن میں تین سو سوار تھے۔ آپ نے سوار کو دو سہم اور پیدل ایک سہم عطا فرمایا۔ شافعی نے فرمایا کہ مجمع بن یعقوب یعنی اس حدیث کا راوی اپنے والد سے وہ اپنے چچا عبد اللہ بن زید سے وہ اپنے چچا مجمع بن عمار سے روایت کرتے ہیں۔ جو غیر معروف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے عبید اللہ کی روایت قبول کر لی ہے۔ چونکہ اس کی معارض خیر کوئی نہیں اور ایک خیر کو صرف اس پایہ کی خیر سے ادا کیا جاسکتا ہے لہذا اس کے رد ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اس غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے ابن عم جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھی بھی آئے۔ ان کے ہمراہ عبید اللہ بن قیس ابو موسیٰ اور ان کے رفقاء اشجعی قبیلے کے لوگ تھے۔ نیز اسماء بنت عمیس بھی آئیں۔

ابو موسیٰ بتاتے ہیں کہ ہم یمن میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع ملی ہم ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ میں تھا اور میرے ساتھ میرے دو بھائی تھے، میں

دونوں سے چھوڑنا تھا۔ ایک کا نام ابو رہم اور دوسرا ابو بردہ۔ ہماری قوم کے بچپاس سے زیادہ افراد آگے۔ چنانچہ ہم ایک کشتی پر سوار ہو گئے یہ کشتی ہمیں حبشہ میں نجاشی کی طرف لے گئی۔ ہم وہاں جعفر بنی ابی طالب اور اس کے ساتھیوں سے جا ملے۔ حضرت جعفر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا اس لیے ہمارے ساتھ ہی ٹھہرو ہم انہی کے ساتھ ٹھہر گئے۔ انہوں نے ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر ہمیں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ہمارے لیے سہم نکالا اور ہمارے علاوہ اور کسی غیر حاضر شخص کا حصہ اس میں سے نہیں نکالا۔ سوا ان صحابہ کے جو آپ کے ہمراہ تھے۔ یا حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے یا ہمارا اور ہمارے شرکاٹے سفینہ کا۔

حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت عمرؓ میں سخت کلامی | لوگ کہنے لگے کہ ہمیں تم پر ہجرت میں سبقت

حاصل ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس حضرت جعفرؓ کے پاس آئیں اور حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے پوچھا یہ خاتون کون ہیں؟ جواب دیا کہ اسماء بنت عمیس ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا، ہم نے تم پر ہجرت میں سبقت کی۔ اس لیے تم سے زیادہ ہم رسول اللہ کے حقدار ہیں۔ (حضرت اسماء) کو غصہ آیا وہ کہنے لگیں۔ اسے عمرؓ پر گز نہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جو تم میں بھوکا ہوتا اسے وہ کھلاتے، جو تم میں جہاد کرتا وہ مال غنیمت پاتا۔ مگر ہم ایک دور دراز علاقے میں کٹھنیاں برداشت کر رہے تھے اور یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی خاطر تھا۔ خدا کی قسم نہ میں کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک جو کچھ تم نے کہا ہے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض نہ کر لوں۔ ہمیں دکھ دیا جاتا ایذا دی جاتی اور ہم یہ سب خدا اور رسول کے لیے سہتے۔ میں یہ تمام ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کروں گی اور خدا کی قسم ذرا بھی نہ جھوٹ بولوں گی، نہ تک مرچ لگا کر کہوں گی اور نہ مبالغہ کروں گی۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اسماء نے عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول! اس طرح کہہ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے انہیں کیا جواب دیا؟

انہوں نے عرض کیا، میں نے جواب میں یہ یہ کہا۔

آپ نے فرمایا عمر اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور اسے اہل سفینہ تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔ ابو موسیٰ اور اہل سفینہ حضرت اسماءؓ کے پاس گروہ درگروہ آیا کرتے اور اس حدیث کے متعلق پوچھ گچھ کیا کرتے تھے۔ ان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی بات بھی فرحت بخش اور پایہ مسرت نہ تھی۔ جتنی وہ بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمائی تھی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب سے آپ کا والہانہ تعلق خاطر صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ آپ کو فتح خیبر سے زیادہ خوشی ہوئی۔ یا حضرت جعفر کی آمد سے۔ اور واقعہ فرماتے ہیں کہ ابو شیم مرنی نے بتایا جو اسلام لائے تھے، اور سچ یہ ہے کہ انہوں نے بہت عمدہ طور پر اس دین کو قبول کیا تھا کہ جب ہم عینیہ بن حسن کے ہمراہ واپس آئے تو عینیہ بھی واپس آیا جب ہم خیبر کے قریب تھے تو رات کو ہم اترے اور ہمیں گھبراہٹ لاحق ہوئی۔

عینیہ نے کہا خوش ہو جاؤ، میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ مجھے خیبر کا ایک پہاڑ تو الرقیبہ دیا گیا۔ جب ہم خیبر واپس ہوئے، عینیہ آیا اور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا تھا۔ اس نے عرض کیا، اے محمد! آپ نے میرے حلیفوں سے جو غنیمت لی ہے تو اس میں سے مجھے بھی عنایت کیجیے، کیونکہ میں آپ کو گزند پہنچانے سے ہٹ گیا حالانکہ ہم آپ کو پہچان چکے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو شورش کر اپنے گھ کی طرف بھاگا۔

اس نے کہا: اے محمد مجھے انعام دیجیے۔

آپ نے فرمایا تیرے لیے ذوالرقیبہ ہے۔

اس نے پوچھا ذوالرقیبہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ پہاڑ جو تو نے خواب میں دیکھا کہ تو لے گا۔

چنانچہ عینیہ واپس ہوا، جب واپس پہنچا تو حوش بن حمت اس کے پاس آیا اور کہا میں

کہا نہیں تھا کہ تجھ سے اور ہی معاملہ ہوگا۔ اللہ کی قسم محمد مشرق و مغرب کی ہر قوم پر غالب

آکر رہے گا۔ یہودی ہیں اس بات کی خبر دیا کرتے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں ابو رافع سلام بن ابی حقیق کو کہتے سنا کہ ہم محمد پر نبوت کے متعلق حسد کرتے ہیں کہ نبی یارون سے نکل گئی حالانکہ آپ واقعی نبی مرسل ہیں۔ عورت کہتے ہیں میں نے سلام سے پوچھا کہ کیا وہ تمام زمین کے بادشاہ بنیں گے۔ اس نے کہا ہاں! اور کوئی یہودی نہیں چاہتا کہ میرے اس قول سے کوئی بھی واقف ہو جائے۔

آنحضرتؐ کو زہر دینے کی کوشش | اس غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت

عورت یہود نے آپ کو ایک بھٹی ہوئی بکری بھیجی، جس میں زہر ملا دیا، وہ آئی اور پوچھنے لگی۔ کونسا گوشت آپ کو زیادہ پسند ہے؟ بتایا گیا کلائی کا۔

چنانچہ اس نے کلائی میں زہر زیادہ ڈال دیا۔ جب اس پارچہ سے آپ نے کاٹا تو کلائی نے بتایا مجھے مسموم کیا گیا ہے۔ آپ نے فوراً نوالہ پھینک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا یہود کو جمع کرو، جب سب جمع ہو گئے تو ارشاد فرمایا میں تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں، کیا تم سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اے ابوالقاسم۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟ وہ کہنے لگے، ہمارا باپ فلاں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا، تمہارا باپ تو فلاں ہے، وہ بولے آپ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا اگر میں کچھ پوچھوں تو سچ بولو گے، کہنے لگے ہاں! اے ابوالقاسم اگرچہ ہم نے آپ کی تکذیب کی لیکن آپ نے ہمارے باپ کے متعلق ہمارا کذب معلوم کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل نار کون ہے؟ وہ بولے ہم اس میں تھوڑی سی مدت تک رہیں گے۔ پھر تم لوگ اس میں ہمارے بعد ہو گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم ہم وہاں کبھی بھی نہ جائیں گے۔

پھر آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کچھ دریافت کروں تو سچ بولو گے؟ کہنے لگے ہاں! آپ نے فرمایا تم نے اس بکری میں زہر ملا دیا ہے؟ کہنے لگے ہاں!

آپ نے فرمایا: کس بات نے تمہیں اس پر آمادہ کیا؟ بولے ہمارا ارادہ یہ ہوا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر نبی ہیں تو آپ کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ عورت بھی لائی گئی، اس نے اقرار

کیا کہ میں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے کبھی بھی مجھ پر مسلط نہ کرتا۔ ابو سلمہ بتاتے ہیں کہ بشر بن براہ بن مصرور (اسی بکری کے کھانے سے) وفات پا گئے۔ آپ نے یہودیہ سے کہلا بھیجا کہ تجھے کس بات نے اس کام پر آمادہ کر دیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ قتل کر دی گئی۔

اور اس باب میں اختلاف ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا یا نہیں؟ زیادہ تر روایات کھانے کی تائید میں ہیں۔ اس واقعہ کے تین سال بعد تک آپ زندہ رہے۔ یہاں تک کہ مرض وفات کی تکلیف میں بھی آپ نے فرمایا کہ میں اس نوالے کا اثر محسوس کرتا رہا ہوں جو خیر کے دن (اس مسموم) بکری سے کھایا تھا۔

زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شہادت تھی۔

غزوہ خبیر کے سلسلہ میں احکام فقہیہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اشہر حرم میں کفار سے مقاتلہ و جنگ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ذی الحجہ میں مدینہ سے واپس آئے تو یہاں ٹھہرے۔ پھر آپ محرم میں خبیر کی طرف تشریف لے گئے۔ زہری نے عودہ سے، انہوں نے مروان اور مسعد بن مخزوم سے اس طرح نقل کیا ہے۔ نیز واقدی نے یہی کہا، کہ آپ سحہ کی ابتدا میں نکلے۔ لیکن یہ استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ اوائل محرم میں آپ نکلے ابتدا میں نہیں اور صفر میں فتح حاصل ہوئی اس سے زیادہ قوی دلیل بیعت رضوان ہے جو صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے کی کہ وہ جنگ کریں گے اور راہ فرار اختیار نہ کریں گے۔ یہ واقعہ ذی قعدہ میں پیش آیا تھا لیکن اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ آپ نے بیعت تبلی جب آپ کو حضرت عثمان کی شہادت اور قریش سے ارادہ جنگ کی اطلاع ملی۔ ورنہ اشہر حرم میں قتال کوئی اختلافی مسئلہ نہیں

اختلاف تو اس میں ہے کہ کیا ان جہینوں میں کیا اشہر حرم میں قتال کا آغاز جائز ہے؟ قتال کا از خود آغاز کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جمہور نے اسے جائز کیا ہے اور کہا ہے کہ تحریم قتال منسوخ ہو چکی ہے اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عطاء وغیرہ کا خیال یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں حضرت عطاء اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کرتے کہ اشہر حرم میں قتال حلال نہیں اور اس کی حرمت منسوخ نہیں ہوئی۔

ان دونوں سے زیادہ قوی استدلال طائف کا محاصرہ ہے کیونکہ آپ شوال کے آخر میں اس طرف تشریف لے گئے اور بیس سے زیادہ دن تک محاصرہ کیے رکھا۔ محاصرے کا کچھ وقت ذی قعدہ میں آتا ہے۔ کیونکہ رمضان میں دس دن باقی تھے کہ فتح ہو اور فتح مکہ کے بعد آپ انیس دن وہیں مقیم رہے اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ اس کے بعد ہوازن کی طرف تشریف لے گئے۔ جب شوال میں بیس دن باقی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنو ہوازن پر بھی آپ کو فتح عطا فرمائی۔ یہاں کے خناتم تقسیم کرنے کے بعد آپ طائف کی طرف تشریف لے گئے اور بیس سے زیادہ دن تک وہاں محاصرہ کیے رکھا۔ اس کے باوجود اس واقعہ سے دلیل یہاں ملتی کیونکہ غزوہ طائف دراصل بنو ہوازن کی جنگ کا تمہ تھا اور انہوں نے پہلے سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال شروع کر رکھا تھا۔ جب انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس طرح محاصرہ طائف نے دراصل پہلے سے شروع شدہ جنگ کا تمہ تھا۔

انہی احکام میں ایک تقسیم خناتم کا مسئلہ ہے کہ سوار کے لیے تین سہم اور پیدل کے لیے ایک سہم، جس کے متعلق مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ نیز یہ کہ ایک فوجی کو یہ جائز ہے کہ اگر اسے کھانا ملے تو کھائے اور اس خمس ادا نہ کرے۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن مفضل کو چربی کی ایک بوریا ملی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اسے اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ نیز جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد کچھ لوگ میدان میں آئیں تو انہیں حصہ نہیں ملے گا۔ جب تک تمام لشکر اجازت نہ دے دے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے اہل سفینہ کے متعلق اس وقت مشورہ فرمایا تھا جب جعفر اور ان کے رفقاء پیغمبر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آیا انہیں حصہ دیا جائے یا مشورے کے بعد انہیں حصہ دیا گیا۔

پالتو گدھوں کے گوشت کا مسئلہ | ان احکامات میں سے ایک پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت ہے۔ خیر کے دن اس کی تحریم

صحت کے ساتھ ثابت ہے اور اس کی تعلیل یوں ہے کہ یہ جس سے بہیہ قول ان صحابہ کے قول پر مقدم سمجھا جائے گا۔ جنہوں نے یہ علت بتائی ہے کہ یہ سواری اور بار برداری کا جانور ہے اور اس قول پر بھی مقدم ہے کہ اس کا خمیس نہیں نکالا گیا تھا اور اس قول پر بھی مقدم ہے کہ یہ جانور لستی کے آس پاس کی گندگی کھاتا ہے۔ یہ تمام اقوال اگرچہ صحیح ہیں لیکن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان زیادہ قابل ترجیح ہے کہ یہ رحس دنیا پاک ہے، سب پر مقدم ہوگا۔
 متعہ فتح خیبر کے دن حرام نہیں کیا گیا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر اسے
 منع کب حرام ہوا؟ | حرام کیا گیا اور یہی درست تر رائے ہے۔

بعض اہل علم کا خیال یہ ہے کہ آپ نے اسے فتح خیبر کے دن حرام بتایا اور انہوں نے
 صحیحین کی اس روایت سے دلیل لی ہے جو علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے
 سے منع فرمایا اور صحیحین میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو عورتوں کے متعہ کے مسئلہ میں
 زعمی کرتے دیکھا تو فرمایا: اے عباسؓ ٹھہرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن
 عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور جب
 لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے سال اسے مباح بتایا پھر حرام کیا
 تو کہنے لگے حرام ہوا، پھر مباح ہوا، پھر حرام ہوا،

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ متعہ کے سوا کوئی بات حرام کی
 کی گئی ہو۔ پھر مباح کی گئی ہو پھر دوبارہ حرام کی گئی ہو (مروی ہے) کہ دوبارہ یہ حکم منسوخ ہوا اور
 بعد والوں نے اس کی مخالفت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف فتح کے سال حرام ہوا اس سے
 قبل مباح تھا۔

متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ | اور خیبر کے واقعہ میں صحابہ کرام
 رضوان علیہم یہودی عورتوں سے

متعہ نہیں کرتے تھے اور نہ انہوں نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی
 اور اس غزوہ میں کسی نے اس قسم کی بات نقل کی اور نہ اس واقعہ میں فعلاً و قولاً اس کا ذکر
 ہوا۔ بخلاف فتح مکہ کے کہ اس میں فعلاً و قولاً متعہ کا معاملہ سامنے آیا۔ یہ طریقہ دونوں سے
 زیادہ صحیح تر ہے۔

نیز تیسرا طریقہ بھی مروی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مطلقاً
 حرام نہیں بتایا بلکہ ضرورت کے وقت جائز اور بلا ضرورت اسے حرام قرار دیا۔ (مروی ہے)
 کہ حضرت ابن عباسؓ اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ مردار، خون اور سوز کے
 گوشت کی طرح ہے کہ ضرورت اور شدت حاجت میں استعمال کیا جا سکتا ہے چنانچہ اکثر

لوگ اسے دیکھ کے اور سمجھا کہ انہوں نے اسے مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے یہ دیکھا تو رجوع کر لیا اور اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا۔

مساقات اور مزارعت کے جواز کا پہلا نکتہ ہے کہ زمین کی پیداوار پھل اور کھیتی کے ایک مقررہ حصہ پر معاملہ طے کیا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ معاملہ فرمایا تھا جو آپ کی وفات تک غیر منسوخ رہا اور بعد میں خلفائے راشدین کا بھی اس پر عمل رہا۔

اسی قبیل میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دشمنوں کو زمین دی تاکہ اجرت پر کام کریں زمین کو فروخت نہیں کیا اور نہ مدینہ سے بیچ بھیجے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی سنت طیبہ یہ ہے کہ زمین کا مالک بیچ دینے پر مجبور نہیں۔ البتہ یہ عامل کی جانب سے جائز ہے۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول رہا۔

کھجوروں کے پھلوں کا اندازہ کر کے سودا کرنا اور اسے تقسیم

تقسیم الگ چیز سے بیچ جدا کرنا بھی (اس غزوہ سے جائز معلوم ہوتا ہے) نیز یہ کہ تقسیم بیع نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ اندازہ کرنے والا اور تقسیم کنندہ ایک ہی کافی ہے۔

نیز عقد صلح و امان کو مشروط کرنا بھی جائز ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط لگادی کہ یہودی کچھ غائب نہ کریں گے اور نہ کچھ چھپائیں گے۔

نیز منتم لوگوں کو سزا دینا، یہ حکم شرعی عدالت ہے نہ کہ ظالمانہ سیاست۔

نیز اگر اہل ذمہ اپنے آپ پر عائد شدہ شرائط میں سے کسی کی مخالفت کر دیں تو ان کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور ان کا جان و مال ملال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا اور شرط لگادی کہ وہ کچھ غائب نہ کریں گے اور نہ ہی کچھ چھپائیں گے اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی جان و مال کا ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے خطاب نے بھی اہل ذمہ کی شرائط کے متعلق صفت پر عمل کیا۔ اور (اہل ذمہ) پر شرط عائد کر دی کہ اگر انہوں نے کسی

ذمہ کی مخالفت کی تو بد بختوں اور دشمنوں پر جو کچھ (وارد ہوگا) ان پر بھی وہی کچھ ہوگا۔

نیز یہ کہ جس نے تقسیم سے قبیل خناتم میں سے کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ چیز اس کے حق سے بھی کم ہو۔ بلکہ وہ تقسیم کے بعد ہی مالک ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ

نیز اس کے حق سے بھی کم ہو۔ بلکہ وہ تقسیم کے بعد ہی مالک ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ

نے صاحب شملہ کے بارے میں جب اس نے غلو کیا تو فرمایا کہ یہ آگ بن کر اُس پر جل رہی ہے اور تمہے والے کو فرمایا: آگ کا ایک تسمہ یا دو تسمے۔

نیز امام کو اختیار ہے کہ قوت کے بل پر فتح کیے ہوئے علاقے کو تقسیم کر دے یا اس کی تقسیم ترک کر دے یا بعض کو تقسیم کر دے یا بعض کو تقسیم کر دے اور بعض کو چھوڑ دے۔

نیز اہل ذمہ کو دارالاسلام سے خارج کرنا جائز ہے جب مناسب ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں ٹھہرائے گا ہم بھی ٹھہرائے رکھیں گے۔ اور یہود کے سردار سے آپ نے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم بدن تمہاری سواریاں شام کی طرف کوچ کریں گی اور حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہیں شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ محمد بن جریر طبری کا یہی مذہب ہے۔

پابندی کے ساتھ نکاح میں گواہوں کی ضرورت نہیں | نیز اپنی لونڈی کو آزاد کرنا پھر آزاد کرنے کے بعد

اس سے نکاح کرنا اور آزادی کو حق مہر مقرر کرنا جائز ہے اور لونڈی کے اذن اور گواہوں اور ولی کے بغیر اسے زوجہ بنا لینا جائز ہے اور نہ فقط نکاح کرتا ہوں یا شادی کرتا ہوں کی ضرورت ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کے معاملہ میں کیا اور آپ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ طریقہ صرف میرے لیے مخصوص ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ آپ کو معلوم تھا کہ امت آپ کی سنن کا اتباع کرتی ہے۔ آپ نے اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے فرمایا کہ یہ طریقہ آپ کے سوا دوسروں کو جائز نہیں بلکہ انہوں نے اس واقعہ کو امت کی طرف نقل کیا اور انہیں منع نہیں کیا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کی اقتداء سے منع فرمایا: حالانکہ اللہ تعالیٰ مہر و برب نکاح کے تعلق کو آپ نے خطاب کر کے فرمایا: خَالِصَةً لِّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی، خاص کرنے کے لیے دوسرے مؤمنین کے سوا۔

اس لیے اگر امت سے علاوہ یہ بھی آپ سے مخصوص ہوتا تو اس کی تخصیص کا تذکرہ زیادہ اولیٰ تھا۔

نیز مرد کو اپنی بیوی کے ہمراہ خیمہ لگا کر رہنا اور سواری پر لشکر کے درمیان ایک ہی

یودج میں سوار ہونا بھی جائز ہے۔

نیز جو آدمی دوسرے کو زہر دے کر قتل کر دے، اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔
جیسے حضرت بشر بن برآء کو شہید کرنے کے عوض یہودیہ عورت کو قتل کیا گیا۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے | شاید یہودی عورت کو ہمد شکنی کے باعث قتل

کیا گیا کہ اس نے زہر کھلایا نہ کہ قصاص کے باعث۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر ہمد شکنی کے
باعث اسے قتل کیا جائے تو اقرار کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا اور کھانے والے کی وفات
تک اس کا قتل مؤخر کر دیا جاتا۔ اور اگر کہا جائے کہ اسے ہمد شکنی کے باعث قتل نہیں کیا گیا

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی بات حجت ہے جو اس کے قائل ہیں کہ امام کو اسیر کی طرح ہمد شکن
کے متعلق اختیار ہے۔ اگر کہا جائے کہ تم تو امام احمد کی طرح وجوب قتل کے قائل ہو۔ اور

قاضی ابو یعلیٰ اور ان کے اتباع کا خیال یہ ہے کہ امام کو اس میں اختیار ہے تو اس کا جواب
یہ ہوگا کہ اگر صلح سے قبل (زہری بکری) کا واقعہ درپیش آیا تو پھر یہ حجت نہیں ہو سکتا اور

اگر صلح کے بعد تو مسلمان کو قتل کرنے کی صورت میں ہمد شکنی سے متعلق اختلاف ہے۔
اسے ہمد شکنی نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے اور جو اسے ہمد شکنی تصور کرتے ہیں ان میں بعض

اس کے وجوب قتل کے قائل ہیں۔ بعض اختیار قتل کے بعد بعض اسباب ہمد شکنی کی مزید
وضاحت کرتے ہیں۔

فتح خیبر کے سلسلہ میں اختلاف آراء | اور فتح خیبر کے قوت سے مفتوح ہونے میں
اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قوت سے

مفتوح ہوا۔ بعض مصالحت سے فتح کے قائل ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد نے حضرت انس کی حدیث
نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا غزوہ کیا تو خیبر جنگ کے بعد قوت سے

فتح ہوا اور قتال کے بعد بعض کو ملک بدر کر دیا گیا۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ارض خیبر کے متعلق
یہ صحیح تر رعایت ہے کہ یہ تمام زمین قوت سے مفتوح ہوئی۔ بخلاف فدک کے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تمام زمین غائبین پر تقسیم فرمادی۔ جنہوں نے گھوڑوں اور
سواروں پر بیٹھ کر بلکہ بولا تھا اور یہ اہل حدیبیہ ہی تھے اور علانے کرام کا اس میں اختلاف

نہیں کہ ارض خیبر تقسیم کردہ ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب مکہ فہیمت میں

ہاتھ آجائے تو اسے تقسیم کیا جائے یا وقف کیا جائے؛ اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ امام کو اس کی تقسیم اور وقف دونوں کا اختیار ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کے متعلق کیا اور حضرت مگر نے عراق کے متعلق کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام زمین تقسیم کر دی جائے گی۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم فرمادی، کیونکہ زمین بھی کفار کے دیگر اموال کی طرح غنائم میں شامل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت مگر کی اتباع کے باعث وقف کے قائل ہیں کیونکہ زمین غنائم میں مخصوص حیثیت رکھتی ہے جس طرح حضرت عمرؓ نے صحابہ کی جماعت ہوتے ہوئے بھی ان مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جو بعد کے زمانے میں آئے والے ہیں۔

وادی قری میں آپ کی تشریف آوری | پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے چل کر وادی قری تشریف لے گئے، وہاں

یہود کی ایک جماعت تھی اور عرب (مشرکین) کا ایک گروہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو یہود نے تیر مارنے شروع کر دیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلام ندیم قتل ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اسے جنت مبارک ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو چاہدرا اس نے خیبر کے روز تقسیم سے قبل لی تھی اس پر آگ بن کر شعلہ زن ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یادو لے لایا۔ آپ نے فرمایا: آگ کا ایک تسمہ یادو لے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی، ان کی صف بندی فرمائی اور حضرت سعد بن عبادہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور ایک جھنڈا جناب بن منذر کو ایک سہل بن حنیف کو اور ایک جھنڈا عبادہ بن بشر کو عطا کیا۔ اس کے بعد یہود کو اسلام کی دعوت دی اور بتایا کہ تم اسلام لے آؤ تو تمہارے مال محفوظ ہوں گے، تمہاری جانوں کو مان ہو گا اور حساب اللہ پر ہو گا۔

حضرت زبیر اور حضرت علیؓ کی بہادری | اس کے بعد ایک آدمی نکلا اس کے مقابلے میں حضرت زبیر بن عوام نکلے حضرت

نے اسے قتل کر دیا۔ پھر اور نکلا انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا پھر اور نکلا۔ اس کے مقابلے میں حضرت علیؓ بن ابی طالب نکلے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا اس طرح کفار کے گیارہ آدمی

ہو گئے۔ جو نبی ایک قتل ہو جاتا، دوسروں کو دعوتِ اسلام دی جاتی جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ صحابہؓ کے ہمراہ نماز ادا فرماتے۔ پھر واپس آکر انہیں اسلام، اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیتے اس کے بعد مقتادہ فرماتے۔ آخر شام ہو گئی اور صبح ہوئی اور ابھی سورج ایک تیزہ بھی اونچا نہ ہوا تھا کہ آپ نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا اور قوت کے ذریعہ سے آپ کو یہ فتح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ آپ کو ان کا مالِ غنیمت عطا کیا اور سامان و اموال کی ایک کثیر تعداد ہاتھ آئی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی قری میں چار دن تک مقیم رہے اور جو مالِ غنیمت حاصل ہوا اسے صحابہؓ پر تقسیم کر دیا اور زمین اور کھجور کے درختوں کو یہود کے پاس ہی رہنے دیا اور انہی کو کارندہ مقرر فرما دیا۔ جب یہود تیار ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر، فدک اور وادی قری کے یہود کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ مال پر صلح کر لی۔

اس کے بعد جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر اور یہود بیانِ خیبر و فدک کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے خیبر اور

فدک کے یہود کو ملک بدر کر دیا۔ تیجا اور وادی قری کے یہود کو رہنے دیا، کیونکہ یہ دونوں علاقے اربعہ شام کی حدود میں شامل ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بچلا علاقہ مدینے تک حجاز میں داخل ہے اور اس سے پرے کا علاقہ شام میں داخل ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر ایک شب ایک جگہ اترے اور حضرت بلال سے فرمایا:

رات کو پہرہ دیتے رہنا۔

چنانچہ حضرت بلالؓ کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی۔ کیونکہ وہ اپنی سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ اور تمام صحابہؓ سے کوئی بیدار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دھوپ نکل آئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ گھبرا گئے۔ فرمایا: اے بلالؓ یہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان جس ذات نے آپ کو سلا دیا اس نے مجھے بھی (سلا) دیا۔ چنانچہ سواریوں کو وہاں سے ہٹکایا۔

یہاں تک کہ اس وادی سے نکل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے، جب چلے گئے۔ آپ نے انہیں اترنے اور وضو کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے فجر کی سنتیں ادا کیں اور حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ آخر نماز کی اقامت ہوئی۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھانی۔ پھر فارغ ہو کر فرمایا:

قضا نماز موقع ملتے ہی فوراً پڑھنی چاہیے | اے لوگو! اللہ نے ہماری ارواح قبض

کسی اور وقت انہیں لوٹاتا۔ اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز کے وقت میں سو جائے یا بھول جائے، اُسے چاہیے کہ اس طرح پڑھے جیسے وقت پڑھتا تھا۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ شیطان بلالؓ کے پاس آیا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے انہیں سلانے کی کوشش کی اور انہیں تھپکنے لگا جیسے بچے کو تھپکایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور انہیں بھی بتایا، جس طرح حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تھا۔

اس واقعہ کے فقہی احکام | اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو نماز کے وقت سو جائے یا بھول جائے، تو اُس کا وقت اُس کے لیے نماز کا وقت اس گھڑی میں ہوگا۔ جب وہ بیدار ہو یا اسے یاد آجائے۔

نیز یہ کہ سننِ راتہ کی فرائض کی طرح قضا ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض کے ساتھ فجر کی سنن بھی قضا کیں اور ظہر کی سنن تہا قضا فرمائی اور آپ کی سنت طاہرہ یہ تھی کہ فرائض کے ساتھ ساتھ سننِ راتہ بھی قضا کرتے تھے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قضا کی حالت میں اذان اور اقامت ہوگی، کیونکہ حالتِ سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ (البدواؤد)

نیز اس واقعہ سے قضا نماز کو جماعت سے ادا کرنے اور (بیدار ہونے) کے فوراً بعد قضا کرنے کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ کا قول کہ اُسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسے ادا کرے۔ اور مقامِ نزول سے ہٹ کر آپ نے نماز پڑھی اور تاخیر کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ شیطان کی جگہ تھی۔ آپ اس سے بہتر جگہ پر تشریف لے گئے۔ اس وجہ سے قضا نماز میں

ملکہ می تاخیر میں شمار ہوگی۔ کیونکہ آپ (حالت سفر) میں بھی نماز ہی کے کام میں مشغول تھے۔ نیز اس سے شیطان جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت بھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے حمام یا باغ چونکہ یہ وہ مقامات ہیں جہاں شیطان کثرت سے جاتا اور سکونت پذیر ہوتا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں نماز کی عجلت کو مؤخر کر دیا تو ان جگہوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔

چونکہ شیطان کا کھلم کھلا مسکن ہیں؛

مہاجرین کی بلند جو صدگی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آئے، مہاجرین کو خیر کے مال سے حصہ ملا تو مہاجرین نے انصار کو ان کے عطیات واپس کر دیے جو انہوں نے صحابہؓ کو دے رکھے تھے۔

سیرۃ ابوبکر صدیق رضی

خیبر سے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شوال تک مدینہ میں رہے اور اس زمانہ میں آپ نے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ فرمائے۔ ان میں سے ایک دستہ بنی فزارہ کے علاقہ نجد کی طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ارسال فرمایا۔ ان کے ہمراہ سلمہ بن اکوع بھی تھے۔ ان کے حصہ ایک خوبصورت لوندی آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے لی اور اس کے عوض ان مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا گیا جو مکہ میں تھے۔

بیز تیس سواروں کا ایک دستہ حضرت عمر بن خطاب کی زیر نگرانی ہوازن کی جانب بھیجا جب انہیں اطلاع ہوئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمان جیب وہاں پہنچے تو کوئی بھی وہاں نہ تھا چنانچہ واپس مدینہ چلے گئے۔ رہنمائے پوچھا کہ کیا آپ بنو خشم کے گروہ سے مقابلہ کریں گے؟ جو چلے آ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم نہیں دیا اور اگر (لیے) انہوں نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔

بیز ایک تیس سواروں کا دستہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سرکردگی میں بھیجا گیا۔ ان میں عبداللہ بن انیس تھے۔ انہیں بشر بن دارام یہودی کی طرف بھیجا گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر ملی کہ عطفان نے آپ سے جنگ کرنے کے لیے گروہ بندی کی ہے۔ اسے وہ خیبر کے علاقہ میں آئے ہیں۔ اس طرح کہ انہوں نے یہ کہہ کر شروع کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے تاکہ مجھے خیبر پر عامل مقرر کر دیں۔ اس طرح یقین دلا کر تیس آدمیوں سمیت لے آئے۔ اس کا ایک ایک آدمی ایک ایک مسلمان کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گیا۔ جب یہ لوگ خیبر سے چھ میل دو رہ گئے تو بشر یہودی گھبرا یا اور حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔ وہ سمجھ گئے۔ انہوں نے فوراً اپنے اونٹ کو چھڑکا اور اونٹ سے الگ ہو کر قوم کے آگے چلنے لگے۔

یہ بیشتر یہ قابو پایا تو اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ بیشتر بھی الگ ہوا، اگل کے ہاتھ میں شوخط کی لکڑی
 اس نے اسے حضرت عبداللہ بن امیہ کی آنکھ پر حملہ کیا جس سے زخم ہو گیا۔ لیکن آنکھ محفوظ
 رہی اس پر مسلمان نے ہر ساتھی یہودی سوار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ سو ایک آدمی کے ذمہ وہ
 بچ کر بھاگ گیا اس حادثہ میں کوئی مسلمان زخمی نہیں ہوا۔

یہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے عبداللہ بن امیہ کے زخم چیم
 لعاب مبارک لگا دیا، جس سے نہ پیپ پڑی اور نہ وفات تک پھر کوئی تکلیف ہوئی۔
 اسی طرح فدک میں بنو سہ کی طرف حضرت بشیر بن سعد انصاری کی زیر سرکردگی میں ایک
 دستہ بھیجا گیا جس میں تیس آدمی تھے۔ جب یہ نکلے تو چرواہوں سے ملے جو بکریاں اور چوپائے
 نگ کر مدینہ واپس ہو گئے۔ انھوں نے ان کا پچھا کیا اور رات کو ان تک پہنچ کر تیرہ ماٹھے لگے۔
 آخر کار بشیر رضہ اور ان اصحاب کے پاس تیر ختم ہوئے۔ پھر بشیر رضہ نے ان سے سخت ترین قتال کیا اور
 ان کی بکریاں اور چوپائے لے کر واپس ہوئے۔ بشیر کو چوٹ آگئی اور وہ یہود کے ہاں مقیم رہے یہاں تک
 کہ صحت ہو گئی اور واپس مدینہ پہنچے۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہلمیہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا جس میں
 سامہ بن زید بھی تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو امیر لشکر نے مجز بھیجے وہ خیر لائے تو آگے بڑھے
 یہاں تک کہ ایک شب کو ان کے قریب جا پہنچے۔ پھر یہ کھڑے ہو گئے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی
 اور کہا، میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے جس کا کوئی شریک نہیں ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ تم میری اطاعت
 کرو۔ اور میری نافرمانی نہ کرو۔ اور میرے حکم کے خلاف نہ کرو۔ کیونکہ جس کی اطاعت نہ کی جائے۔
 اس کی رائے کچھ (وزن) نہیں رکھتی۔ پھر انھیں ترتیب دے کر کہا اے فلاں تو اور فلاں اور اے
 فلاں تو اور فلاں تم دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا اور ایسی بات قطعاً نہ ہو کہ میں کہوں کہ
 تمہارا ساتھی کہاں ہے تو وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ اور جب میں تکبیر کہوں تم بھی تکبیر کہو اور تلوار
 کھول لو۔ پھر انھوں نے تکبیریں کہیں اور متحد ہو کر حملہ کر دیا اور دشمن کو گھیر لیا۔ کفار کو اللہ کی
 تلواروں نے بکریاں۔ جہاں مسلمان چاہتے مارتے اور اسی دن ان کا شمار امت امت تھا۔

حضرت امامہ
 حضرت امامہ کی اجتہادی غلطی اور آنحضرت کی اس سے بیزاری

ایک آدمی کے
 پیچھے نکلے جس کا نام نہیک بن مروان تھا۔ جب اس کے قریب آئے اور تلوار سے اس پر حملہ کیا تو

اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا۔

انہوں نے پھر بھی اسے قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے بکریوں چوپایوں وغیرہ کو منگایا۔ سردار کے حصہ میں دس بکریاں یا اس کے برابر چوپائے آئے۔

جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی خبر دی گئی۔

آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور فرمایا کہ کیا تو نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا اس نے محض جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔

آپ نے فرمایا، کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ پھر فرمایا کہ:

قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلہ میں کون تیرا مددگار ہوگا؟ آپ یہی بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ اسامہ نے دل میں کہا۔ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ پھر کہا کہ اللہ کے رسول، میں اللہ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی اس آدمی کو قتل نہ کروں گا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، آپ کے بعد؟

سریرہ غالب بن عبد اللہ کلبی | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبد اللہ کلبی کو کدیم بنی ملوح کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ان سے جنگ کرو، اور

اسی وقت فرماتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن عنینہ نے انہیں مسلم بن عبد اللہ جہنی سے انہیں جذب بن بکر جہنی سے روایت ملی کہ میں اس سریرہ میں شریک تھا۔ ہم چلے جب ہم قدید پہنچے تو حرت بن مالک بن یزید لہثی سے ملے ہم نے اسے گرفتار کر لیا۔ وہ کہنے لگا، میں تو مسلمان ہونے کے لیے آیا ہوں

غالب بن عبد اللہ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہونے کے لیے آیا ہے تو ایک دن رات کی گرفتاری کے لیے کچھ مضر نہیں۔ اور اگر تو دوسری بات کے لیے آیا ہے تو بھی ہمیں ذوق ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے اسے باندھ دیا اور ایک چھوٹے سے سیاہ نام آدمی کو اس پر مقرر کر دیا اور فرمایا اس کے پاس کھڑے رہو۔ ہم تمہارے پاس سے گزریں گے اگر یہ تمہارے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کا سر اڑا دینا پھر ہم چلے اور وادی کدیم میں پہنچے۔ ہم وہاں عصر کے بعد شام کے قریب اترے۔ میرے ساتھیوں نے مجھے ایک ٹیلے کی طرف بھیجا جس سے کہ وہ بستی نظر آتی تھی میں اس پر چڑھ گیا اور یہ غروب

آفتاب سے قبل کا واقعہ ہے (اکیسٹی والوں) میں سے ایک آدمی نکلا۔ اس نے غور کیا اور مجھے ٹیلے پر لیٹے دیکھا، اپنی بوی سے کہنے لگا، میں اس ٹیلے پر کچھ سیای سی دیکھ رہا ہوں جو میں نے ابتدائے دن میں نہ دیکھی تھی۔ ذرا دکھنا کوئی کتا پرتوں پر سے نہ گذرا ہو۔ اس نے دیکھا اور کہنے لگی اللہ کی قسم میں نے تو کوئی چیز نہیں دیکھی جو کھولی گئی ہو، کہنے لگا، ذرا تجھے کمان اور تھیلے سے دو تیر دینا، اس نے اسے تیر دیئے اور اس کے بعد اس نے تیر مارا جو میرے پہلو میں لگا۔ میں نے اسے نکال دیا اور حرکت تک نہ کی۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا جو میرے کندھے میں لگا۔ میں نے اسے بھی نکال دیا اور حرکت بالکل نہ کی۔ وہ اپنی بوی سے کہنے لگا، بچا میرے تیر بے کار گئے، اگر کوئی دہاندار ہوتا تو ضرور حرکت کرتا۔ صبح کو میرے تیر تلاش کرنا اور دونوں کر لے آنا کہیں انھیں کلاب نہ چبا جائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم کھڑے رہے، حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ انھوں نے دودھ دوبا، اور خاموشی چھا گئی اور شب کا ایک حصہ گزر گیا۔ پھر ہم نے اچانک ان پر حملہ کر دیا اور بعضوں کو قتل کیا اور چوپائے منگائے اور واپس چل پڑے۔ ان کی پیچ نیکار قوم تک پہنچی۔ اور ہم تیزی کے ساتھ نکل آئے۔ آخر ہم حرث بن مالک اور اس کے ساتھی کے پاس سے گذرے۔ انھیں بھی ساتھ لیا اور لوگوں کی آوازیں ہم تک پہنچنے لگیں۔ اور وہ ہم تک پہنچ ہی رہے تھے اور ان کے درمیان صرف وادی کا میدان ہی رہ گیا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں سے چاہا پانی کا سیلاب بھیج دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ (اس وادی میں) اس سے قبل بارش ہوتی دیکھی ہی نہ تھی۔ اور اب اس قدر سیلاب آیا کہ لوگ اسے عبور نہ کر سکے۔ میں نے انھیں دیکھا کہ وہ ہماری جانب دیکھ رہے تھے اور ان میں سے کوئی بھی آگے بڑھ نہ سکتا تھا۔ اور ہم ڈھلوان پر اتر رہے تھے۔ چنانچہ ہم تیزی سے چلے اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں تھا انھیں اس کے حاصل کرنے سے عاجز کر دیا۔

کہتے ہیں کہ یہ سر یہی وہ سر یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اس کے بعد حسیل بن نویرہ حاضر ہوئے۔ یہ خیبر کے علاقہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں، غطفان اور حیان میں میں نے دیکھا کہ ایک لشکر جمع ہے۔ آپ نے ان کی طرف عینہ کو بھیجا تھا کہ یا تو تم چلے آؤ، یا ہم تمہاری طرف آئیں گے انھوں نے جواب دیا کہ تم ہماری طرف چلے آؤ اور وہ آپ سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے مشورہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ بشر بن سعد کو ارسال فرمائیے آپ نے انہیں تین سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ رات کو چلو اور دن کو چھپ جاؤ۔ حبشہ بھی ان کے ہمراہ رہنمائی کے لیے نکلے۔ یہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ یہاں تک خیر کے زیری علاقہ میں پہنچ گئے اور دشمن کے قریب ہو گئے اور ان کے چوپاؤں پر تلہ بول دیا۔ جب انہیں خیر ہوئی تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ بشر اپنے اصحاب سمیت بستی میں گئے اور دیکھا تو وہاں کو بھی نہ تھا۔ چنانچہ یہ لوگ چوپائے لے کر واپس آ گئے۔ بعد میں عینہؓ نے ان کا ایک مخبر قتل کر دیا اور دادمی گرفتار کر کے مدینہ لے آئے جو مسلمان ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حدر داسلمی کو ایک سر یہ میں بھیجا

سر یہ ابی حدر داسلمی | اس کا واقعہ ابن اسحق نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ حشتم بن معاویہ کا ایک آدمی حسی کا نام تیس بن رفا کہ یا رفاعہ بن قیس تھا ایک بھاری جمعیت لے کر آیا اور میرا میں اترا تاکہ قبیلہ تیس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنے کے لیے جمع کرے۔ یہ آدمی حشتم میں نامور معروف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور دو مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا کہ اس آدمی کی طرف چلو اور اس کی خبر لاؤ۔ آپ نے ہمیں ایک نجیف بڑی عمر کی اونٹنی عطا کی۔ ہم میں سے ایک آدمی اس پر سوار ہوا تو خدا کی قسم وہ ضعف کے باعث کھڑی نہ ہو سکی یہاں تک کہ لوگوں نے ہاتھوں کے ساتھ پیچھے سے اسے سہارا دیا تب وہ چلی۔

آپ نے فرمایا کہ تم اس سواری پر پہنچ جاؤ گے۔ ہم نکلے، ہمارے ساتھ ہمارے تیر اور تلواریں بھی تھیں۔ غروب آفتاب کے وقت ہم بستی کے قریب پہنچے۔ میں ایک سمت میں چھپ گیا اور ساتھ سے چھپنے کو کہا۔ وہ بھی بستی کے دوسری جانب چھپ گیا۔ میں نے کہا کہ جب تم میری تکبیر سنو، تم بھی تذبذب نہ کرو۔ خدا کی قسم ہم اس حالت میں تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ ذرا صبح ہو جائے یا کچھ نظر آنے لگے۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ شہر والوں کے کسی چرواہے نے شب کو آنے میں دیر کر دی تھی یہاں تک کہ انہیں خطرہ لاحق ہوا۔ اس پر ان کا سردار مارفاعہ بن قیس کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی تلوار نکلے میں لٹکائی اور کہنے لگا بخدا میں اس چرواہے کے نشانات پر جاؤں گا۔ خدا کی قسم اسے ضرور گزند پہنچا ہے۔ اس کے جند ساتھ ہی کہتے لگے خدا کے لیے ہمارے بغیر مت جاؤ۔ وہ کہنے لگا، ہمت صرف میں ہی جاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم بھی تیرے ساتھ چلیں گے۔ اس نے کہا، بخدا تم میں سے کوئی بھی میرے پیچھے نہ آئے۔

پھر وہ تھکا، یہاں تک کہ میرے پاس سے گزرا۔ جب میری زد میں آیا تو میں نے اسے تیر مارا۔ وہ اس کے دل پر لگا، واقتد اس نے بات تک نہ کی۔ میں اچھلا اور اس کا سر کاٹ دیا۔ پھر میں نے تکبیر کہی، میرے دو ساتھیوں نے بھی خوب زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ دشمن اتنا دہشت زدہ ہوا کہ اپنی عورتوں بچوں اور ہلکے پھلکے سامان کو لے کر فرار ہو گیا اور ہم نے اونٹوں اور بکریوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو سنکایا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور اس کا سر بھی میں اپنے ہمراہ اٹھا کر لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان میں سے تیرہ اونٹ مرحمت فرمائے جس سے میں نے اپنے خاندان کو بسایا (اس سے قبل) میں نے اپنی قوم کی ایک عورت سے شادی کی تھی اور دو سو درہم اس کا حق مہر رکھا تھا۔ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدد چاہنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں کہ تیری مدد کر سکوں، میں چند دن ٹھہرا رہا، اس کے بعد اس سریر کا واقعہ پیش آیا، اور میں مالا مال ہو گیا۔

نیز آپ نے اہم کی طرف ایک سریر بھیجا۔ اس میں مسلمانوں کے سریر الوقادہ و محلم بن جثامہ | گروہ میں حضرت الوقادہ اور محلم بن جثامہ بھی شامل تھے

اور عامر بن اصبط دودھ کا ایک مشکیزہ لے کر اونٹنی پر سوار اس کے پاس سے گزرا اور اچھیں سلام کے طریق پر سلام کہا، اچھوں نے جواب نہ دیا۔ محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، کیونکہ ان دونوں میں پہلے سے کچھ عداوت سی تھی۔ جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی جس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

يا ايها الذين آمنوا اذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن القى اليكم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحياة الدنيا فعند الله مغالمة كثيرة كذا

كنتم من قبل من الله عليكم فتبينوا ان الله كان بما تعملون خبيرا

یعنی "اے ایمان والو! جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کرو اور مت کہو جو شخص

تمہاری طرف سلام علیک کرے، کہ تو مسلمان نہیں، چاہتے ہو مال دنیا کی زندگی کا تو

اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں۔ تم ایسے ہی تھے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سو

اب تحقیق کرو، اللہ تمہارے کام سے واقف ہے"

واپسی پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا، کہ تو نے آمنت

یا اللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا؛

بخیر کے سال عیینہ بن بدر حاضر ہوا اور عامر بن اہنیط اشجعی کا دم طلب کیا۔ یہ تیس کا ردا تھا۔ اقرع بن حابس علم کی جانب سے تحفظ کر رہا تھا اور یہ خندت کا سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کے لوگوں سے فرمایا کیا تم اب ہم سے پچاس اونٹ لے لو گے اور جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو پچاس پھر دے دیں گے ؟

عیینہ بن بدر نے جواب دیا، اللہ کی قسم میں اسے ہرگز اس دن تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ اس کی عورتوں کو بھی وہی تکلیف نہ پہنچا دوں جو اس نے میری عورتوں کو پہنچائی ہے۔ اس طرح کا بخت مباحثہ کے بعد یہ لوگ دیت پر رضامند ہو گئے۔

صحیحین میں حضرت سعید بن جبیر سے انھوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا، فرمایا

کہ یہ آیت یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک سر پہ میں کھیجا۔ نیز صحیحین میں اعمش رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ثابت ہے۔ انھوں نے سعید بن عبیدہ سے انھوں نے ابو عبد الرحمن سلمی سے، انھوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سر پہ میں ایک انصاری آدمی کو امیر بنایا اور حکم دیا کہ اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے امیر کو کسی بات میں ناراض کر دیا، امیر نے کہا، لکڑیاں جمع کرو۔ انھوں نے لکڑیاں جمع کر دیں۔ پھر کہنے لگا، آگ جلاؤ انھوں نے آگ جلائی، پھر کہنے لگا:

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہ دیا تھا کہ میرا حکم سنو اور اطاعت کرو۔

انھوں نے جواب دیا، ہاں کہا تھا۔

اس پر وہ بولا، اس آگ میں کود پڑو۔

راوی کہتے ہیں پھر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے کہ ہم آگ سے بھاگ کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے۔ اتنے میں امیر کا غضب بھی ختم کیا اور آگ بھی بجھ گئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو اس کا تذکرہ ہوا۔

آپ نے فرمایا، اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔ اطاعت امیر صرف معروف

میں ہے۔

یہ (امیر) عبدالعزیز حذافہ سہمی تھے۔ اگر یہ کہا
امیر کی اطاعت کے حدود و شرائط جائے کہ اگر وہ آگ میں داخل ہو جائے تو وہ اپنے
 خیال میں اٹھ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے داخل ہوتے گویا از روئے تادیل وہ غفل
 سمجھے جاتے اس لیے جہنم میں وہ دائمی طور پر کیے رہ سکتے؛

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آگ میں اپنے آپ کو ڈالنا معصیت ہے۔ اس لیے خودکشی کرنے
 کی پاداش میں وہ ہمیشہ اس میں رہتے، کیونکہ خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت جائز
 نہیں اور اطاعتِ امیر سے آگ میں داخل ہونا اٹھ اور اس کے رسول کی معصیت ہوگی۔ اس طرح
 یہ اطاعت ہی سزا کا مستوجب ہو جاتی۔ کیونکہ یہ حرکت خود ہی معصیت کی حیثیت رکھتی ہے، اور
 اگر داخل ہو جائے تو گویا اٹھ اور اس کے رسول کے نافرمان ہوتے۔ اس آدمی کے متعلق جو خودکشی کرے
 ایسا حکم ہے تو جو آدمی دوسرے مسلمان کو امیر یا بادشاہ کے حکم سے ناجائز ایذا دے اس کے دجبت
 یا عذاب کی کیا حالت ہوگی؟ (اور آگ میں کودنا اگر اس طرح ناجائز ہے) تو ایسے بازی گروں
 کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو آگ میں کود جاتے ہیں اور جہلا سمجھتے ہیں کہ یہ ابراہیم خلیل اٹھ علیہ السلام
 کی میراث ہے اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، اسی
 طرح ان پر بھی سردا و مسلاما بن جائے گی اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ حالی رحمانی میں
 آگ کے اندر کودے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ حال شیطانی میں داخل ہوئے کیونکہ یہ نہیں جانتے
 کہ یہ بازی گرا ایک خاص قسم کا لباس استعمال کرتے ہیں اور لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اولیاء الرحمن ہیں
 ہی، حالانکہ اولیاء شیطان میں سے ہیں۔

عمرہ قضا

نافع فرماتے ہیں کہ سیدہ ذی قعدہ کے مہینے میں یہ عمرہ کیا گیا، سلیمان تمبی فرماتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آئے۔ انھوں نے سرایا بکھیجے اور مدینہ میں کھڑے رہے یہاں تک کہ ذی قعدہ کا چاند نکل آیا۔ پھر آپ نے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ پھر حدیبیہ سے اگلے سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے۔ یہی وہ مہینہ تھا جس میں مشرکین نے آپ کو مسجد حرام کی زیارت سے روکا تھا۔ پھر آپ نے تمام جنگی سہیارا، تیر، نیزے وغیرہ اتار دیئے اور صرف تلواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا، اپنے کتے بھول کو کھول دو اور طواف میں سعی کرو۔ تاکہ مشرکین قوت و سطوت کا مظاہرہ دیکھ لیں اور آپ حسب امکان ان کے سامنے مظاہرہ قوت کرتے رہے۔ چنانچہ مکہ کے مرد عورتیں اور بچے جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھنے لگے۔ یہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار سونٹے رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
کفار کی اولاد کو ان کی راہ سے ہٹا دو	رحمن نے اسے قرآن میں نازل فرمایا ہے
فی صحف متلی عن رسولہ	یادب انی ہو من بقیلہ
ان صحیفوں میں جو اس کے رسول پر پڑھے جاتے ہیں	اے پروردگار میں اس کے زمان پر ایمان لایا
ضربا یزیل المہام عن قبیلہ	ویدھل الخلیل عن خلیلہ
اسی ضرب جو گند کو حیدا کر دے	اور دوست کو دوست سے الگ کر دے

اور مشرکین کے بعض لوگ آپ کو سخت غصے اور غیظ کے عالم میں دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک مکہ میں حضرت مہموونہ سے آپ کا نکاح قیام فرمایا، چوتھے روز صبح کو آپ کے پاس سہیل بن

غزوہ اور حویطب بن عبد العزیٰ آئے۔ آپ انصار کی مجلس میں حضرت سعد بن عبادہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ حویطب چلایا اور کہنے لگا ہم اللہ اور عہد کا واسطہ دیتے ہیں کیا تم ہماری سرزمین سے نہیں خصت ہو گے؟ حالانکہ نین دن گزر چکے ہیں۔

سعد بن عبادہ نے کہا، بد بخت تو نے تھوٹ بولا۔ زمین نہ تیری ہے اور نہ تیرے آباد اجداد کی ہے۔ اللہ کی قسم ہم نہیں نکلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویطب یا سہیل کو خطاب کر کے فرمایا، میں نے ایک خاتون سے شادی کی ہے کیا ولیمہ تک نہ بھڑ جاؤں؟ ہم بھی کھائیں اور تم بھی کھاؤ، اس میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہیں اٹھوں نے جواب دیا کہ ہم تجھے اللہ اور وعدہ کا واسطہ دیتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ کیا تو ہمارے یہاں سے نہ جائے گا؟ چونکہ معاہدہ حدیبیہ میں وعدہ کیا گیا تھا کہ مسلمان اگلے سال آئیں گے اور تین روزہ کر چلے جائیں گے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے البورایع منکو کوچ کرنے کا حکم دیا اور آپ بھی سوار ہو گئے یہاں تک کہ آپ مقام سرف پر اترے اور وہاں ٹھہرے اور البورایع حضرت میمونہ کو لانے کے لیے پیچھے رہ گئے آپ وہاں اقامت پذیر رہے تا آنکہ حضرت میمونہ اور ان کے ساتھ کے لوگ بھی آ گئے، ان جہلا مشرکین اور ان کے بچوں سے انھیں از حد اذیتیں پہنچیں پھر آپ نے سرف میں خیمہ لگوایا۔ آپ نے ملاقات کی۔ اس کے بعد کوچ کیا اور مدینہ پہنچ گئے اور اللہ کی تقدیر دیکھیے کہ حضرت میمونہ کی قبر بھی اسی جگہ بنی جہاں کہ سرف کے مقام پر آپ نے خیمہ لگوایا تھا۔

اور حضرت ابن عباس کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح

فرمایا اور خیمہ لگوایا تو آپ غیر محرم تھے۔ یہ ثابت نہیں ہے اور اسے وہم سمجھا گیا ہے۔

یزید بن اہم حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے نکاح کیا، جب ہم دونوں سرف میں غیر محرم تھے (مسلم)

اور حضرت البورایع نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کی حالت میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا اور مکان یا خیمہ بنوایا تو بھی آپ حلال تھے، اور میں دونوں کے درمیان قاصد کھتا ہوں یہ ان سے صحیح روایت میں مروی ہے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس جو سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو

صل اور نکاح ایک ہی وقت میں ہوئے، جس وجہ سے انھیں تو شبہ ہو گیا کہ آپ نے احرام سے قبل نکاح کیا۔ یہ بات محل ہے، سوا اس کے کہ انھیں احرام سے قبل اس کا وکیل بنایا گیا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ شافعی نے بھی اس کے متعلق ایک قول ذکر کیا ہے۔ اب اقوال تین ہیں۔

ایک یہ کہ آپ نے عمرہ سے حلت کے بعد نکاح فرمایا۔ یہ خود حضرت میمونہؓ اور ان دونوں کے درمیان قاصد حضرت ابورافعؓ کا قول ہے۔ نیز حضرت سعید بن مسیب اور جمہور محدثین کا یہی قول ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح کیا۔ ابن عباسؓ اہل کوفہ اور ایک گروہ کا یہی خیال ہے۔ تیسرا یہ کہ آپ نے ان سے احرام سے قبل نکاح فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن عفان سے منقول ہے انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ محرم نہ نکاح کرنے نہ نکاح کرانے اور نہ منگنی کرے۔ اب اگر قول اور فعل کو متعارض تسلیم کر لیا جائے تو قول کو مقدم سمجھا جائے گا کیونکہ فعل تو برأت اصدیہ کے مطابق ہوتا ہے اور قول اس کا ناقل ہوتا ہے۔

حضرت حمزہؓ کی چچی کی تولیت پر جھکنا

تمام قریبی عزیزوں اور رشتے داروں پر خالہ کو ترجیح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بنت عم سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حمزہؓ

کی چچی ان کے پیچھے چل پڑی اور آوازیں دینے لگی، چچا! چچا!

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسے گود میں اٹھالیا۔ اور حضرت فاطمہؓ سے کہا تمہارے چچا

کی بیٹی ہے۔

انہوں نے اسے اٹھالیا۔ اس پر حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے

زجاج کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اسے اٹھایا تھا اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت

جعفرؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے مزید برآں اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ حضرت زیدؓ نے

فرمایا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ فرمادیا اور فرمایا خالہ ماں کی قائم

مقام ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ سے فرمایا۔

”تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تو شکل اور اخلاق میں میرے

مشابہ ہے۔ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے۔

اس کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس واقعہ میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ والدین کے بعد حضانت کے زمانہ

میں خالہ تمام اقارب پر فوقیت رکھتی ہے اور اگر عورت بچے کے قریبی سے نکاح کرے تو اس کی حضانت

ساقط نہیں ہوتی۔ اس واقعہ میں لوگوں کے لیے استدلال ہے جنہوں نے چچی پر خالہ پر اور باپ کا

قرابت پر ماں کی قرابت کو مقدم سمجھا ہے کیونکہ آپ نے بھی بچی کی خالہ کے حق میں ہی فیصلہ دیا۔ حالانکہ اس وقت اہل کی چچی حضرت صفیہؓ میں موجود تھیں۔ امام شافعیؒ؟ مالکؒ۔ ابو حنیفہؒ؟ کا یہی مسلک ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ؟ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمدؒ سے دوسری روایت بھی منقول ہے جس میں انھوں نے چچی کو خالہ پر مقدم بتایا ہے اور ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہی مسلک ہے۔ اس طرح باپ کی جانب سے عورتیں ماں کی جانب کی عورتوں پر مقدم ہوں گی کیونکہ اصل میں بچے کی ولایت باپ کے لیے ہے اور ماں کو مصلحتِ طفل اور تربیت و تسفیت کی خاطر ترجیح دی گئی اور اسی معاملہ میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں لیکن جب معاملہ محض عورتوں یا محض مردوں پر پڑے تو اس وقت باپ کی قرابت ماں کی نسبت مروج ہوگی جیسے ہر مرد سے باپ اول ہوتا ہے۔ اور یہی قوی قول ہے اور حضرت زیدؓ کا یہ فرمانا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ ان کا مطلب اس اخوت سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت حمزہؓ کے درمیان قائم کیا تھا۔ جب آپ نے اخوت قائم فرمائی۔

آپ نے اپنے صحابہؓ کے درمیان دو بار صحابہؓ کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارہ

قبل صرت مہاجرین میں حق و مواخات پر مواخات قائم کی۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔ حضرت حمزہؓ اور زید بن عارثہؓ کے درمیان۔ حضرت عثمانؓ اور عبید الرحمن بن عوفؓ کے درمیان۔ حضرت زبیرؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان۔ حضرت عبیدہ بن عارثہ اور بلالؓ کے درمیان۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اور سعد بن ابی وقاصؓ کے درمیان۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہؓ کے درمیان۔ حضرت سعید بن زید اور طلحہؓ بن عبید اللہ کے درمیان۔ اور دوسری بار مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت انسؓ بن مالک کے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔

ایک فقہی بحث | اس عمرہ کو عمرہ قضا کہتے ہیں اختلاف ہے۔ کیا یہ اس عمرہ کی قضا، حق ہے جس سے آپ کو روکا گیا تھا، یا یہ عمرہ مقاضا تھا؟

واقعی فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن نافع کے اہل بیت سے والد محترم سے انھیں حضرت ابن عمرؓ سے روایت پہنچی کہ یہ عمرہ قضا نہ تھا، بلکہ یہ مسلمانوں پر شرط میں آیا تھا کہ وہ اس عہد میں جس میں مشرکین نے انھیں روکا ہے۔ عمرہ کریں گے (اور تین روز قیام کریں گے) اس لیے اس کے

ملق فقہاء کے چار اقوال ملتے ہیں۔
 ایک یہ کہ جسے عمرہ سے روک دیا جائے۔ اس پر بدی اور قضا کے عمرہ لازم ہے۔ امام احمدؒ
 مروی دور روایات میں سے ایک یہ ہے، بلکہ زیادہ اشہر روایت یہی ہے۔
 دوسرا قول یہ ہے کہ بدی واجب ہے اور قضا واجب نہیں۔ یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ
 سہ ہے اور امام احمدؒ سے ابوطالب کی ایک روایت کے مطابق ان کا بھی یہی مذہب ہے۔
 تیسرا قضا کے عمرہ لازم ہے لیکن بدی لازم نہیں، یہ ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔
 چوتھا، نہ اس پر قضا کے عمرہ ہے اور نہ بدی لازم ہے۔ امام احمدؒ سے مروی ایک قول
 یہی ہے۔

محصر کی قربانی

ایک اہم اور تحقیقی مسئلہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا تو حالتِ محصر میں آپ کا نحر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ محصر کو محصر کے وقت قربانی کرنا چاہئے۔ اگر عمرہ کا احرام رکھا ہو اسی صورت میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور اگر مفرد یا قارن ہو تو اس میں دو قول ملتے ہیں ایک یہ مسئلہ حسب مذکورہ ہے اور دوسرا یہ صحیح ہے کیونکہ یہ دو قربانیوں میں سے ایک ہے۔ حبیب اس سے حل جائز ہوا تو عمرہ کی طرح وقتِ محصر قربانی بھی جائز ہے کیونکہ عمرہ فوت نہیں ہوتا۔ اور آئندہ تمام زمانہ اس کے لیے وقت ہے۔ حبیب اس سے حل جائز ہوا اور اس کے فوت کے خطرہ کے بغیر قربانی کرنی توجیح جس کے فوت کا خطرہ بھی ہے، اس میں قربانی بطور ادنیٰ جائز ہے۔ امام احمد نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ اسے چاہئے کہ یوم النحر تک نہ حلال ہو اور نہ ہی نحر کرے۔ اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ بدی کے لیے ایک مخصوص زمانہ اور مکان ہے۔ مگر حبیب وہ مخصوص مکان میں ادا کرنے سے عاجز آ گیا، تو اس سے مخصوص زمانہ کا محل ساقط نہ ہوگا حبیب کہ وہ مخصوص وقت اور زمانہ میں اسے ادا کر سکتا ہے۔ اس قول کی بنا پر اسے یوم النحر سے قبل حلال ہونا جائز نہیں، کیونکہ فرمان یہ ہے کہ :-
لَا تَحْلِفُوا رُؤُسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ . یعنی اور حجامت نہ کرو۔ سر کی حبیب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر۔

عمرہ میں محصر حلال ہو سکتا ہے | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نحر اور حل اس بات کی دلیل ہے کہ عمرہ میں محصر حلال ہو سکتا ہے۔ یہی تہور کا قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عمرہ کرنے والے کو حلال نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کے

وقت ہونے کا کچھ خطرہ نہیں۔

امام مالکؒ سے اسی قول کی صحت نسبت بعید سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیت حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ ہجرے کا احرام باندھے تھے۔ پھر سب نے احرام اتار دیا۔ اور اس باب میں اہل علم کے اندر کسی کو شک نہیں۔

حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبیحہ کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ یہ بالاتفاق حلال

محصر کہاں نحر قرآنی، کر سکتا ہے؟

ہونے کے بعد ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محصر حل یا حرم میں جہاں بھی اسے حصر واقع ہو نحر کر سکتا ہے۔ جمہور علمائے کرام۔ احمدؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔

دوسری روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ محصر کو صرف حرم کے اندر قرآنی کرنے کی اجازت ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ بدی کو حرم میں بھیجے اور ایک آدمی کو حلال ہونے کے وقت حرم میں جا کر نحر کرنے پر مقرر کرے۔ ابن مسعودؓ تابعین کی ایک جماعت اور ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے یہ قول اگر ان سے صحیح ہے تو اسے مخصوص حصر پر قیاس کیا جائے گا۔ وہ یہ کہ کوئی ظالم کسی جماعت یا فرد کو روک دے۔ رہا حصر عام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس کے خلاف پائی جاتی ہے۔ مقام حدیبیہ تمام لوگوں کے اتفاق رائے سے حل میں شامل ہے۔ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جگہ کچھ حل میں اور کچھ حرم میں شامل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اس کے اطراف حرم میں ہیں ورنہ یہ جگہ بالاتفاق حل میں ہے اور اصحاب احمدؒ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حرم کے کسی حصہ میں جا سکنے کی قوت رکھتا ہو تو کیا اسے وہیں جا کر نحر لازم ہوگا یا نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف حرم پر قدرت رکھتے ہوئے بھی حل میں نحر کیا۔

غزوہ موٹہ، شہادت کا شوق و افسان

خدا کے راستے میں جان نینے والوں کی جرأت اور بے خوفی

یہ علاقہ ارض شام میں بلقاء کے قریب واقع ہے یہ غزوہ ۸ جمادی الاول میں ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو لبب کے ایک آدمی حوث بن عمیر ازدی کے ہاتھ شام کی طرف شاہ روم یا حاکم بصری کی طرف ایک نامہ مبارک روانہ فرمایا بشر جیل بن عمرو غسانی نے قاصد کو گرفتار کر لیا اور اسے باندھ دیا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے گردن مار دی۔ اس قاصد کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد قتل نہیں کیا۔ جب بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ نے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا اور زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرما دیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنا لینا۔ اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ کو امیر بنا لینا۔ چنانچہ تیار ہوئے ان کی تعداد تین ہزار تھی جب کوچ کا وقت آیا تو لوگوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امیروں کو الوداع کہا۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ سو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں۔ لگے: اللہ کی قسم مجھے نہ دنیا کی محبت ہے اور نہ تم سے لگاؤ۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا جس میں نارا ذکر آتا ہے کہ **وَإِنَّ مِنْكُمْ لِلْآلِ وَآسِرَاتٍ لِّهِنَّ كِتَابٌ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتَّىٰ مَقْضِيًّا**۔ یعنی اور کوئی نہیں تم میں جو پیچھے گا اس پر۔ ہو چکا تیرے رب پر ضرور مقرر۔ اس لیے مجھے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم داخل ہونے کے بعد کیسے نکلیں گے؟ مسلمانوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور تم سے راگ دور کرے اور تمہیں ہماری طرح صالح حالت میں لوٹائے۔

عبداللہ بن رواحہ نے جواب میں چند اشعار پڑھے جس کا مطلب یہ تھا کہ میں اللہ سے بخشش کا طالب ہوں۔ پھر یہ لشکر چل پڑا۔ آخر معان میں اترے تو پتہ چلا کہ ہر قل بلقاء میں ایک لاکھ رومی فوج لے کر ڈیرے ڈالے ہے اور لحم، جذام، بلقین، ہرا اور ہلی کے تمام لوگوں کو اس نے ساتھ ملا لیا ہے۔

جب مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی تو یہ معان میں دو راتیں ٹہرے رہے اور اس معاملہ پر غور کرتے رہے اور کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی تعداد کی اطلاع دیتے ہیں۔ تاکہ یہ یا تو فرید فوج ارسال فرمائیں یا کوئی حکم دیں اور ہم اس پر عمل کریں۔

اتنے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لوگوں کو ہمت دلائی اور کہا **یا فتح یا شہادت** اے لوگو! اللہ کی قسم جس بات سے تم گریزاں ہو اس کے لیے نکلے ہو۔ تم شہادت کے طالب بن کر آئے ہو اور ہم تعداد اور کثرت کے بھروسہ پر جنگ نہیں کرتے بلکہ اس دین کی خاطر برسر پیکار ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرف بخشا۔ اس لیے دو نیکیوں میں سے ایک ضرور حاصل ہوگی، یا فتح یا شہادت!

چنانچہ لوگ چل پڑے اور جب بلقاء میں پہنچے تو ایک بستی جس کا نام مشارف تھا وہاں انہیں ایک حقیقہ ملا۔ اب دشمن بھی قریب تھا۔ مسلمان موتہ کی طرف بڑھے۔ وہیں (دشمن) سے ملاقات ہوئی اور جنگ برپا ہوئی۔

حضرت زبید بن عارضہ کی شہادت (اس جنگ) میں حضرت زبید بن عارضہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا وہ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ دشمنوں کے زروں کی زد میں آگئے اور شہید ہو گئے۔

پھر حضرت جعفر نے جھنڈا اٹھالیا **حضرت جعفر بن ابی طالب کی لیے نظیر بہادری** اور جنگ کی جب گھمسان کا

رن پڑا تو گھوڑے سے اتر آئے وہ زخمی ہو گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے پاپیادہ مقاتلہ کیا آخر وہ بھی شہید ہو گئے اسلام میں حضرت جعفر پہلے آدمی ہیں جن کا گھوڑا جنگ کے موقع پر زخمی ہوا ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا اٹھالیا پھر بائیں بھی کٹ گیا تو انہوں نے سینہ سے لگا لیا یہاں تک کہ شہادت پا گئے۔ ان کے بدن پر زخموں کے تینتیس نشانے تھے۔

اب حضرت عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے یہ گھوڑے پر سوار تھے اور گھوڑے سے اترتے وقت کچھ تردد کرنے لگے، آخر اتر آئے۔ ان کا چچا زاد بھائی ایک گوشت کا ٹکڑا لے آیا اور کہنے لگا اسے کھا کر ذرا کمر کو مضبوط کر لو، کیونکہ ان دنوں آپ کو کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے اسے ہاتھ میں لے لیا اور ایک ٹکڑا دانتوں سے کاٹا، پھر ایک طرف لوگوں کا شور وغل مٹا۔ اور کہا تو دنیا میں معروف ہے، یہ کہہ کر اسے پھینک دیا، تلوار اٹھائی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

امارت خالد بن ولید کے ہاتھ میں | ان کے بعد حضرت زید بن ارقم نے جھنڈا اٹھا لیا جو نبی مجلان کے بھائی تھے اور کہنے لگے

مسلمانو! ایک آدمی پر اتفاق کر لو، انہوں نے کہا کہ تم ہی (امیر بن جاؤ) انہوں نے کہا میں امیر نہیں بنوں گا۔ لوگوں نے خالد بن ولید پر اتفاق کر لیا۔ جب خالد نے جھنڈا لیا تو انہوں نے قرآن کو پیچھے ہٹا لیا اور لوگوں کو لے کر میدان سے ایک طرف ہو گئے۔

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کی شکست ہو گئی اور صحیح بخاری میں ہے کہ روم کو شکست ہوئی اور صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ہر فریق دوسرے سے علیحدہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی تمام واقعات کی خبر کر دی۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ بن سنیہ اہل موتہ کی خبر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو مجھے اطلاع دے اور اگر چاہے تو میں خود بتا دوں۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ بتادیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام واقعات بتادے اور تمام حالات کی خبر دے دوں اور کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے ایک بات بھی نہیں چھوڑی، جس کا تذکرہ نہ کیا ہو۔ اور واقعات اس طرح ہیں جیسے آپ نے بیان فرمائے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیرے سامنے زمین پیش کر دی گئی۔ یہاں تک کہ میں نے ان کا معرکہ ہوتے دیکھا اور اس دن جعفر، زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہ، مسعود بن اوس، وہب بن عبد بن سعد بن ابی سرح، عباد بن قیس، حارثہ بن نعمان، سراقہ بن عمرو وغیرہ

عمر بن زید کے دونوں بیٹوں ابو کلینہؓ جابرؓ اور سعد بن حارث کے دونوں بیٹوں عامرؓ اور عمروؓ وغیرہ نے شہادت پائی۔

عبداللہ بن رواحہ کے ایات

ترندی وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو عبد اللہ

بن رواحہ آپ کے سامنے ایات پڑھ رہے تھے: خلوا بئنی الکفار من سبیلہ
لیکن یہ وہم ہے کیونکہ ابن رواحہ تو اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ غزوہ فتح
مکہ سے چار ماہ قبل پیش آیا تھا۔

غزوہ ذات السلاسل

یہ دادی قری کے آگے ہے، 'نہیں' مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان دس دن کی مسافت کا فاصلہ ہے یہ غزوہ جمادی آخرہ ۶۲۷ء میں ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قضاعتہ کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر اطراف مدینہ کی طرف بڑھنا چاہتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن عاص کو بلایا اور انہیں ایک سفید چھنڈا دیا، ایک اور چھنڈا ساتھ کر دیا اور انہیں ہاجرین و انصار کے تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا ان کے پاس تیس گھوڑے بھی تھے اور حکم دیا کہ ملی عذرہ اور بلقیں کے جو لوگ بھی گزریں ان کا تعاون بھی حاصل کر لیا جائے۔ چنانچہ یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے۔ جب دشمن کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے رافع بن بکیت جہنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزید کمک کے لیے درخواست بھیجی۔ آپ نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو دو سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا اور انہیں بھی ایک چھنڈا عنایت کیا اور بڑے بڑے ہاجرین و انصار روانہ کیے جن میں ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے اور انہیں حکم دیا کہ عمروؓ سے جا ملیں اور اتحاد قائم رکھیں، اختلاف نہ کریں۔ جب یہ دستہ پہنچا تو ابو عبیدہؓ بن جراح نے امامت کرنا چاہی عمروؓ نے نفسی اور بے لوثی نے کہا کہ آپ کو میری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے۔ امیر تو میں ہوں۔ ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کر لی۔ چنانچہ عمروؓ کو لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے اور برابر بڑھتے رہے، یہاں تک کہ قضاعتہ کے علاقے کو روندتے ہوئے آخری صف میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک اور لشکر سے ٹکھیر ہوئی، مسلمانوں نے اس پر بھی حملہ کیا۔ دشمن شہروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گیا۔

پھر عرف بن مالک اشجعی کو صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نامہ بڑا کر بھیجا گیا۔ انہوں نے آپ کو

خبر دی کہ مسلمان فتح و ظفر کے ساتھ واپس لوٹ رہے ہیں اور جنگ کے تمام حالات (عرض کیے) ابن اسحاق نے بتایا ہے کہ حذام کے علاقہ میں چشموں پر اترنے کے باعث جسے سلسال کہا جاتا ہے اس غزوے کو ذات السلاسل کا نام دیا گیا۔

اس غزوے میں امیر لشکر حضرت عمرؓ کو بدخوابی ہوئی۔ یہ عمر وین حاص کا اجتہادِ سخت جاٹے کی رات تھی پانی سے اچھین جاگن خطرہ لاحق ہوا۔ اس لیے انہوں نے تیمم کر لیا اور اپنے اصحاب کو نماز پڑھا دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اے عمرؓ تو نے اپنے اصحاب کو حالتِ جنابت میں ہی نماز پڑھا دی؟ انہوں نے غسل کی رکاوٹ کا تذکرہ کیا اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْسُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ سَاهِمًا۔ یعنی: اور اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہ کہا۔

اس واقعہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے، جن کا قول ہے کہ تیمم رافع حدیث نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیمم کے بعد بھی جب کاہی تام دیا اور جنہوں نے ان سے نزاع کیا ہے۔ انہوں نے تین جواب دیے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جب صحابہ نے شکایت کی تو عرض کیا کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھا دی جبکہ یہ جنہی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا اور فرمایا: کیا تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی، حالانکہ تم جنہی تھے؟ آپ نے یہ سوالیہ طور پر کلام فرمایا، جب انہوں نے عذر پیش کیا اور بتایا کہ میں نے اس ضرورت کے باعث تیمم کر لیا تھا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ روایت میں اختلاف ہے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے غسل کیا اور نماز کے لیے وضو کیا۔ پھر نماز پڑھائی اور یہ روایت تیمم کی روایت سے زیادہ قوی ہے۔ عید الختمی بتایا ہے کہ یہ (وضو کی) روایت پہلی سے زیادہ مقبل ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے ترک غسل میں قہاہت معلوم کرنے کی غرض سے دریافت فرمایا اور جب انہوں نے جواب دیا کہ میں نے فلاں ضرورت کے باعث تیمم کیا تھا تو آپ نے انکار نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے مروی

سے ہلاکت کے باعث تیمم کرنے اور تیمم سے نماز پڑھانے کا جو فعل کیا وہ جائز تھا۔ لہذا
اس کے عامل پر اعتراض نہ کیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے ابن کی فتاہیت اور علم کی
خاطر استفسار فرمایا تھا۔

سریہ خبط

اس سریہ کے امیر ابو عبیدہؓ بن جراح تھے۔ یہ شہ رجب میں درپیش آیا۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ ہمارے امیر ابو عبیدہؓ بن جراح تھے۔ ہم قریش کے ایک قافلے کا پیچھا کر رہے تھے کہ ہمیں سخت بھوک لگی۔ ایک آدمی نے تین اونٹ ذبح کیے، پھر تین اونٹ ذبح کیے، پھر تین اونٹ ذبح کیے۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے منع کر دیا۔ اس کے بعد سمندر لے ہماری طرف ایک جاتدار پھینکا۔ جسے غنبر کہتے ہیں۔ ہم نے نصف ماہ تک اس کا گوشت کھایا اور اس کا تیل استعمال کیا۔ حتیٰ کہ ہمارے بدن اس سے مضبوط اور قوی ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ نے اس کی ایک پسلی پکڑ لی۔ اور لشکر کے سب سے طویل آدمی اور طویل اونٹ کو دیکھا اور اس پر لاد دی اور اس کے نیچے سے گزرے۔ ہم نے اس کے گوشت کا ایک حصہ زاد سفر کے لیے بھی لے لیا۔ جب ہم مدینہ واپس پہنچے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رزق کی صورت پیدا کی۔ کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے جو تم ہمیں بھی کھلا دو؟ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا، آپ نے اسے تناول فرمایا۔

اس واقعہ سے متعلق احکامات فقہ | اس سے شہر حرام میں جواز قتال کا پتہ چلتا ہے اگر اس کی تاریخ محفوظ طور پر وجیب میں ہو اور ظاہر طور

پر یہ وہم ہے۔ ویسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ نہیں کہ یہ غزوہ شہر حرام میں ہوا ہو۔ اور نہ آپ نے اس ماہ میں اچانک حملہ کیا اور اس میں کوئی سریہ بھیجا اور مشرکین نے علاء بن حضرمی کے واقعہ کے متعلق اوائل رجب میں قتال پر مسلمانوں کو عار دلائی اور کہا کہ محمدؐ نے شہر حرام کو حلال کر لیا۔ اس پر تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

یسألونک عن الشهر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر الا یتا اور
یہ حکم کسی نص سے منسوخ نہیں ہوا اور نہ ہی امت کا اس کے نسخ پر اجماع پرا اور اشہر حرام میں ہوتا
قتال پر اس آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

فان النسلح الا لشہر المحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم: یعنی
پس جب گزر جائیں حرمت کے مہینے تو مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اس میں کوئی
حجت نہیں، کیونکہ یہاں اشہر حرم دراصل اشہر سفر ہیں، جن میں مشرکین مامون ہو کر زمین پر چلتے
پھرتے ہیں اور ان کی ابتداء دسویں ذی الحجہ سے اور انتہاء دسویں ربیع الثانی پر ہوتی ہے۔
نیز اس غزوہ سے یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ تکلیف کے وقت درخت کے پتے کھانے جائز
ہیں۔ نیز زمین کی بڑی بوٹیوں کا معاملہ بھی اس طرح ہے۔

نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام اور امیر لشکر کو اجازت ہے کہ سوار یوں کے
جانور ذبح کرنے کی ممانعت کر دی۔ اگرچہ کھانے کی ضرورت ہو۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ دشمن کے
مقابلہ پر ان کی ضرورت ہوگی اور اس ممانعت میں امیر کی اطاعت لشکر پر واجب ہے۔

نیز اس میں سمندر کے مردار کے کھانے کا جواز بھی نکلتا ہے اور یہ مردار حرمت علیکم
المیتۃ ولدہم کی آیت کے تحت نہیں آیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے: **اذا حذ لکم
صید البحر وطعامہ متاعا لکم یعنی: حلال کیا گیا تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھنا
تمہارے نفع کے لیے۔**

اور صحیح روایت میں حضرت ابو بکر صدیق اور عبداللہ بن عباس اور صحابہ کی ایک جماعت
رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ صید البحر سے مراد جو اس سے شکار کیا جائے اور طعامہ سے
مراد جو جاندار اس میں مر جائے۔

اور سنن میں حضرت ابن عمر سے مرفوع اور موقوف روایت ہے کہ ہمارے لیے دو
مردے اور دو خون حلال ہیں۔ مردوں میں مچھلی اور مکڑی اور خون میں جگر اور تکی شامل ہیں۔

(حدیث حسن)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ
اجتہاد حیات نبوی میں | میں ہی اجتہاد کو نہ صرف جائز رکھا گیا بلکہ اس پر عمل درآمد ہوا

لیکن یہ معاملہ اس وقت ہوگا جب نص موجود نہ ہو اور حقیقتاً اجتہاد کی ضرورت درپیش ہو اور

حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کسی واقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اجتہاد کیا اور آپ نے اسے تسلیم کر لیا۔ لیکن یہ معاملہ جزوی احکام میں تھا۔ کلی اور عام امور میں ایسا طریقہ نہ تھا۔ کیونکہ مؤخر صورت میں اجتہاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بھی صحابی کی جانب سے سرزد نہیں

ہوا۔

فتح مکہ تاریخ اسلام کا عظیم واقعہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رحمت مجرموں و خطاکاروں پر

ذی ہشتیان کا جھجکا ہوا سر جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے رسول، لشکر اور حروب امین کو عزت بخشی اور جس کے ذریعہ اپنا شہر اور اپنا گھر کفار و مشرکین سے آزاد کرایا۔ جسے عالمین کے لیے ہدایت بنایا گیا تھا۔

یہی وہ فتح اعظم تھی جس سے آسمان والے خوش ہوئے اور برج جوزا پر خیمے گاڑ دیے۔ اور لوگ گروہ درگروہ اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ اس سے سرخ زمین چمکا اور روشن ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے لشکر اور رحمن کی جماعتیں لے کر دس رمضان ۱۰ھ کو مدینہ سے نکلے اور ابو رہم کلثوم بن حصین غفاری کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا ابن سعد فرماتے ہیں عبد اللہ بن ام کلثوم کو عامل فرمایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ (قبائل عرب) میں سے جس کا جی چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے میں شریک ہو جائے۔ اور جس کا جی چاہے قریش کے ساتھ معاہدے میں شریک ہو جائے۔ چنانچہ بنو مکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور بنو خزاعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے میں شریک ہو گئے۔ (بنو بکر اور بنو خزاعہ کی قدیم زمانے سے آپس میں عداوت تھی) اس لیے بنو مکر نے بنو خزاعہ سے انتقام لینے کا موقع دیکھا اور اور ارادہ کیا کہ بنو خزاعہ سے قدیم عداوت کا بدلہ لیا جائے۔

قریش کی شرارت | چنانچہ نوفل بن معاویہ دہلی بنو مکر کی ایک جماعت لے کر نکلا اور بنو خزاعہ کے قریب رات کو ٹھہرا وہ مطمئن تھے۔ چنانچہ ان پر حملہ کر کے ان کے چند آدمی مار دیئے۔ پھر ان کی آپس میں لڑائی ہوئی اور قتل و قمارت برپا ہوئی اور قریش نے

ہتھیاروں کے ساتھ بنو بکر کی مدد کی اور قریش میں سے بعض لوگوں نے چھپ کر رات کو ان سے مل کر مقابلہ بھی کیا۔ چنانچہ بنو خزاعہ کا ایک آدمی عمرو بن عاص خزاعی نکل کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہؓ کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ کے سامنے کچھ اشعار پڑھے جن میں بنو بکر کے حملے اور فارت گری کا قصہ بیان کیا۔ بنو خزاعہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدے کا ذکر کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی اور امداد کی درخواست کی۔

رسول اللہ کا پاس عہد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو بن سالم تمہیں مدد دی جائے گی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بادل کا ٹکڑا پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بادل بنی کعب کی مدد کے لیے آئے گا پھر بدیل بن ورقاء بنو خزاعہ کی ایک جماعت لے کر آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو تمام واقعات کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ قریش نے بھی بنو بکر کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

بیٹھنے کے لیے پتھر لگانے کا حکم پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان تمہارے پاس آیا ہے تاکہ دوبارہ عہد کیا جاسکے اور مدت معاہدہ میں اضافہ ہو جائے۔ جب بدیل بن ورقاء اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ رہا تھا تو انہیں حسان بن ابوسفیان ملا، جسے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب (تجدید معاہدہ کے لیے بھیجا۔ اس کے بعد ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے گھر میں ٹھہرا۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بسترے پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان کہنے لگا: اے بیٹی کیا تو نے اس بسترے کے باعث میری طرف سے عرض کر لیا؟ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے باعث میری طرف سے ہتھ پھیر لیا؟ ام حبیبہؓ نے جواب دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں۔

وہ کہنے لگا اللہ کی قسم میرے بعد تجھے خرابی ہوگی۔
ابوسفیان کی التجا پر آپ کی خاموشی پھر نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

انہوں نے کہا: آپ سے گفتگو کی، لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ ابو بکرؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کرو۔ وہ کہنے لگا: میں یہ کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے خطاب کے پاس آیا۔ ان سے بھی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہاری سفارش نہیں کر سکتا ہوں اور اگر میں ایک ذرہ بھی پاس تو اس کے لیے کوشش کرتا۔

حضرت علی کا جواب ابوسفیان کو پھر حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس آیا۔ ان کے پاس فاطمہ بھی تھیں اور حسنؓ اور حسینؓ بھی چھوٹے جوان کے پاس بیٹ کے بل چل رہے تھے۔ وہ کہنے لگا: اے علیؓ کل تم ہمارے عزیز قریب تھے میں ایک ضرورت کے باعث آیا ہوں مجھے نامراد واپس نہ کرو۔ محمدؐ سے میری سفارش کرو۔

انہوں نے جواب دیا اے سفیان تیرا برا بھلا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کا عزم فرمایا ہے کہ جس سے متعلق ہم ان سے کلام نہیں کر سکتے۔

حضرت فاطمہ کا جواب ابوسفیان کو پھر وہ حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس فاطمہ بھی تھیں اور حسینؓ اور حسنؓ بھی چھوٹے جوان کے پاس بیٹ کے بل چل رہے تھے۔ وہ کہنے لگا: اے علیؓ کل تم ہمارے عزیز قریب تھے میں ایک ضرورت کے باعث آیا ہوں مجھے نامراد واپس نہ کرو۔ محمدؐ سے میری سفارش کرو۔

کہ یہ لوگوں کے درمیان صلح کرادے؟ یہ آخر زمانہ تک عرب کا سردار رہے گا۔ انہوں نے جواب دیا: میرا بیٹا ابھی اس عمر تک نہیں پہنچا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

ابوسفیان کہنے لگا: اے ابوالحسنؓ میں سمجھتا ہوں کہ معاملہ سخت تر ہو چکا ہے۔ نصیحت کرو۔

انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جانتا کہ جو تجھے فائدہ دے البتہ تو اپنی گناہ کا سردار ہے اس لیے اٹھ کر لوگوں میں خود (اعلانِ تجدیدِ عہد) کر دے اپنے شہر میں واپس چلا جا۔

اس نے کہا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ میرے لیے فائدہ ہوگا؟ انہوں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم لیکن مجھے اس کے سوا کچھ چارہ کار نظر نہیں آتا۔ ابوسفیان اٹھ کر مسجد میں آیا اور کہنے لگا: اے لوگو! میں نے تجدیدِ معاہدہ صلح کرنی

پھر اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا۔

جب قریش کے پاس پہنچا تو کہنے لگے کیا خبر لائے ہو؟
اس نے کہا میں محمد کے پاس گیا، ان سے گفتگو کی۔ اللہ کی قسم انہوں نے جواب نہ دیا
پھر میں ابن ابی قحاذہ کے پاس گیا، وہاں بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر میں عمر بن خطاب کے پاس گیا میں
نے اسے سخت ترین دشمن محسوس کیا، پھر میں علی کے پاس گیا میں نے انہیں قوم میں سے سب سے
زیادہ نرم دیکھا۔ انہوں نے مجھے ایک بات کا مشورہ دیا وہ کر گزرا۔ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ وہ
مجھے کچھ فائدہ دے سکے گی! نہیں۔

قریش نے پوچھا کیا محمد نے بھی تو شہنشاہ کی؟

وہ بولا نہیں!

کہنے لگے تیری نوابی ہو، اللہ کی قسم تیرے ساتھ تو صرف مذاق ہی ہوا۔ اس نے کہا اللہ کی
قسم میں نے یہی محسوس کیا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروالوں اور تمام صحابہ
فتح مکہ کی تیاری کو تیاری کا حکم دے دیا حضرت ابو بکر اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے پاس
تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان سفر درست کر رہی تھیں۔
انہوں نے پوچھا اے بیٹی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تیاری کا حکم دیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا، ہاں!

انہوں نے پوچھا تمہارے خیال میں آپ کا کس طرف ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا،
اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ آپ مکہ کی طرف جا رہے
ہیں اس لیے انہیں تیزی تیاری کرنے کا حکم دیا اور دعا کی۔

لے اللہ قریش سے تب تک خبروں اور خبروں کو روکے رکھنا جب تک کہ ہم ان کے
علاقے میں نہ پہنچ جائیں۔

لوگوں نے تیاری کی تو مطاب بن ابی بلتعنے نے
ایک مسلمان کی مخبری مسلمانوں کے خلاف قریش کو ایک مکتوب لکھا جس میں انہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دے دی اور ایک ہورت کو خلع دے دیا اور

اسے قریش تک پہنچانے کا کچھ معاوضہ بھی مقرر کر دیا۔ اس عورت نے یہ خط اپنے بالوں کی بینڈیوں میں چھپایا اور چل پڑی۔

اس پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے ساطبؓ کے اس فعل کی خبر دے دی گئی۔ آپ نے علیؓ، زبیرؓ یا علیؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ جب تم لوگ خانہ کے باغ تک پہنچو تو وہاں ایک عورت ملے گی جس کے پاس قریش کی طرف لکھا خط ہوگا۔

چنانچہ یہ دونوں صحابیؓ گھوڑے دوڑاتے چل پڑے اور اسی بگڑے عورت کو پایا۔ انہوں نے اسے اترنے کا حکم دیا اور کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ کہنے لگی میرے پاس کوئی خط نہیں۔ انہوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی اس میں کچھ بھی نہ تھا۔

قول رسول حضرت علیؓ کا اعتماد | حضرت علیؓ نے کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط کھانا میں نے جھوٹ بولا دیکھی تو کہنے لگی تم دوسری طرف متہ کر لو۔ انہوں نے چہرہ گھمایا۔ اس نے سر کی بینڈیاں کھولیں خط نکالا اور انہیں دے دیا۔

یہ خط لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہ خط ساطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے قریش کے نام تھا، اس میں قریش کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساطب کو بلایا اور فرمایا:

اے ساطب یہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول مجھ پر جلدی نہ کیجیے۔ خدا کی قسم میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، نہ میں مرتد ہوا ہوں اور نہ میں نے دین بدلہ ہے۔ بلکہ میں قریش میں رہ رہا تھا۔ مگر میں خود ان میں سے نہیں ہوں ان کے ہاں میرے بال بچے ہیں۔ قبیلہ اور لڑکا ہے اور قریش سے میری کوئی قرابت نہیں کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور جو صحابہؓ آپ کے ساتھ ہیں ان کی قریش میں رشتہ داریاں ہیں۔ جس سے وہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں تاکہ میرے اقارب کی حفاظت کریں۔

حضرت عمرؓ اور ابوسقیان | حضرت عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے اجازت

دیکھے۔ میں اس کی گردن مار دوں۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بدر میں حصہ لیا تھا اور اسے عمر تمہیں معلوم ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا: اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس پر حضرت عمر کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے آپ روزے سے تھے اور لوگ بھی روزے سے تھے۔ جب یہ لوگ کدی پہنچے، اس شہر کو آج کل لوگ قدید کہتے ہیں تو آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی افطار کیا۔ پھر سفر شروع ہوا ساخر کار مرانظران پہنچے۔ یہ وادی مرکاور میانی حصہ ہے۔ دس ہزار کا لشکر مکہ کی طرف آپ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کو اہل اسلام کی آمد سے بے خبر رکھا۔ اس لئے وہ دہشت زدہ انتظار خوف میں مبتلا تھے۔ ابوسفیان تبس کے لیے باہر نکلا۔ اس کے ساتھ حکیم بن ہزام اور تاد بن ہدیٰ بھی تھا۔ یہ لوگ خبریں حاصل کرنے کے لیے نکلے تھے۔

حضرت عباسؓ ان سے قبل ہی اپنے اہل و عیال لے کر اسلام قبول کر کے ہجرت کی ہرمین سے اہل چکے تھے۔ چنانچہ یہ مقام جحفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ راستہ میں ان کا چچا زاد بھائی ابوسفیان ہجرت اور عبد اللہ بن ابی امیہ ابراہ کے مقام پر ملے۔ یہ دونوں ان کے چچا اور بھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپ نے ان دونوں سے ہجو اور ایہامی کے باعث عراض فرمایا۔

حضرت علی نے ابوسفیان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سامنے سے حاضر ہو اور وہی کلمات عرض کرو جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے عرض کئے تھے۔ قَالُوا تَا لَلّٰہِ لَقَدْ آتٰکَ عَلَیْنَا فَاِتَ کُنَّا نَحْنُ اَطْمِیْنُ
 ”وہ قسم اللہ۔ البتہ پسند کر لیا تجھ کو اللہ نے ہسم سے اور ہم تھے جو کہنے والے۔“

کیونکہ آپ اس قول کے سوارا صنی نہ ہو گئے۔ ابوسفیان نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ قَالَ لَا تَشْرِیْبَ عَلَیْکُمْ اَلْیَوْمَ لَیَغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ وَ هُوَ الرَّحْمٰہُ الرَّحِیْمِیْنِ یعنی کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج تمہیں اللہ تم کو اور وہ ہے سب ہر باتوں سے ہربان۔

اس کے بعد وہ اسلام لے آیا۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیانؓ نے اسلام لانے کے بعد حیار کے باعث کبھی ابوسفیان کی تداامت بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا خیال کرتے تھے۔ اور اُس کے جنتی ہونے کی بھی گواہی دی۔ اور فرمایا: مجھے امید ہے کہ یہ جزہ کے خلف ہونگے۔ اور جب ابوسفیانؓ کی وفات قریب ہوئی۔ تو انہوں نے کہا: مجھ پرمت روؤ۔ اللہ کی قسم اسلام لانے کے بعد میں نے ایک بھی گناہ نہیں کیا۔

اصل واقعہ یعنی فتح مکہ کی بطرف غور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرالطہران میں اترے۔ تو عشا کا وقت تھا۔ آپ نے شکر میں آگ جلائے کا حکم دیا۔

چنانچہ دس ہزار جگہ آگ روشن ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ پر حضرت عمرؓ بن خطاب کا پہرہ تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہوئے، اور کسی بجز کی تلاش میں نکلے تاکہ قریش کو اطلاع دی جائے اور وہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دخول مکہ سے قبل ہی امان کی درخواست پیش کریں۔

راوی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں جبار ہا تھا، کہ میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقار کی گفتگو سے ابوسفیان کہہ رہا تھا۔ میں نے آج کی رات سے زیادہ کبھی بھی نہ آگ دیکھی اور نہ لشکر۔

بدیل نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم یہ بنو خزاعہ کا لشکر ہے جو جنگ کے ارادہ سے آئے ہیں ابوسفیان بول اٹھا: بنو خزاعہ تو بہت ہی کم تعداد میں ہیں اس قدر آگ اور شکر ان کا نہیں ہو سکتا۔ راوی کہتے ہیں: کہ میں نے اس کی آواز پہچان لی۔ اور کہا: اے ابو حنظلہ! اس نے میری آواز بھی پہچان لی اور جواب میں پوچھا: کیا تو ابو الفضل ہے؟

میں نے کہا ہاں! اس نے کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ ہیں اور قریش کی بربادی آگئی۔ اس نے پوچھا: اب کیا ہونا چاہیے؟ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔

میں نے کہا: اگر تجھے انہوں نے پکڑ لیا تو یقیناً تیری گردن مار دیں گے۔ اس لئے تو میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جا۔ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلتا ہوں۔ اور امان دلا دیتا ہوں۔ وہ میرے پیچھے سوار ہو گیا اور اس کے دونوں ساتھی واپس چلے گئے۔ جب ہم مسلمانوں کی آگ لے پاس سے گئے۔

لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر کو دیکھتے تو کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپ
 پھر پر سوار ہیں۔ یہاں تک کہ ہم عمر بن خطاب کی آگ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے پوچھا یہ
 من ہیں؟ اور میری طرف بڑھے۔ جب ابوسفیان کو پھر پر پیچھے بیٹھے دیکھا تو کہا، ابوسفیان! اللہ کا
 من اللہ کی ہزاروں تعریفیں کہ جس نے کسی عہد اور وعدہ کے بغیر تجھ پر قابو دیا، پھر تیزی سے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر تیزی سے ان سے آگے بڑھ گیا۔ عباس پھر سے اتر کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ بعد میں عمر بن بھی آگئے۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ابوسفیان
 ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ما دوں۔

حضرت عباس رضی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! میں نے اسے پناہ دی

باس کی سفارش آنحضرت کا ارشاد کچھ دیر کی گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: اے عباس! اسے لے جاؤ، صبح کو پیش کرنا۔

میں اسے لے گیا۔ صبح ہوئی تو میں اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:
 اے ابوسفیان ابھی تک وقت نہیں آیا کہ تجھے یقین ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں۔

اس نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کس قدر حلیم، کریم اور وصل
 رتے والے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا۔ تو ضرور مجھے کچھ نکتہ دیتا۔
 آپ نے دوبارہ یہی فرمایا: اس نے یہی جواب دیا اور کہا: یہ بات یعنی (لا الہ الا اللہ) اب
 اس میرے دل میں نہیں اترتی۔

قبول اسلام کی دعوت حضرت عباس نے فرمایا: تیرا اس ہوا اسلام قبول کر لے اور قبل اس کے کہ تیری
 گردن اٹھے بکھر پڑھے۔ اس نے اسلام قبول کیا اور شہادت دے دی

شہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد المرسل اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بتیر کوئی معبود
 کارساز نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عباس رضی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ابوسفیان! تم کو پسند کرتا۔ اس لیے کوئی اعزاز عطا

فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جو ابوسفیانؑ کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امان ہے۔ اور جو خوراسے اپنے دروازے بند کرے اسے امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ اور کے بعد آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیانؑ کو روک لو۔ اور پہاڑ پر لے جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ کا لشکر گزرے اور یہ اسے دیکھ رہا ہو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ مختلف قبائل جھنڈے لے کر گزرے اور حضرت عباسؓ اسے بتاتے رہے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین اور انصار کے لشکر میں گزرے یہ لشکر لوہے میں ڈوبا تھا۔ اور آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

ابوسفیانؑ نے کہا سبحان اللہ اسے بجا
شکر اسلام سے ابوسفیان کی مرعوبیت
 یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہاجرین و انصار آپ کے ہمراہ ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ ایسے لوگ اس سے قبل نہ تھے۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں سے مقابلہ کی قوت رکھتا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیانؑ واپس گیا، جب قریش کے پاس پہنچا۔ تو زور سے آواز دی۔ اے قریش کے گروہ یہ محمدؐ ایسا بڑا لشکر لے کر آگئے کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ اس لیے جو ابوسفیانؑ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔

ان کی بیوی ہندہ بن عتبہ اٹھی اس نے ان کی مونچھ پکڑ لی۔ اور کہنے لگی اس تیز چربلے بھونڈی پنڈلیوں والے کو قتل کر دو۔

انھوں نے جواب دیا۔ تمہارا اس ہو۔ تمہیں دعو کہ نہ ہو۔ یہ تم میں سے ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اس قدر (لشکر) لے کر آئے ہیں۔ کہ تم سے ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ اور جو ابوسفیانؑ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔

قریش کہنے لگے، اللہ تجھے ہلاک کرے تیرا گھر ہمارے لیے کیسے کفایت کرے گا؟ انھوں نے جواب دیا۔ اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے امان ہے۔ اور جو مسجد میں داخل ہوا اسے امان ہے۔

چنانچہ لوگ منتشر ہو کر اپنے گھروں اور مسجد میں داخل ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری کی طرف سے
مکہ میں داخل ہوئے وہاں آپ کا خیمہ لگا دیا گیا

اگر کوئی مقابلہ کرے تو ٹھٹھ کر لڑو

اور آپ نے خالد بن ولید کو زبیر بن جعتہ سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے دائیں جانب تھے
ان میں اسلم - سلیم - عفار - مدینہ - جہینہ اور دوسرے عرب قبائل تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ پیدل والوں
کے ساتھ تھے ان کے پاس ہتھیار نہ تھے آپ نے حضرت خالدؓ اور ان کے اصحاب سے فرمایا کہ
اگر قریش میں سے کوئی مقابلے پر آئے۔ تو اسے پس کر رکھ دو۔ یہاں تک کہ صفا کے مقام پر
مجھ سے آن لو۔ چنانچہ جو بھی ان کے مقابلے پر آیا۔ انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قریش کے سفہا کی جنگ تیاریاں

پھر قریش کے چند سفہا جمع ہوئے۔ جو عکرمہ بن ابی جہل -

صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے ساتھ خدمہ میں
آئے۔ تاکہ مسلمانوں سے جنگ کریں۔ حسان بن قیس جو بنو بکر میں سے تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے داخل مکہ سے قبل ہتھیار تیز کرنے لگا۔ اس کی بیوی نے پوچھا یہ ہتھیار کس لیے تیار کر رہے ہے؟
وہ بولا محمدؐ اور اس کے اصحاب کے لیے۔

اس نے جواب دیا۔ محمدؐ اور اس کے اصحاب کے مقابلہ پر کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔

وہ کہنے لگا، اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ میں تیرے لیے ان میں سے بعض خادم لے آؤں گا
پھر اس نے بہادری جتانے کے لیے چند شعر پڑھے۔

اس کے بعد صفوان - عکرمہ اور سہیل بن عمرو کے پاس خدمہ چلا گیا۔ جب مسلمانوں سے
سامنا ہوا۔ معمولی سا قتال ہوا، تو کرز بن جابر فہری اور حنیس بن خالد بن ربیعہ شہید ہو گئے۔
یہ دونوں خالد بن ولید کے دستہ کے ساتھ تھے۔ لیکن ان سے الگ ہو کر دوسرے راستے چل
پڑے تھے، اس لیے دونوں شہید ہوئے اور مشرکین کے بارہ آدمی داخل جہنم ہوئے۔ اور
باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں حماس ہتھیار تیز کرنے والا بھی تھا۔

جب وہ بھاگ کر گھر میں داخل ہوا، تو بیوی سے کہنے لگا۔ مجھ پر دروازہ بند کر دو۔
وہ کہنے لگی۔ وہ شیخیاں کہاں گئیں؟ تو اس نے میدان جنگ کی دہشت کا نقشہ بناتے ہوئے
چند اشعار پڑھے اور خاموش ہو گیا۔ آخر کار مسجد کے قریب حجوں کے مقام پر رسول اللہ
علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیا گیا۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے ہاجرین اور انصار آپ کے آگے پیچھے دائیں

بائیں تھے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے حجر اسود کی طرف تشریف لائے۔ اور استلام کیا (دوسرے
 دیا) پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ نے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ بیت اللہ کے گرد پھرے اس
 وقت وہاں تین سو ساٹھ بت تھے آپ انہیں کمان سے مارتے اور یہ آیت پڑھتے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَرُحِيَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوْتًا یعنی حق آ
 گیا اور باطل مٹ گیا اور بے شک باطل مٹنے ہی کی چیز ہے اور بت چہروں کے بل گرتے جاتے
 آپ نے سواری پر چڑھ کر طواف کیا، اور طواف پر ہی اقتضاد فرمایا۔

طواف ختم کرنے کے بعد آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا، اور اس سے
 سے کعبہ کی کنجی لے لی اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ

کھولا گیا اور آپ کعبہ کے اندر داخل ہوئے آپ نے وہاں تصویریں دیکھیں، ایک جگر
 ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں دیکھیں۔ کہ ازلام سے تقسیم کر رہے ہیں۔
 آپ نے فرمایا: اللہ انہیں (مشرکین کو) ہلاک کرے۔ انھوں (ابراہیم اسماعیل) نے سمجھی
 بھی یہ کام نہیں کیا۔

کعبہ میں آپ نے کھڑی کاکبوتر دیکھا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا، اور تصویر
 کو مٹانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے اپنے اور ابراہیم اور بلال رضی اللہ عنہم کے لیے دروازہ بند کرنے کا
 حکم دیا۔ اور دروازے کے بالمقابل دیوار کی طرف آپ نے رخ کر لیا، یہاں تک کہ آپ
 کے اور دیوار کے درمیان میں تین ذراع کا فاصلہ رہ گیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر وہاں نماز پڑھی
 پھر بیت اللہ کا چکر لگایا۔ اور اس کی اطراف میں تکبیر کہی۔ اور اللہ کی توحید بیان کی۔ پھر دروازہ
 کھول دیا گیا۔

خطار کار اور مجرم فلج کے سامنے اتنے میں قریش سے مسجد بھر گئی، اور وہ قطاروں
 میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ کہ اب آگ کیا سلو

کرتے ہیں؟ آپ نے دروازے کے دونوں اطراف کو پکڑ لیا۔ قریش نیچے تھے۔
 آپ نے کہا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں
 نے وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی گروہوں کو شکست دی یا
 رکھو۔ مال یا خون میرے ان دونوں قوموں کے نیچے نہیں۔ سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حجاج
 کی شفاقت کے (پانی پلانا) اور کھو قتل خطا میں ویت مغلطہ ہوئی جو سوائسٹ ہوں گے جن سے

سے چالیس حاملہ سوں گے۔ اسے قریش کی جماعت بے شک اللہ نے تم سے جاہلیت کی نجات اور باپ داد پر بڑائی ہٹا دی۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور مٹی سے بنے تھے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ہم نے تمہیں فراور مادہ کی صورت میں پیدا کیا۔ اور تمہیں قبائل اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا تاکہ پہچانے جاسکو۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت مند وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ علیم وخبیر ہے۔

اے قریش کی جماعت تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا۔ آپ شریف بھائی۔ شریف بھائی کے بیٹے ہیں (ہمیں آپ سے) اچھی توقعات ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے اسی طرح کہتا ہوں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لا تشریب علیکم الیوم آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔ پھر آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول دربانی اور سفایہ ہم میں جمع کر دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ اسے بلا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے عثمان یہ لو اپنی کنجی آج نیکی اور وفا کا دن ہے طبقات ابن سعد میں حضرت عثمان بن طلحہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں پیر اور جمعرات کو کعبہ مشرفہ کو کھولتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ آپ لوگوں کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور سختی سے پیش آیا۔

لیکن آپ نے علم اختیار کیے رکھا پھر فرمایا اے عثمان شاید تو دیکھے گا، کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور جسے میں چاہوں گا دوں گا۔

میں نے کہا، تو اس دن قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس دن یہ عزت مند اور آباد ہوں گے۔ پھر آپ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ اور کعبہ میں داخل ہو گئے۔ اور میرے قلب میں ان کی یہ بات اٹک کر رہ گئی۔ اور میں اسی وقت سمجھ گیا۔ کہ یہ کام اسی طرح ہو گا۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے، جب فتح کا دن آیا، تو آپ نے فرمایا۔ اے عثمان کنجی لاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے

اسے میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور پھر واپس کر دی اور فرمایا، اسے لے لو ہمیشہ کے لیے نسل بعد نسل ظالم کے سوا کوئی تم سے نہ جھینے گا، اے عثمان اللہ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ اس لیے اس گھر سے جو آئے نیکی کے ساتھ کھاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں لوٹا۔ تو آپ نے مجھے آواز دی۔ میں واپس آپ کی طرف گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا؟ (عثمان بن طلحہ) کہتے ہیں۔ کہ پھر مجھے مکہ میں ہجرت سے قبل آپ کا قول یاد آ گیا۔ کہ "شاید تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور جسے میں چاہوں گا دوں گا؟ میں نے عرض کیا ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، !

آنحضرت ام ہانی کے گھر میں | پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے

گھر میں داخل ہوئے۔ آپ نے وہاں غسل فرمایا۔ اور انہی کے گھر میں آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ اس لیے بعض لوگوں نے اسے صلوٰۃ الفجر (نماز چاشت) سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ نماز فتح تھی اور امر اسلام کا یہ دستور تھا۔ کہ وہ جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کرتے، تو فتح کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے آٹھ رکعات نماز فتح پڑھا کرتے۔

وہ لوگ جنہیں اماں نہیں ملی | جب مکہ فتح ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نو آدمیوں کے

سوا تمام لوگوں کو امان دے دی، ان نو کے متعلق آپ نے فرمایا یہ اگر کعبہ کے پردوں کے نیچے ملیں تو بھی انہیں قتل کر دو۔

ان کے نام یہ ہیں

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

عکرمہ بن ابی جہل

عبدالعزی بن خطل

حارث بن نعیل بن دریب

معتیس بن صبابہ

ہبار بن اسود

ابن خطل کی دو لڑکیاں جو گالاکر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیا کرتی تھیں۔

اور سارہ جو بنو عبدالمطلب کی ایک لڑکی تھی

چنانچہ ابن ابی سرح سلام لے آیا اور حضرت عثمان بن عفان اسے لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے امان لے دی، آپ نے اسے روک رکھا تاکہ کہیں کوئی صحابی سے قتل نہ کر دے۔ اس آدمی نے اس سے قبل بھی مسلمان ہو کر ہجرت کی تھی، اس کے بعد پھر مرتد ہوا اور مکہ واپس لوٹ آیا۔ عکرمہ بن ابی جہل بھاگ گیا لیکن اس کی بیوی نے اس کے لئے صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لی، چنانچہ یہ عاکمہ ہوا اور مسلمان ہو گیا اور ابن خطل حارث معقیں اور ایک لوطی یہ سب قتل ہو گئے۔ معقیں اس سے قبل اسلام لا کر مرتد ہو چکا تھا۔ اس نے قتل بھی کیا تھا اور مشرکین سے مل گیا تھا۔ ہبہا بن اسود نے بھی اسلام قبول کر لیا اور ایک لوطی اور سارہ کے لئے اس نے امان حاصل کر لی۔ آپ نے ان دونوں کو امان سے دی۔ چنانچہ یہ دونوں مسلمان ہو گئیں

- فتح کے بعد دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کی اور خوب طرح تمجید بیان کی پھر فرمایا:

”اے لوگو! جس دن سے زمین و آسمان پیدا ہوئے (اسی دن سے) اللہ نے ماہ کو حرم قرار دیا اس لئے قیامت کے دن تک اللہ کی حرمت کے باعث یہ شہر قابل احترام ہے، کسی مومن کو جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ اس شہر میں خون بہائے یا کوئی ذریت کاٹ دے اس لئے اگر کوئی میرے مقال کے باعث اس کی رخصت سے تو کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اس کا اذن دیا تھا اور تمہیں اذن نہیں دیا اور میرے لئے دن کی ایک ساعت میں دیدہ کام، جائز کیا اور کل کی طرح آج اس کی حرمت لوٹ آئی پس موجودہ کو چاہیے کہ وہ غائب کو پہنچا دے۔“

انصار مدینہ کی تشویش :- جب کہ فتح ہو گیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن اور جائے پیدائش تھا، اس لئے احتیاطاً آپس میں باتیں کرنے لگے

کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علاقے اور اپنے شہر پر فتح عطا کرے گا تو وہ اسی شہر میں رہائش پذیر ہو جائیں

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر کھڑے اٹھائے دعا مانگ رہے تھے، جب آپ دعا سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا، تم نے کیا کہا۔

”اہوں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول کچھ نہیں،“

آپ کے اصرار پر انہوں نے بتا دیا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری زندگی اور موت اب تمہارے
ساتھ ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو فضالہ بن عمر
قاتلانہ حملہ کی تیاری :- بن ملاح نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، جب آپ کے

قریب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کیا فضا لہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں اسے اللہ کے رسول

آپ نے فرمایا: تو اپنے دل میں کیا سوچ رہا تھا؟

اس نے کہا کچھ نہیں۔ میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، پھر آپ نے فرمایا، اللہ سے بخش چلو۔ پھر آپ

نے اس کے سینہ پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا۔ اس کے دل کو سکون ہو گیا۔

فضالہ کہتے ہیں خدا کی قسم آپ نے ہاتھ اٹھایا بھی نہ تھا کہ میرا سینہ ایسے ہو گیا، کہ اللہ کی

تمام مخلوق میں سے آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب بن گئے

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں کو توڑنے کے لئے سرایا بھیجے جو کعبہ کے

ارد گرد تھے۔ چنانچہ تمام بت توڑ دیئے گئے جن میں لات اور عزلی بھی تھے اور مذاہن ثالث

بھی انہیں میں شامل تھا

خدا کی کرے والے نے منادی کر دی۔ کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے گھر

کے لئے عسقم دبتا نہ رہنے دے بلکہ اسے توڑ دے۔ نیز آپ نے خالد بن ولید کو عزی کی طرف بھیجا ابھی رمضان میں پانچ دن

باقی تھے۔ تاکہ اسے توڑ کر ختم کر دیا جائے (خالد بن ولید تین سو اوروں کے ہمراہ نکلے۔ اور وہاں پہنچ کر اسے توڑ دیا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

آپ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے کوئی چیز دیکھی ہے؟

انہوں نے جواب دیا نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے اسے ابھی تک تباہ نہیں کیا، اس لئے لوٹ کر جاؤ اور

تباہ کر دو۔

حضرت خالد دوبارہ گئے اور سخت غیظ میں تھے، انہوں نے تلوار میان سے نکال رکھی

تھی۔ اچانک ایک برہنہ سیاہ رنگ کی عورت بال بکھیرے سامنے آئی، جس کے بال کھلے تھے اور دربان اس کے ساتھ چیخنے لگا۔ حضرت خالدؓ نے اس پر تلوار ماری اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس ہوئے، اور اصطلاح کی۔

آپ نے فرمایا:- ہاں یہ عزی تھی اور یہ بالوس ہو گئی کہ تمہارے شہر میں اب اس کی عبادت نہیں کی جائے گی۔

اور ایک کھجور کے درخت کے پاس بت تھا۔ یہ قریش اور تمام بنی کفانہ کا بت تھا اور ان کے نزدیک سب بڑا بت ہی تھا، بنی شیبان اس کے دربان تھے۔

پھر آپ نے عمرو بن عاص کو سواع کی طرف بھیجا۔ یہ ہذلی کا بت تھا تاکہ بت شکستی :- اسے توڑ دیا جائے۔ عمرو فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو اس کا دربان

وہیں تھا۔ وہ کہنے لگا، کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اسے توڑ دوں۔

وہ کہنے لگا، تم اس کی قدرت نہیں رکھتے۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا، وہ اپنا بچاؤ کرے گا۔ میں نے کہا اب تک؟ تو غلط ہے تیرا نام ہو، کیا یہ سنتا یاد رکھتا ہے؟ عمرو فرماتے ہیں کہ میں قریب ہوا اور اسے توڑ دیا اور میں نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اسے گرا دو، انہوں نے گرا دیا تو اس میں کچھ نہ تھا۔ میں نے پیریدار کو کہا، کیا خیال ہے؟

وہ کہنے لگا میں اللہ پر ایمان لے آیا:-

پھر آپ نے سعد بن زید اشجلی کو سناۃ کی طرف بھیجا۔ یہ اوس وغزرج اور غسان وغیرہ کا بت تھا اور حدید کے قریب تھا، حضرت سعدؓ اس طرف گئے۔ ان کی طرف ہی ایک برہنہ سیاہ رنگ کی عورت بال بکھیرے نکلی اور اپنا سینہ بیٹ دیسی تھی اور واہلہ مہار ہی تھی۔ پیریدار نے اسے خطاب کر کے کہا:-

اے سناۃ اپنے نافرمانوں سے مقابلہ کرو، حضرت سعد نے اسے قتل کر دیا اور بت کی طرف بڑھے اور اسے توڑ دیا اور اس کے خزانہ میں کچھ نہ ملا:-

بنو حذیمہ کی طرف خالد بن ولید کا سفر

جب حضرت خالد بن ولید غزی کو لوٹ کر واپس ہوئے تو صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامتِ مکہ کے دوران میں خالد بن ولید کو بنو حذیمہ کی طرف اسلام کی دعوت کے لیے بھیجا مگر جنگ کے لیے نہیں۔ خالد بن ولید سوچا کہ ہا جریہ و انصار کے ہمراہ نکلے۔ بنی سلیم بھی ان کے ہمراہ تھے وہاں پہنچے تو پوچھا تم کون ہو؟

انہوں نے کہا، ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے نماز پڑھی۔ محمد کی تصدیق کی اور اپنے علاقے میں مساجد بنائیں اور ان میں اذانیں دیں۔

انہوں نے پوچھا تمہارے بند پر ہتھیار کیسے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ تمہارے اور عرب قوم کے درمیان عداوت ہے، ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں وہی (ہمارے دشمن) نہ ہوں۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے گھبراہٹ میں کہا ہم صابی ہو گئے ہم صابی ہو گئے۔

اور اچھے انداز سے یوں نہ کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے۔

اس گفتگو کے بعد انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔

پھر خالدؓ نے حکم دیا انہیں گرفتار کر لو۔ وہ گرفتار کر لیے گئے۔ اور بعض کو باندھ دیا اور انہیں اپنے

اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جب سحر ہوئی تو خالد بن ولید نے آواز دی کہ جس کے ساتھ کوئی قیدی ہو،

اسے قتل کر دو۔ بنو سلیم نے اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا۔ اور ہا جریہ و انصار کے قیدیوں کو

چھوڑ دیا۔

خالد کے فعل سے آپؐ کی برأت | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالد بن ولید کے اس فعل کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا۔

«اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں»

پھر حضرت علیؓ کو بھیجا تاکہ ان کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔

حضرت خالد اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی
 حضرت خالد اور عبدالرحمن بن عوف میں تلخ کلامی |
 یصلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا اے خالد کھڑو۔ میرے صحابہ کو اپنی ایذا سے (محفوظ) رکھی
 اللہ کی قسم اگر احد کا پہاڑ سونا بن جائے اور تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی میرے ایک
 محابہ کے صبح یا شام کو (اللہ کی راہ میں نکلنے کے) برابر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت حسان بن ثابت نے عمرہ حدیبیہ کے متعلق اشعار
 حضرت حسان کی شعر خوانی |
 پڑھے اور ان میں کفار کی ہجو کا بھرپور جواب دیا اور انھیں
 سلاؤں کے لشکر کے عزائم اور قوتِ حرب سے آگاہ کیا اور کفار کو سخت ترین طعن اور ملامت کی۔

فتح مکہ اور دوسرے غزوات کے فقہی مسائل کا سنبھالنا

صلح حدیبیہ اس فتح عظیم کا مقدمہ اور تمہید تھی۔ اس عہد نامہ سے لوگوں کو امان مل گئی۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور مباحثہ کا موقع ہاتھ آیا۔ اور مکہ میں جو مسلمان اظہار اسلام سے ڈرتے تھے اور اس کے متعلق دعوت دینے اور مباحثہ کرنے سے خوف محسوس کرتے تھے۔ وہ دور ہو گیا۔ اگر وجہ سے ایک کثیر تعداد اسلام میں داخل ہو گئی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا** اور یہ سورہ حدیبیہ کی صلح کے متعلق نازل حضرت عمرؓ نے سونے کیا ہے اللہ کے رسول کیا یہ فتح ہے، آپ نے فرمایا ہاں!

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اہل عہد اگر جنگ کریں جو قوم کے امام اسلام کے ساتھ عہد کر کے ذمی بن چکے اور امام کی پناہ میں آچکے ہیں تو اس حرکت کے باعث وہ محارب کہلا نہیں گے اور ان کے درمیان اور اس امام کے درمیان معاہدہ ختم ہو جائے اس لیے امام کو جائز ہوگا کہ ان کے علاقے میں رات گزارے اور انھیں اس کی اطلاع دینے ضرورت بھی نہیں۔

ہاں حیب ان سے خیانت کا خطرہ ہو تو پھر اطلاع دے دینی ضروری ہوگی۔ اور حیب خیانت پائی جائے تو انھیں عہد شکن سمجھا جائے گا۔

نیز اس سے ناقض عہد کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیب وہ اس پر رضامند ظاہر کریں اور اقرار کر لیں اور انکار نہ کریں، تو تمام افراد کو عہد شکن سمجھا جائے گا کیونکہ قریش میں سے بعض لوگوں نے بنو نیکر کی حمایت کی تھی اور قریش کے تمام افراد نے ان کے ساتھ مقاتلہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ جنگ کی۔

اس لیے تھا جیسے تمام قریش عہد کرتے وقت عہد میں تبعاً شریک ہو گئے۔ اور حیب انھوں نے صلح پر رضامند اقرار کیا تو کوئی فرد بھی الگ نہ رہا۔ اس طرح عہد شکنی کے موقع پر ہوا۔ یہی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہ طیبہ ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تہذیبیہ معاہدہ صلح و جنگ میں پوری قوم شریک ہوتی

نہیں فرمایا کہ کیا اس نے عہد شکنی کی تھی یا نہیں؟ اسی طریقہ پر بنو لہنیہ کا اخراج بھی عمل میں آیا اور یہی صاحبِ رکنے ہے اور یہی احمد رحمۃ اللہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اسی سے اہل حرب کے ساتھ دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ اہل حرب کے ساتھ مدت معاہدہ کر لینے کا جواز نکلتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اس سے زیادہ مدت کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

صحیح یہ ہے کہ مصلحت اور ضرورت کے پیش نظر جائز ہے۔ مثلاً مسلمانوں میں کمزوری ہو اور دشمن ان سے زیادہ طاقت ور ہو۔ اس صورت میں دس برس سے مدت کی زیادتی مصلحت اسلام کی صواب دید پر ہوگی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیب امام سے ناجائز یا غیر واجب امام کی خاموشی رضامندی نہیں | بات کے لیے پوچھا جائے اور وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی رضامندی نہیں بن سکتی۔ جیسے اوسفیان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید عہد کی درخواست کی۔ آپ خاموش رہے، تو آپ کی خاموشی سے تجدید عہد کا فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اوسفیان پر عہد شکنی کے باعث کفار کے قاصد قتل نہیں کیے جاسکتے | حد ثابت ہو چکی تھی، لیکن چونکہ وہ اپنی قوم کی جانب سے قاصد بن کر آیا تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا۔

نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کفار کے ملک میں محارب کفار پر اچانک حملہ جائز ہے | شب گزارنا اور ان پر اچانک حملہ کرنا جائز ہے جب کہ انھیں دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا کفار کے علاقہ میں رات گزارنے اور حیب انھیں دعوت پہنچ جاتی تو ان پر غارت گری بھی کرتے۔

نیز اس میں جاسوس کے قتل کا جواز بھی ملتا ہے اگرچہ مسلمان ہو | جاسوس کے قتل کا جواز | کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاطب بن ابی بلتعنہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ جب انھوں نے اہل مکہ کو خبر بھیجی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ نہیں فرمایا کہ یہ مسلمان ہے اس کا قتل جائز نہیں، بلکہ فرمایا، تمہیں کیا علم امتد تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا، تو فرمایا، اب تم جو چاہو کرو، یعنی جواب دیا کہ ان کے قتل میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ بدر میں حاضری ہے۔ اس جواب سے جاسوس کے قتل کے جواز کا ثبوت ملتا ہے بشرطیکہ اس کے لیے اس قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ امام مالکؒ اور ایک روایت کے مطابق احمدؒ کا یہی مذہب ہے۔ ثنائی اور ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے قتل نہ کیا جائے۔ اور احمدؒ کا ظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ دونوں فریقِ حاطب کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں اور صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا قتل امام کی رائے پر منحصر ہوگا۔ اگر امام اس کے قتل میں مسلمانوں کی مصلحت سمجھے تو اسے قتل کرے اور اگر اس کا زندہ رکھنا فائدہ بخشنے ہو تو قتل نہ کرے، امتد اعلم۔

عورت کی تلاشی لی جاسکتی ہے | اس میں عورت کو ضرورت اور مصلحت عامہ کی خاطر برہنہ کرنے کی اجازت بھی ہے (لیکن یہ کام صرف متشرع سپاہی ہی کر سکتے ہیں) کیونکہ علیؑ اور مقدادؓ نے اس عورت سے کہا تھا کہ یا تو مکتوب نکال دے ورنہ ہم ضرور تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔

جذیبہ دینی کے یا عت کفر کا الزام گناہ نہیں | اس میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مسلمان کو امتد اور اس کے رسول اور دین کے خاطر غصے میں صحیح تاویل سے کافر کہہ دے اور اس میں ذاتی سوئی اور حظ نفسانی شامل نہ ہو اس پر قاتل کی تکفیر نہ ہوگی۔ بلکہ وہ گناہ گار بھی نہ ہوگا، بلکہ یوں کہے کہ نیت و قصد صحیح پر اسے ثواب بھی ملے گا، لیکن اہل سوئی اور اہل بدعت کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہو سکتا۔

حسنات سے سیئات مٹ جاتے ہیں | اس میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرک سے کم کیا گناہ گارے کے کبار حسنات سے مٹ جاتے ہیں جیسے طیب کے شہود بدر نے ان کی جاسوسی کا گناہ مٹا دیا کیونکہ یہ عظیم نیکی جس میں امتد کی رضا و خجبت اور ملائکہ کے سامنے فخر و مباہرات ایسی بات ہے کہ اس کے فاعل کی شان اس قدر بلند ہوتی ہے کہ اس کا جاسوسی کا گناہ (اسے کچھ گزند نہیں پہنچا سکتا) تو گویا قوی نیکی ضعیف گناہ پر غالب آگئی اور طبعی تقاضا کے مطابق اسے ذائل اور باطل کر کے رکھ دیا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے امتد تعالیٰ کے فرمان میں برائیاں نیکیوں سے محو ہوتی ہیں۔ اس کا اصول بیان ہوتا ہے۔

ان الحسنات لینهین السیئات، یعنی بے شرک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں،

اور اللہ کا فرمان، ان تجتنبوا کما تموتون عنہ فکفر عنکم میاتکم
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "برائی کے بعد نیکی کرو۔ وہ برائی کو مٹا دے گی۔"

اب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی کا اندازہ کیجئے جس کے باعث وہ بدر میں حاضر ہوئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اپنی جان پیش کر دی۔ نیز اپنی قوم اور قبیلہ اور قرابت داروں
کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور حالت یہ تھی کہ یہ دشمنوں کے
زخموں میں اور ان کے علاقہ میں تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے اہل اور قبیلہ کے مقابلہ سے اعراض
نہ کیا اور نہ ان کے پائے ثبات میں تزلزل ہوا اور نہ ایمان و یقین میں نرمی آئی۔ پھر جب جاسوسی کی
تو توبہ قوت (سہود بدر) مقابلے میں آئی چونکہ بحران صالح تھا اس لیے مرض دفع ہو گیا اور مر لہن
اس طرح ہو گیا جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اور اس کے برعکس ذوالنورین بھی اور اس جیسے خوارج کہ نماز، روزہ اور قرآن

خوارج کی مثال

میں جن کی مستقیم اور محن یہاں تک جا پہنچی ہیں کہ صحابہ بھی ان کے مقابلہ میں
اپنے اعمال کو حقیر جاننے لگے۔ آپ نے ان کے متعلق کیسے حکم فرمایا کہ اگر میں نے انھیں پایا، تو
انھیں قوم عاد کی طرح قتل کروں گا اور فرمایا، انھیں قتل کرو، کیونکہ ان کے قتل میں قاتل کو اللہ کے
پاؤں اجر ملے گا اور فرمایا، آسمان کی چھت کے نیچے سب سے بدترین مقتول یہ خوارج ہیں چنانچہ انھیں
فاسد عقائد کی وجہ سے ان کے مستقیم امیر اعمال نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا اور خود ہی نجس بن گئے۔

نیز ابلیس کی حالت پر غور کرو چونکہ جہلک مادہ (کفر) اس کے قلب میں چھپا ہوا تھا اس لیے
اسے اس کی سابقہ طاعات نے کچھ فائدہ نہ دیا اور وہ اپنی بدترین حالت پر لوٹ آیا۔ اس لیے تمام
اعمال کا دار و مدار سرائر، مقاصد اور ارادہ و نیت پر موقوف ہے۔ یہی چیز اعمال کو یا سونا بنا دیتی
ہے یا ناپاک اور نجس کر دیتی ہے اور توفیق خدا کے ہاتھ ہے جسے کچھ بھی عقل و خرد ہو وہ اس مسئلہ کی
اہمیت کو خوب سمجھ سکتا ہے۔

اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر معاہدین عہد شکنی کریں تو ان پر دفعۃً

معاہدین سے جنگ

حملہ کرنا اور انھیں آنے کی اطلاع دینے بغیر ان پر غارت گری کرنا جائز ہے
اور جب تک وہ عہد کے پابند رہیں تب تک یہ بات جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں فریق مساوی طور پر۔
معاہدے کو توڑ دیں۔

دشمن کے مقابلہ میں نشان و شوکت کا اظہار | اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی

کثرت اور شان و شوکت اور قوت کا اظہار نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے جب کہ دشمن کے قاصد آتے
جیسے اسلام کے بادشاہوں کا طریقہ ہے اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخلہ کی
آگ جلانے کا حکم دیا اور حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو روک لو اسے پہاڑ کی چوٹی پر
عساکر اسلام اور توحید کے لشکروں کا معائنہ کرادو اور ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے مسلمان جاٹھاروں
گروہ دکھا دو۔

نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ میں احرام کے بغیر قتال مباح ہے

احرام کے بغیر قتال مباح ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان داخل ہوئے

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے داخل
احرام باندھنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ صورتوں میں اختلاف ہے جب کہ کسی کو بار بار داخلہ
ہو جیسے لکڑہارا یا گھاس والا۔

ان کے متعلق تین اقوال ہیں :

(۱) ایک یہ کہ انہیں احرام کے بغیر داخل حرم ہونا ناجائز ہے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور
رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول کے مطابق یہی مذہب ہے۔
(۲) دوسرا یہ کہ چونکہ یہ لکڑہارا اور گھاس والا ہے۔ احرام کے بغیر حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔
شافعی کا دوسرا قول ہے اور ایک روایت امام احمد کی بھی موید ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ اگر وہ موقت کے اندر رہتا ہو تو احرام کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور اگر موقت
سے باہر رہائش پذیر ہو تو احرام کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔ یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

نیز اس میں صاف وضاحت ہے کہ مکہ قوت سے

مکہ بزور قوت فتح ہوا، صلح سے نہیں | سوا۔ یہی جمہور اہل علم کی رائے ہے اور شافعی

سوا اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔ ایک قول کے مطابق احمد بن حنبل کا بھی اختلاف ہے
صلح سے فتح ہونے کے قائل کہتے ہیں کہ اگر قوت سے فتح ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
غائبین میں تقسیم فرمادیتے جیسے آپ نے خیر اور تمام دوسری جائدادوں کو تقسیم فرمایا، آپ خمس نکالا
اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے، نیز یہ کہ جب ابوسفیان نے اسلام لانے کے بعد اہل مکہ کے لیے امان
کی تو آپ نے انہیں امان دے دی، یہ گویا عقد صلح ہی تھا اور اگر قوت سے فتح ہوتا تو غائبین
زمینوں اور مکانات کے مالک بن جاتے اور وہ اہل مکہ سے زیادہ مستحق بھی تھے۔ نیز اہل مکہ

بھی جائز ہوتا، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا، بلکہ مہاجرین کے وہ مکانات بھی واپس نہیں کیے جن سے انھیں نکالا گیا تھا اور انھیں نکالنے والوں کے ہی قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ اور ان مکانات کی بیع و شراہ اجارہ اور سکونت کو جائز قرار دیا۔ یہ معاملہ قوت سے فتح کرنے کے احکامات سے منافی ہے۔

قوت سے فتح کے غنائمیں نے کہا ہے کہ اگر آپ نے مصالحت سے فتح کیا ہوتا تو سر آدمی کو اپنے گھر میں داخل ہونے، دروازہ بند کرنے اور ہتھیار ڈالتے سے امان کو مشروط کرنے کا کچھ فائدہ نہ تھا اور نہ خالد بن ولید ان سے مقابلہ کرتے حتیٰ کہ انھوں نے چند آدمی قتل بھی کر دیئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔

نیز اگر مکہ محض صلح سے فتح ہوتا تو آپ یوں نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے دن کی ایک ساعت (مقابلہ) حلال کر دیا، کیونکہ اگر مصالحت سے مفتوح ہوتا تو اس کی حرمت قائم رہتی۔ کیونکہ مصالحت سے ایک جگہ حرمت سے خارج نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ آپ نے بتایا کہ اس گھڑی میں یہ (مقابلہ) حرام نہ تھا۔ اور جنگ کی ساعت ختم ہونے کے بعد اس کی پہلی حرمت پھر لوٹ آئی۔

نیز اگر یہ محض مصالحت سے فتح ہوتا تو آپ اپنے سوار اور پیادہ لشکر دائیں بائیں ہتھیار بند حالت میں نہ رکھتے

(مزید برآں) آپ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا، انصار کو میرے پاس بلاؤ۔ انھوں نے آواز دی وہ حاضر ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔

آپ نے فرمایا تم قریش کے آوارہ گروں اور ان کے اتباع کو دیکھ رہے ہو، پھر آپ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، انھیں مکمل طور پر پس کر رکھ دو۔ یہاں تک کہ تم مجھے صفا پر ملو، اس پر ابوسفیان کہنے لگا اے اللہ کے رسول، قریش کو مباح کر دیا گیا۔ آج کے بعد قریش نہ ہوں گے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دروازہ بند کرے اسے امان ہے۔ مصالحت کے ساتھ ساتھ اس قسم کی باتیں محال ہیں۔

رہا یہ کہنا کہ مکہ قوت سے فتح ہوتا تو یہ غنائمیں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ یہ تو تب ہونا کہ زمین غنائم میں شامل ہو، جسے اللہ تعالیٰ کی تمس نکالنے کے بعد غنائمیں میں تقسیم فرمادے، حالانکہ جمہور صحابہؓ اور ان کے بعد ائمہؓ اس سے اختلاف رکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ زمین ان غنائم میں شامل نہیں جن کی تقسیم واجب ہو۔ خلفائے راشدین کی سیرت بھی یہی تھی کیونکہ حضرت بلالؓ اور ان کے اصحابؓ نے جب نبی مفتوحہ زمین کی

تقسیم کا مطالبہ کیا جو شام اور اس کے ارد گرد واقع ہے اور کہا کہ اس کا خمس لے لیا جائے، اور باقی کو
 پر تقسیم کر دیا جائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ غیر مال ہے، ہاں میں اسے لبطونہ کے روک رکھوں
 تاکہ مہتیں اور غام مسلمانوں کو فائدہ دے سکے۔ حضرت بلالؓ اور ان کے اصحابؓ نے پھر تقسیم کا مطالبہ
 کیا۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی۔ اے اللہ بلالؓ اور ان کے اصحابؓ کو کفایت عطا کر۔ چنانچہ سال بھی
 گزرا تھا کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم نے حضرت عمرؓ سے اتفاق کر لیا۔

اسی طرح حیب مصر، عراق فارس کا علاقہ اور تمام دیگر ممالک قوت سے فتح ہوئے، ان میں
 حلفائے راشدین نے ایک گاؤں بھی تقسیم نہ فرمایا اور یہ بھی صحیح نہیں کہ انھوں نے خوشی سے قبول کر
 اور ان کی رضا سے انھیں وقف قرار دیا کیونکہ صحابہؓ نے ان سے اس سلسلہ میں نزاع کیا اور حضرت
 مسلسل انکار کرتے رہے اور یہ محض توفیق الہی سے ہوا، کیونکہ اگر زمین تقسیم ہو جاتی تو وراثت پر
 پڑتی اور چلتے چلتے بستی اور شہر ایک عورت یا ایک چھوٹے بچے کے قبضہ میں رہ جاتا اور جنگ
 ان کے بس کی بات نہ ہوتی۔ اس میں سخت ترین فساد اور ضرر ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ
 تھا اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کی تقسیم نہ کرنے کے سبب اور اسے وقف قرار دینے
 اہل اسلام کو اس بات کی توفیق بخشی کہ آخری مسلمان بھی جنگ کرنے پر اترے اور اسلام اور اہل اس
 سے تعاون کرنے اور اس کے چھبڈے کی برکت ظاہر ہوئی۔ چنانچہ جمہور اکمہ نے اس سے اتفاق کیا۔

فتح مکہ کی شرعی اور فقیہی نوعیت و حیثیت

رہا مکہ تو اسے تقسیم کر دینے کے سلسلے میں ایک اور مانع نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت میں دوسرے علاقوں کی تقسیم واجب ہوتی تو بھی یہ تقسیم نہ ہوتا، کیونکہ یہ مملوک نہیں ہے یہ دارالمنک (قربانیوں کا گھر) ہے اور مخلوق کی عبادت گاہ اور پروردگار کریم کا حرم ہے جسے اس نے یہاں کے باشندوں اور باہر والوں کے لیے حرم قرار دیا ہے۔ اس طرح یہ اللہ کی جانب سے دینے والوں پر وقف ہے۔ اس میں ہر شخص برابر کا حصہ دار ہے اور مینا وقف ہے جو بھی سبقت کر کے پہنچ جائے۔ اس طرح حرم اس کے مشاعر مثلاً صفا، مردہ، سعی، منیٰ، بقرہ اور مزدلفہ کسی ایک آدمی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام لوگوں میں مشترک ہیں کیونکہ یہ ان کی قربانیوں اور عبادت کی جگہیں ہیں۔ اور اللہ کی جانب سے جانے عبادت اور وقف ہیں۔ اس نے اسے مخلوق کے لیے نبایا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں گرمی سے بچنے کے لیے خیمہ لگانے سے منع فرمایا اور فرمایا۔

منیٰ پر اس آدمی کی جائے وقف ہے جو سبقت کرے اس لیے سلف و خلف کے جمہور ائمہ نے یہی فرمایا ہے کہ مکہ کی اراضی کی خرید و فروخت اور وہاں کے مکانات کو کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ اہل مکہ میں حضرت مجاہد اور عطاء کا یہی مذہب ہے۔ اہل مدینہ میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور اہل عراق میں سے امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن نضله سے روایت کیا بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں مکہ کی زمینوں کو سوائب کیا جاتا تھا جو چاہتا کھڑ جاتا اور جو شغلی ہو جاتا وہ دوسرے کو کھڑا دیتا (کرایہ کے بغیر) نیز انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس نے مکہ کے مکانات کا کرایہ لکھا یا وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے (دار فطنی مرفوع)

نیز اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم قرار دیا۔ اس لیے اس کی زمینوں کو بیچنا اور اس کی قیمت کھانا حرام ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسحق بن یوسف نے بتایا۔ انھیں عبد الملک نے بتایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اہل مکہ کے امیر کو خط لکھا جس میں انھوں نے مکہ کے مکانات کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔

ایک دوسری دلیل

بیع واجارہ کو جائز سمجھنے والے دلیل دیتے ہیں کہ کتاب اللہ سنت نبوی اور آپ کے اصحاب اور خلفائے راشدین کا عمل جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ -

فرمایا : **للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من ديارهم و اموالهم یعنی فقراء کے لیے کہ جن کو کہ نکالا گیا ان کے گھروں اور اموال سے**۔

نیز فرمایا **وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ** یعنی اور وہ جنہوں نے ہجرت نکالا گیا انہیں ان کے گھروں سے یعنی ان میں مکانات کی اصناف اہل مکان کی طرف کی گئی۔

یہ اصناف تملیک سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کل آپ کہاں مکہ میں اپنے گھر کے اندر؟

آپ نے فرمایا "کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی جگہ رہنے دی ہے؟" آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا یہاں کوئی گھر نہیں بلکہ اصناف کے ساتھ اقرار کیا اور بتایا

مالک بن حنظلہ ہیں۔ اور آپ نے ان سے اسے چھینا نہیں۔ اور احادیث میں مکانات کی اصناف کسی پر آتی ہے جیسے کہ ام ہانی کا گھر۔ حضرت خدیجہ کا گھر۔ ابو احمد بن جحش کا گھر وغیرہ۔ اور پھر یہ بھی بنتے تھے، جیسے منقولہ جائداد کے وارث ہوتے ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا

ہمارے لیے کوئی گھر رہنے دیا؟ اور عقیل اپنے والد ابوطالب کے مکانات کے وارث بنے۔ لیکن نہ ہوئے کیونکہ وہ مکان مشرع تھے۔ اور حضرت علی مسلمان تھے۔ یہ اختلاف دین کے باعث و

نہ بن سکے۔ نیز صفوان بن امیہ نے حضرت عمر بن خطاب کے ہاتھ ایک مکان چار سزار درہم بیجا اور اسے قید خانہ بنا لیا۔ پھر حیب بیع اور میراث جائز ہے تو کرایہ پر اٹھانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوا

ابو حنیفہ "کا مذہب یہ ہے کہ بیع اور نقل ملک جو رباع میں ہے وہ دراصل مکانات پر ہو سکتی ہے۔ مکہ کی زمین پر نہیں ہو سکتی۔ اب اگر کہا جائے کہ کرایہ کو منع کیا اور بیع کو ناجائز قرار دیا۔ کیا مشرک

اور معہود مشرکیت میں اس کی کوئی مثال ہے؟ کہ اجارہ بیع سے وسیع تر ہے لیکن کبھی کبھی اس سے کہ بیع ممنوع ہو اور اجارہ جائز ہو جیسے وقف اور حرارت۔

اس کا جواب یہ ہوگا، بیع اور اجارہ ہر ایک ایک مستقل عقد ہے جو دوسرے کے جواز کو متلزم نہیں بن سکتا۔ ان کے مواقع احکام بھی مختلف ہیں۔ بیع جائز ہے اس لیے کہ بائع نے

کے ساتھ اسے یعنی مکان بنا کر مخصوص کر دیا ہے اور اجارہ منفعت میں شمار ہوگا اور یہ مشرک اور جو بھی سلطنت کرتے آجائے اسے معاوضہ دینے بغیر وقف کا حق پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم

جائزہ کہا اور اجارہ (کرایہ) کو ناجائز قرار دیا۔ اور اگر تم مثال کے بغیر اس کا انکار کرو تو اس کی مثال مکاتب میں ملتی ہے کہ اس کے آقا کو اس مکاتب غلام کی بیع جائز ہے اور آپ یہ نئے خریدار کے پاس مکاتب غلام ہوگا۔ اور اسے کرایہ پر دینا جائز نہ ہوتا کیونکہ اس میں اس کے منافع باطل ہوتے ہیں۔ اور عقیدہ کتابت کتابت کے بعد اس کی ملکیت کس پر زور پڑتی ہے۔

اور حیب مکہ قوت کے بل پر مفتوح ہوا تو کیا اس کے مزارعین پر **مزارعین مکہ پر خراج** خراج عائد کرنا جائز ہوگا جیسے مکہ تمام دیگر اراضی عنوہ قوت سے مفتوح کا معاملہ ہے؟

اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ منصوص بات کے بغیر کوئی قول جائز نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے مزارع پر خراج نہ ہوگا۔ اگرچہ اسے قوت سے فتح کیا گیا۔ کیونکہ یہ زمین اس بات سے بلند و بالا ہے کہ اس پر خراج عاید کیا جائے۔ خراج دراصل زمین کا جزیہ ہوتا ہے اور یہ زمین پر عاید کیا جاتا ہے جیسے صاحب استطاعت اصحاب پر جزیہ عاید کیا جاتا ہے اور پروردگار کا حرم اس بات سے بلند و برتر ہے کہ اس پر جزیہ عائد کیا جائے اور فتح ہونے کے بعد مکہ کی زمین لوٹ کر دوباراً حرم بن چکی ہے جس میں تمام اہل اسلام مشترک طور پر حصہ دار ہیں۔ کیونکہ یہ ان کی قربانیوں اور عبادات کی جگہ ہے اور اہل زمین کا قبیلہ ہے۔

دوسرا قول اصحاب احمد کا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے مزارع پر خراج عاید ہوگا جیسے دیگر علاقوں کے مزارعین پر عاید ہوتا ہے۔ حالانکہ امام احمد کی نص کے خلاف اور غلط ہے۔ نیز یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے یہ آخری قول ناقابل التفات ہے۔

فتح کے دوسرے روز کے خطبہ میں علمی جو اہر پائے | اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ حرم ہے اور اسے لوگوں نے نہیں بلکہ اللہ

تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے۔ اس لیے اس کی تحریم شرعی قدیمی ہے۔ اس عالم کی پیدائش سے قبل ہی اس کی حرمت ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس کا اظہار ہوا جیسے صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا:

اے اللہ تیرے خلیل ابراہیم نے مکہ کو حرم کہا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہ روایت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس کی حرمت کا اظہار ہوا جو کہ

زمین و آسمان کی پیدائش سے قبل ہی مقدر ہو چکی تھی۔ اس لیے اہل اسلام میں سے کسی نے بھی اس کی نکتہ انکار نہیں کیا۔ اگرچہ مدینہ کی حرمت میں قدرے نزاع کیا ہے، اور صحابہؓ رائے میں اس کی تحریم کبھی ثابت ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں کسی طرح کا طعن نہیں۔

نیز آپؐ نے فرمایا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس تحریم کے باعث ایسا خون بہائے جو دوسری جگہ مباح ہو سکتا ہے۔ یہاں اس مقام کی حرمت کے باعث احرام ہوگا جیسے یہاں پر درخت کاٹنا۔

گرمی پڑی چیز بھی نہ اٹھاؤ لفظ (گرمی چیز) کو اٹھانا حرام ہے اور یہ ہیں مخصوص ہے اور دوسری جگہ مباح ہے۔ اس کی کئی انواع ہیں۔ ایک وہ ابو مشریح غدوی نے بتایا ہے۔ اس وجہ سے وہ گروہ جو امام کی بیعت سے انکار کرتا ہے۔ اس سے نہ کی جائے گی۔ خصوصاً اس حالت میں جب اس کے پاس کوئی تاویل بھی جیسے اہل مکہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت ابن زبیر کا بیعت کر لی۔ چنانچہ ان سے جنگ کرنا اور نھاوا حجاج سے ان کے حرم کو حلال کرنا جائز نہیں، ہاں البتہ ایک جلیث قاسم عمرو بن سعد اور اس کے گروہ نے اپنی رائے اور خواہش نفس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کی مخالفت کی اور کہنے لگا۔

حرم نافرمان کو نہیں بچاتا، چنانچہ اسے جواب دیا جاتا کہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچاتا، اور اگر لوگوں کو خون بہانے سے بھی نہ بچائے تو حرم ہی نہ رہے گا اور اگر یہ پرندوں اور چوپاؤں کے بھی حرم ہے تو آدمیوں کے لیے بدرجہ اولیٰ حرم ہے اور واقعہ یہ ہے کہ حرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر عصاة کو بچا رہا ہے اور اسلام نے بھی اسی کو قائم رکھا۔ بانعی مقیس بن حبابہ ابن حنظل اور ان کے ہمراہیوں کو نہیں بچایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس ساعت میں یہ حرم نہ تھا بل حل بن چکا تھا۔ جب ساعتِ حرم ختم ہوگئی تو وہی حرمت لوٹ آئی جو زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت مٹھی اور سرب بھی زمانہ جاہلیت میں اگر اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل کو حرم میں دیکھتے تو کچھ نہ کہتے اور یہ چیز ان میں مخصوص طور پر پائی جاتی تھی جس سے یہ حرم ہو گیا۔ اس کے بعد جب اسلام آیا اس نے اس کی تاکید کی اور اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی کر دیا۔ امام احمد نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر میں حرم میں اپنے والد، خطاب کے قاتل کو دیکھ لوں تو اسے بالکل نہ یہاں تک کہ وہ یہاں سے نکل جائے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

اگر میں یہاں نذرہ کے قاتل کو دیکھ لوں تو بھی اس سے تعرض نہ کروں۔
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر میں حرم میں اپنے والد کے قاتل کو دیکھ لوں تو بھی یہاں سے نکل جانے تک سے کچھ نہ کہوں۔

جمہور تابعین اور ان کے بعد کے علمائے کرام کا یہی قول ہے بلکہ کسی تابعی یا صحابیؓ سے اس کے خلاف منقول نہیں۔ ابو حنیفہؒ اور اہل عراق امام احمد اور دیگر اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے۔
اور امام مالکؒ اور شافعی کا قول یہ ہے اس کی حرم

امام مالکؒ اور امام شافعی کے اقوال | میں بھی ویسے ہی گرفت کی جائے گی جیسے حل میں ہوتی ہے۔ ابن منذرؒ نے اسی کو اختیار کہا ہے۔ رہا یہ قول کہ حرم نافرمان کو نہیں بچاتا۔ یہ عمرو بن سعد ناسق اور کلام جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے طور پر پیش کرتا تھا اور یہ کہنا کہ حرم اسے نہیں بچاتا جو حرم کے اندر فساد کر کے حرم کی ہتک کرتا ہے کیونکہ وہ ایسی حرکت کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے اس پر حد لازم ہوگئی ایسے حرم کی طرف پناہ لینے والا خواب دیکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور صحابہؓ نے ان دونوں صورتوں میں کیا فرق کیا ہے؟ امام احمدؒ نے عبدالرزاق سے انھوں نے عمر سے انھیں ابن طاووس سے انھیں اپنے والد سے انھیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت پہنچی۔ فرمایا کہ جس نے حل میں چوری کی یا قتل کیا۔ پھر وہ حرم میں داخل ہو گیا تو نہ اس کے پاس بھینٹو اور نہ بات چیت کروا سکتی کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔ نکل جانے کے بعد اسے پکڑ کر اس پر حد قائم کی جائے گی۔ اور اگر اس نے حرم کے اندر چوری کی یا قتل کیا تو اس پر حرم ہی میں حد قائم کی جائے گی۔

اثرم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جو حرم کے اندر کوئی جرم کرے اسے حرم ہی میں جرم کی سزا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو حرم میں قتل کرے اسے حرم میں ہی قتل کر دیا جائے۔ فرمایا: وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْكِبْرِیِّ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ

حرم میں پناہ لینے کا مسئلہ | اب پناہ لینے اور حرم میں ہتک کرنے والے میں فرق کسی وجہ سے ہے، ایک یہ ہے کہ حرم میں جرم کرنے والا، اس کے اندر جرم کر کے حرم کی حرمت توڑنے کا مجرم ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جو حرم سے باہر جرم کرے اور پھر حرم میں پناہ لے لے کیونکہ وہ حرم کی عزت کرنے والا اور یہاں پناہ لے کر اس کا

احترام کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا باطل ہے۔

دوسرے یہ کہ مجرم کی حیثیت ایسی ہے کہ اس نے بادشاہ کے گھر میں اس کے حرم میں اور اس کے دسترخوان (کرم) پر جرم کیا ہے اور جو باہر جرم کر کے یہاں آکر پناہ چاہے اس کا معاملہ اس طرح ہے جیسے کہ ایک آدمی نے بادشاہ کی لباط و حرم سے جرم کیا اس کے بعد پناہ لینے کے لیے حرم میں داخل ہو گیا تبسیرے جرم میں جرم کرنے والا ایسا ہے جس نے اشد سجانہ و تعالیٰ کے حرم اور بیت اللہ کی تدبیر کی، گویا وہ دوسرا جرم ہے، بخلاف دوسرے کے (کہ اس کا معاملہ ایسا نہیں ہے)

چوتھے یہ کہ اگر جرائم پیشہ لوگوں پر حرم میں سزا عائد نہ کی جائے تو اللہ کے حرم میں فساد ہو جائے گا اور ایک عظیم شرم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ دوسروں کی طرح اہل حرم بھی اپنی جان و مال اور عزت کو بچانا چاہتے ہیں اور اب اگر جرائم کے مرتکب پر حرم کے اندر ہی سزا عائد نہ کی جائے تو اللہ کے حدود معطل ہو کر رہ جائیں گے اور حرم اور اہل حرم کو ضرر عمومی پہنچے گا۔

نیز آپ نے فرمایا کہ یہاں درخت نہ کاٹا جائے گا۔ دوسرے حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں | الفاظ یہ ہیں کہ کاٹنا بھی نہ توڑا جائے۔ اس میں اختلاف نہیں کہ خشکی کا وہ درخت جس کو آدمی خود کاشت نہ کرے یہاں وہ مراد ہے۔ البتہ جسے آدمی خود حرم میں کاشت کرے اس میں اختلاف ہے اور اس صورت میں تین اقوال ملتے ہیں۔

ایک تو احمد کے مذہب میں یہ ہے کہ انسان کو اکھیرنے کی اجازت ہے اور اس پر کوئی ضمان نہ ہوگی۔ ابن عقیل اور ابی خطاب وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول اسے اکھیرنے کا اختیار نہیں اور اگر اس نے ایسا کیا تو سب حالت میں اس پر ضمان ہوگا۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ ابن تیار نے خصال ثالث میں اس کا ذکر کیا ہے۔

تیسرے جو محل میں اگایا جائے اور پھر حرم میں بوجایا جائے ان میں فرق ہے یا جو ابتداء ہی میں حرم کے اندر بوجایا جائے۔ چنانچہ پہلی صورت میں ضمان نہ ہوگا اور دوسری صورت میں اسے اکھاڑنے کی اجازت نہیں اور اس پر قطعاً ضمان لازم آئے گا۔ یہ قاضی کا قول ہے۔

ایک چوتھا قول بھی ہے، وہ یہ کہ بعض پوسے آدمی اپنے مطلب کے اگانا ہے اور کھجور وغیرہ اور بعض ایسے ہی جو اس جنس کے نہیں ہوتے اور آدمی اسے کاشت نہیں کرتے۔ پہلی صورت میں ان کا اکھاڑنا جائز ہے اور اس میں ضمان نہیں۔ دوسری صورت اکھاڑنا جائز نہیں اور اس میں ضمان ادا کرنا ہوگا۔

نیز حدیث نے سبز اور خشک میں فرق نہیں کیا لیکن (علمائے کرام) نے خشک کے کاٹنے کو جائز قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ (خشک پودے) مرے کے قائم مقام ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔

نیز حدیث میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ خود بخود درخت گر جائے تو ارتفاع جائز ہے جب درخت خود بخود اکھڑ جائے یا اس کی

یہ شاخ ٹوٹ جائے اس سے استفادہ جائز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام احمدؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اسے شکار سے تشبیہ دی ہے، وہ اس کی لکڑی سے ارتفاع نہیں دیتا اور فرمایا میں نے نہیں سنا کہ کٹ جانے کے بعد اس نے اس سے نائدہ اٹھایا ہو۔ اس کے علاوہ ایک وجہ بھی ہے وہ یہ کہ غیر قاطع کو اس سے ارتفاع جائز ہے کیونکہ یہ اس کے فعل کے بغیر کٹ گیا۔ اس لیے اسے ارتفاع کا حق حاصل ہے، جیسے کہ آندھی سے اکھڑ جائے۔ پتے کاٹنے کی صحت کے بارے میں بھی صراحت موجود ہے۔ امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے پتے لینے کا حق ہے۔ عطارؒ سے بھی یہی مروی ہے لیکن ظاہر نص اور قیاس کے اعتبار سے پہلی صورت زیادہ صحیح ہے کیونکہ درخت کے پتوں کی حیثیت درخت کے لیے ایسی ہی ہے جیسے پرندے کے لیے پر ہوتے ہیں۔ نیز پتے کاٹنا شاخوں کے خشک ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ ان کا لباس ہیں اور ان کے تحفظ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

حرم کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے آپ کا یہ فرمان کہ حرم کی گھاس وغیرہ بھی نہ کاٹی جائے اس میں کوئی اختلاف نہیں اور اس سے مراد وہ ہی پودے

ہیں جو خود روموں۔ وہ مراد نہیں ہیں جنہیں لوگ کاٹتے ہیں اور خشک بھی حدیث میں داخل نہ ہوں گے بلکہ یہ حکم مخصوص طور پر سبز پودوں کے متعلق ہے، اور مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ (خشک) گھاس چن لیتے تھے، اور اذخر، نص سے مستثنیٰ ہے اور اس کا استثناء ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم (اذخر) علاوہ باقی کے سب پر حاوی ہے۔

اگر کہا جائے کہ چرانے پر بھی عاید ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نعمان عاید نہ ہوگا۔ اس صورت میں چرانا جائز ہے۔ یہ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے دوسرا یہ کہ معنوی طور سے اس پر بھی عاید ہوگا۔ اگرچہ ظاہر الفاظ اس پر حاوی نہیں، لہذا چرانا ناجائز ہوگا۔ یہ امام احمدؒ کا مذہب ہے اور اصحاب احمدؒ کے وہ قول ملتے ہیں۔ حرام قرار دینے والے کہتے ہیں کہ چوپائے کے سامنے پیش کرنے، اختلاف اور چوپائے کو اس پر چھوڑنے میں کہ اسے وہ چرے کیا فرق ہے؟ اور

جائز تپانے والے فرماتے ہیں کہ چونکہ بیابا (قربانی کے جانور) کا طریق کار یہی رہا ہے کہ وہ حرم میں داخل ہوتے اور کثرت کے ساتھ آیا کرتے۔ اور یہ بھی کسی سے منقول نہیں کہ ان کے منہ باندھ دیئے جاتے تھے۔ اس سے چرنے کا جواز نکلتا ہے۔ حرام تپانے والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چرنے کے لیے جانور کو خود بھیجنے اور آئے ہوئے جانور کے خود بخود چرنے میں فرق ہے۔ بغیر اس بات کے کہ جانور کو اس پر مسلط کر دیا جاتے اور اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کا منہ باندھ دے، جیسے احرام کی حالت میں خوشبو کو سونگھنے سے بچنے کے لیے ناک کو بند کرنا واجب نہیں، اگرچہ قصداً خوشبو سونگھنا قطعاً جائز۔

حرم کے شکاری جانور تہ متائے جائیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ حرم کے شکار کو پریشان نہ کرنا چاہیے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قتل شکار اور اس کی گرفتاری کا کسی طریقہ سے بھی سبب بننا حرام ہے، حتیٰ کہ اسے اپنی جگہ سے بھگانا بھی نہیں چاہیے کیونکہ اس جگہ وہ ایک محترم حیوان ہے، اور وہ سبقت کر کے ایک جگہ حاصل کر چکا ہے اس لیے وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حرم کا جانور اگر کسی جگہ سبقت کر کے پہنچ جائے تو اسے وہاں سے پریشان کر کے دھبکا یا نہ چلے۔

حرم کے اندر گری پٹری چیز نہ اٹھائی جائے

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ حرم میں گری ہوئی چیز کو جاننے والے کے سوا کوئی نہ اٹھائے اور ایک جگہ یہ الفاظ ہیں کہ اس کے لفظہ کو اٹھانا تعارف کرانے والے کے سوا جائز نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حرم کا لفظہ (گری پٹری چیز) کسی حال میں کسی کا مملوکہ نہیں اور اسے صرف اس کے مالک کو یا جاننے والے کو ہی اٹھانا چاہیے نہ کہ مالک بننے کے لیے، ورنہ حرم سے تخصیص کا کچھ بھی فائدہ نہ رہے گا۔

البتہ اس میں اختلاف بھی ہے، امام مالک اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حل اور حرم کے لفظہ کا ایک ہی حکم ہے۔ احمد اور شافعی کے دو اقوال در روایات میں سے ایک روایت اور قول یہی ہے اور ابن عمر رضی ابن عباس رضی اور عائشہ رضی سے بھی یہی مروی ہے۔ دوسری روایت میں امام احمد نے اور دوسرے قول میں امام شافعی نے فرمایا، مالک بننے کے لیے لفظہ اٹھانا جائز نہیں، البتہ اس کی حفاظت کے لیے جائز ہے اور اگر اٹھالے تو دائمی طور پر مشہور کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا مالک آجائے۔ عبدالرحمن بن مہدی اور ابو عبیدہ کا یہی قول ہے اور حدیث بھی اس سلسلہ میں واضح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان، کہ جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے
قصاص یا دیت کا اختیار اس کے لیے دو باتیں ہیں، یا تو قاتل، کو قتل کر دیا جائے، یا
 دیت لے لے۔

اس حدیث سے اس بات کی دلیل نکلتی ہے کہ یہ صورت قتل عمد میں ہوگی اور قصاص ضروری طور
 پر متعین نہ ہوگا، بلکہ اسے دونوں میں سے ایک کا اختیار حاصل ہے۔ چاہے قصاص لے لے اور چاہے تو
 دیت لے لے۔

اگر کہا جائے کہ قاتل کے مرنے کی صورت میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں
 کہ اس مسئلہ میں دو قول مروی ہیں۔ ایک یہ کہ دیت ساقط ہو جائے گی۔ ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے،
 لیونکہ ان کے نزدیک قصاص واجب عین ہے اور اب اللہ کے فضل کے باعث قصاص لینے کا
 عمل ہی ساقط ہو گیا۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک مجرم غلام مر جائے تو جرم کی سزا غلام کے آقا کی
 طرف منتقل نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ترکہ سے دیت وصول کی جائے گی،
 لیونکہ اس کے مرنے کی صورت میں صرف قصاص لینا محال ہو گیا، لیکن دیت ساقط نہ ہوگی۔ یہ
 واجب رہے گی۔

خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اذخر کو مستثنیٰ کرنا، جب کہ حضرت
اذخر گھاس مستثنیٰ ہے عباسؓ نے سوال کیا "سو اے اذخر کے؟"

اس سے دو مسئلے نکلتے ہیں، ایک یہ کہ اذخر (ایک قسم کی گھاس) کا لانا مباح ہے۔ دوسرے
 یہ کہ استثنا میں یہ لازم نہیں کہ کلام کی ابتداء میں ہی اس کی نیت کر لی جائے اور نہ یہ ضروری ہے
 کہ کلام ختم کر کے چپ ہونے سے قبل (اس کا بھی تلفظ کر دیا جائے) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اگر کلام سے قبل اذخر کے استثناء کی نیت کی ہو تو یا کلام مکمل کرنے سے قبل نیت کر لیتے تو
 حضرت عباسؓ کے سوال پر ان کے تبا دینے تک خاموش نہ رہتے کہ اذخر ان کے گھروں اور غلاموں کے
 لیے ضروری ہے۔

اس واقعہ میں ایک صحابی ابو شاہ کا قصہ بھی ہے۔ ابو شاہ کھڑے
کتابت حدیث کی اجازت ہوئے اور کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مبارک لکھ دو

آپ نے فرمایا کہ ابو شاہ کو لکھ دو۔ آپ کی مراد اپنے خطبے سے تھی۔ یہ فرمان علم کے لکھنے اور حدیث
 کی کتابت کی نہیں منسوخ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ (ابتداء میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو، وہ اسے مٹا دے۔

اسلام کی ابتداء میں یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا تاکہ وحی متلو کا وحی غیر متلو سے اختلاط نہ ہو جائے۔ اس کے بعد پھر آپ نے حدیث کی کتابت کی اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ وہ حدیث لکھا کرتے تھے۔ اور ان کی تحریروں کے مجموعہ کا نام "مادقہ" تھا۔ حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اس مجموعہ احادیث کو روایت کیا۔ اور یہ مرویات تمام ذخیرہ احادیث سے زیادہ صحیح ہیں۔ بعض ائمہ حدیث اس مجموعہ کو اس درجہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ اس درجہ میں وہ روایات تسلیم کی جاتی ہیں جو ابوبکرؓ نے نافعؓ سے اور انھوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیں۔ نیز ائمہ اربعہ وغیرہم نے بھی ان سے استدلال کیا ہے۔

تصاویر کے سامنے نماز نہ پڑھنی چاہیے

اور جب تک تصاویر کو مٹا نہ دیا گیا تب تک داخل نہ ہوئے۔ اس سنت کی رو سے ایسے مکان میں نماز کے مکروہ ہونے کا ثبوت ہے جس میں تصاویر ہوں اور حمام میں نماز ادا کرنے سے تصاویر والے مکان میں نماز ادا کرنا زیادہ مکروہ ہے کیونکہ حمام میں نماز پڑھنے کی گراہت نجاست کے خیال سے یا اس وجہ سے ہے کہ حمام شیطان کا گھر ہوتا ہے اور وہ صحیح ہے۔ رہا تصاویر کا مکروہ تو اس میں شرک کا گمان ہوتا ہے اور زیادہ تر اقوام میں تصاویر اور قبروں کے واسطے سے شرک آیا ہے۔

اس واقعہ میں یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ حیب مؤذن میں داخل ہوئے

آپؐ نے سیاہ عمامہ بھی باندھا

سیاہ عمامہ باندھ لینے کا جواز بھی نکلنا ہے اسی وجہ سے خلفائے بنو عباس نے سیاہ پوشی کو اپنا اور اپنے گورخروں قاضیوں اور خطباء کا سرکاری شعار قرار دیا، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل اس قسم کا لباس زیب تن نہیں فرمایا اور نہ عیدین۔ جمعہ اور عام اجتماعات کے موقع پر آپؐ کا یہ شعار تھا بلکہ فتح مکہ کے روز سوا پہلے کے سوا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقاً طور پر سیاہ عمامہ باندھ لیا اس روز آپؐ کا تمام لباس سیاہ نہ تھا بلکہ آپؐ کا جھنڈا بھی سفید تھا۔

متعہ کے پائے میں فیصلہ

بعد مکہ سے نکلنے سے پیشتر می حرام کر دیا گیا۔ متعہ کے حرام ہونے کے وقت میں البتہ اختلاف ہے۔ اور اس کے متعلق چار اقوال ملتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ خیبر کے دن حرام ہوا۔ یہ قول بھی علمائے کرام کے ایک گروہ کا ہے جس میں شافعی شامل ہیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال حرام ہوا۔ یہ ابن عیینہ اور علمائے کرام کی ایک جماعت خیال ہے۔

۳۔ تیسرا قول حنین کے سال کے متعلق ہے۔ درحقیقت یہ قول ثانی ہی ہے کیونکہ فتح مکہ کے فوراً بعد غزوہ حنین واقع ہوا۔

۴۔ چوتھا قول حج کے الوداع کے سال سے متعلق ہے۔ اور یہ قول بعض روایہ کا وہم ہے۔ ان میں صحیح قول یہ ہے کہ متعہ فتح کے سال حرام کیا گیا۔

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فتح مکہ کے سال آپ کی اجازت سے متعہ کیا۔ اگر یہ کام خیبر کے دن میں حرام کر دیا گیا ہوتا تو دوسرے مرتبہ اس کا منسوخ ہونا آسان آئے گا اور شریعت میں اس کی مثال قطعاً نہیں ملتی۔

نیز خیبر کے دن فوج کے ساتھ مسلمان عورتیں نہ تھیں، بلکہ یہودی عورتیں موجود تھیں اور اس زمانہ میں ابھی تک اہل کتاب عورتوں کی ابراہت کا حکم نازل نہ ہوا تھا بلکہ یہ اس واقعہ کے بعد رہا۔ مائدہ میں مباح قرار دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْیَوْمَ اَحَلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتِ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اٰذَنَّا لِكِتَابِ حِلِّ لَكُمُ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمَحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمَحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اٰوَاكُنَّ مِنْ قَبْلِكُمْ

ابھی طرح اس خیبر کے روز اہل کتاب کی عورتیں حلال ہی نہ تھیں اور نہ فتح سے قبل مسلمانوں کو

مؤن کی عورتوں سے کچھ دلچسپی اور رغبت تھی۔ البتہ فتح کے بعد ان میں سے بعض گرفتار ہو گئیں اور مانوں کی ٹونڈیاں قرار دی گئیں۔ اور یہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک غیر معروف تھا۔ اس وقت کی شہرت ہوئی تو نزاع واقع ہو گیا۔ (اور نزاع ہونے میں اس مسئلہ کے متعلق تمام روایات سامنے لانے کی وجہ سے) اس کی حرمت (حرام ہونا) ظاہر ہو گئی۔

نفتح کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمہ عورت کو مسلمان عورت کا فر کو امان دے سکتی ہے

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے امان دینے پر ان کے امان کی توثیق فرمادی۔

نیز اس سے مرتد کے قتل کا جواز بھی ملتا ہے جس کا ارتداد تو یہ نہ کر کے شدید صورت اختیار کر گیا ہو۔ کیونکہ عید اشدین سعید بن ابی سرح نے اسلام قبول کر کے ہجرت بھی کی تھی۔ اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی وحی بھی لکھا کرتا تھا۔ پھر مرتد ہو گیا اور مکہ میں کفار سے جا ملا۔ جب فتح مکہ کا دن آیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تاکہ بیعت کرا دیں۔ آپ نے دیر تک ہاتھ روکے رکھا۔ پھر بیعت لی اور فرمایا:

میں نے اس لیے ہاتھ روک رکھا تھا کہ تم میں سے کوئی اکٹھے اور اس کی گردن مارے۔

ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، آپ نے میری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ نبی کو مناسب نہیں کہ اس کی آنکھیں حیا نہ کرنے والی ہوں۔

غزوة حنین

مسلمانوں کی شکست اور فتح کا راز

آنحضرت کی استقامت پر اس غزوة کا نام پڑ گیا۔ اس کو غزوة ہوازن بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ (بنو ہوازن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے آئے تھے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حیب ہوازن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور فتح مکہ کی خبر سنی تو وہ مالک بن عوف نضری سے جا ملے۔ اور ہوازن کے علاوہ بنو ثقیف بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ نیز مضر، حثم کے تمام افراد اور سعد بن بکر بھی ان سے مل گئے اور مالک بن عوف نضری کو لوگوں کے مشورہ سے حکم بنا دیا گیا۔ جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تو مردوں کے ساتھ ساتھ اپنے اموال، عورتوں اور بچوں کو بھی لے آئے۔ جب اوطاس میں اترے تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان میں درید بن صحتہ بھی تھا۔ اترنے کے بعد پوچھا کہ تم کس وادی میں ہو؟ جواب ملا اوطاس میں، کہنے لگا:

میں اونٹوں کی بلبلاہٹ۔ گدھوں کی آواز۔ بچوں کی چیخ پکار اور بکریوں کی منمنناہٹ (سہر چیر) سن رہا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ مالک بن عوف لوگوں کو ان کی عورتوں، اموال اور بچوں کے ہمراہ لایا۔ اس نے پوچھا مالک کہاں ہے؟ جواب ملا، یہ ہے مالک! اور اسے بلا لیا گیا۔

اس نے کہا اسے مالک آج تو اپنی قوم کا سردار بن چکا ہے۔ کیا بات ہے کہ اونٹوں کی بلبلاہٹ گدھوں کی آواز۔ بچوں کی چیخ پکار اور بکریوں کی منمنناہٹ سن رہا ہوں؟ اس نے کہا میں نے ان کے ساتھ ان کی عورتوں بچوں اور اموال کو لے کر آیا ہوں۔

اس نے پوچھا، کیوں؟

اس نے کہا میں نے چاہا کہ ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل و عیال اور مال کو بچا دوں۔ تاکہ حفاظت کے خیال سے (خوب جوش) سے لڑے۔

اس نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم تو بھیروں کا چرواہا ہی نکلا۔ کیا شکست کھانے والے کو چیز روک سکتی ہے؟ (یاد رکھو) تجھے صرف تلوار اور نیزے سے مسلح سپاہی ہی فائدہ دے سکتا اور اگر تجھے شکست ہوگئی۔ تو تو اپنے اہل و عیال اور مال کی جانب سے بھی رسوا ہوگا۔

اس کے بعد درید بن صعہ نے اُسے جنگی نصیحتیں کیں، درید بن صعہ کی جنگی ہدایتیں اہل و عیال کو واپس کرنے کا مشورہ دیا لیکن مالک

اس کے تمام مشورے رد کر دیئے اور لوگوں سے کہا کہ جب تم انھیں (مسلمانوں کو) دیکھو تو کیا میں توڑ دو اور فرد واحد کی طرح پورے اتحاد سے سخت ترین حملہ کرو۔

نیز اس نے اپنے چند چہرے بھیجے وہ واپس آئے تو اس حال میں کہ ان کے اوسان خطا اس نے پوچھا تمہارا نامس ہو تمہاری کیا حالت ہے؟ وہ کہتے تھے کہ تم نے سفید لباس میں ملبوس آدمیوں کو گھوڑوں پر دیکھا ہے۔ اسی ہم پھیرنے سکے، حتیٰ کہ جو تو دیکھ رہا ہے۔ ہماری یہ حالت ہوگئی۔

حیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ نے عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی کو بھیج دیا انھیں لوگوں میں داخل ہوجانے کا حکم دیا، وہ ان میں داخل ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کے متعلق جو کچھ انھوں نے تیاری کر رکھی تھی۔ تمام احوال سنے اور مالک سے بھی راز سنیں اور ہوازن کے ارادے معلوم کر کے واپس آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہو کر تمام واقعات کی خبر دی۔

اس کے بعد حیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن کی طرف سفر کیا تو آپ کے سرا کیا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زر میں اور ہتھیار ہیں۔ آپ نے اس کے پاس پیغام بھیجا اس زمانہ میں مشرک تھا۔

آپ نے فرمایا اے ابو امیہ ہمیں اپنے ہتھیار متدینا مشرک سے مدد لی جاسکتی ہے کل ہم ان سے اپنے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

صفوان بولا، اے محمد، غضب کرنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا، نہیں متعارف

اور واپس دینے کی ضمانت لیتا ہوں ۔

وہ کہتے لگا ۔ اچھا پھر کوئی ہرج نہیں ۔ اس نے آپ کی خدمت میں ایک سو نہر میں پیش کیا اور ساتھ ہی بقدر کفایت ہتھیار بھی مہیا کیے ۔ نیز خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سواریوں کے متعلق بھی فرمایا ۔ اس کی تعمیل بھی کی ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے ۔ آپ کے ہمراہ اہل مکہ کے دو ہزار اور مدینہ سے آنے والے دس ہزار مسلمان تھے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا ۔ مسلمانوں کی کل تعداد بارہ ہزار ہو گئی ۔ آپ نے عتاب بن اسود کو مکہ پر سردار بنا دیا ۔ پھر موازن سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلے ۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ سے انھیں عبدالرحمن بن جابر سے انھیں اپنے والد جابر بن عبداللہ سے روایت ملی کہ فرمایا کہ جب ہم وادی حنین میں آئے تو ہم خطوط کے درمیان ایک وادی میں اترے ۔ اور ہم اتر رہے تھے کہ دشمن کی قوم نے وادی پر ہم سے پہلے قبضہ کر لیا تھا ۔ چنانچہ لوگ غامدوں ۔ اطراف اور تنگ مقامات پر چھپ گئے اور حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے ۔ اللہ کی قسم ہمیں خیال بھی نہ تھا کہ ہم چاروں طرف سے فوج میں گھر گئے ہیں انھوں نے اتحاد کے ساتھ حملہ کیا ۔ اور ہم لوگ واپس بھاگ کھڑے ہوئے کوئی ایک دوسرے کی طرف نہ جاتا ۔

بھاگنے والوں کو رسول کا بلاوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے ۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! کہاں جا رہے ہو میری طرف آؤ

میں اللہ کا رسول ہوں میں محمد بن عبد اللہ ہوں ۔

اور حالت یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاجرین اور اہل بیت میں سے چند آدمی باقی رہ گئے تھے ۔ ہاجرین میں سے آپ کے ساتھ جو رہ گیا ۔ ان میں سے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ تھے اور اہل بیت میں سے حضرت علیؓ عباسؓ ابو سفیانؓ بن حرث ۔ ان کا بیٹا فضل بن عباسؓ ربیعہ بن حرث ۔ اسامہؓ بن زید اور امین بن ام المینؓ تھے ۔ یہ موخر الذکر اسی دن شہید ہو گئے تھے ۔ راوی نے بتایا کہ موازن میں سے اس روز ایک آدمی جو بنو موازن کے آگے آگے ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا اور ایک لمبا نیزہ اس کے سر سے داؤ پر نکل رہا تھا اور موازن اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے ۔ جب اسے نیزہ لگا اور لوگوں نے اسے نہ پایا تو اس کے پیچھے والے نے نیزہ اٹھا لیا ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گئے ۔ اسی حالت میں حضرت علیؓ بن ابی طالب اور ایک انصاری نے اس پر حملہ کر دیا اور کام تمام کر دیا ۔

ایک دشمن رسول کی کہانی

اور بتایا، اللہ کی قسم ان کی شکست کے بعد لوگوں کی ابھی وہاں بھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے گرفتار شدگان موجود تھے۔ ابن سعد نے شیبہ بن عثمان حنی سے نقل کیا کہ فتح کے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو میں بھی قریش کے ہمراہ حنین میں بنو ہوازن کے مقابلہ میں اسی خیال سے کہ شاید مجھے کوئی موقع مل جائے اور میں محمدؐ سے کچھ بدلہ لے سکوں، بلکہ تمام قریش کی جانب سے میں ہی بدلہ لے لوں۔ اور میں کہہ رہا تھا کہ (نعوذ باللہ) اگر تمام عرب اور عجم نے بھی مجھ کی بیعت کر لی تو بھی میں اس کا اتباع نہ کروں گا۔

اور حیب میں نکلا تو میرا یہ ارادہ نچتے تری ہو رہا تھا چنانچہ حیب (میدان حرب) میں لوگوں کا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچر سے نیچے اتر آئے۔ میں نے تلوار سوتی اور آپ کے قریب ہو گیا اور میں نے جو ارادہ کرنا تھا کر لیا۔ میں نے تلوار اٹھا لی تھی اور میں کچھ رہا تھا کہ اب یہ خاص اٹھیں جاری ہے کہ اچانک آگ کا ایک شعلہ میرے سامنے بلند ہوا جیسے بجلی ہو اور وہ مجھے بھسم کر کے رکھ دینا چاہتا ہو۔ میں نے ڈر کر اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ آپ نے مجھے آواز دی اے شیبہ! میرے نزدیک ہو۔ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے میرے سینے پر (ہاتھ) بھرا اور دعا فرمائی اے اللہ! اسے شیطان سے بچا دے کہتا ہے کہ اکل وقت آپ مجھے اپنے کان۔ بھارت اور جان سے زیادہ محبوب بن چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے (برائیاں) دور کر دیا۔

جان کے دشمن سے آپ کا خطاب

پھر آپ نے فرمایا، قریب ہو جا اور جہاد کر۔ پھر میں آپ سے آگے آگے بڑھا اور تلوار مارنے لگا۔ بہتر جانتا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ میں آپ کو اپنی ہر چیز سے عرصہ میں بچا کر رکھوں۔ اور اسی وقت اگر اپنے باپ کو مقابلے پر دیکھتا اگر وہ زندہ ہوتا تو اس پر بھی تلوار چلا دیتا۔ چنانچہ میں آپ کے ہمراہ رہنے والوں کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس ہوئے اور لوٹ کر دوبارہ فرد واحد اتحاد کے ساتھ حمد کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچر پیش کیا گیا۔ آخر کار آپ اپنے خاص لشکر میں تشریف لائے اور اپنے پیچھے میں داخل ہو گئے۔ میں بھی آپ کے بعد داخل ہو گیا اور میرے سوا کوئی داخل نہ ہوا۔ میں آپ کے چہرہ انور کی زیارت کرنے اور شدت فرحت کے باعث اندر گیا۔

آپ نے فرمایا، اے شیب اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ اس سے بہتر ارادہ فرمایا، جو تو نے اپنے لیے ارادہ کیا، پھر آپ نے مجھے میرے تمام مضمحل ارادے بتا دیئے۔
 میں نے عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔
 پھر میں نے عرض کیا، میرے لیے بخشش کی دعا کیجئے۔
 آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے بخشنے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے زہری نے بتایا انھیں کبیر بن عباس سے انھیں اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے روایت ملی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اور آپ کے سفید نجر کی لگام تھامے ہوئے تھا، اور میں ایک نوجوان جسیم اور بلند آواز والا آدمی تھا۔

(حضرت عباس) بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرائی مناجب آپ نے لوگوں کو دیکھا، اے لوگو، کہاں جاتے ہو؟

(حضرت عباس) بتاتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ کسی چیز کی طرف دھیان نہیں دے رہے۔
 آپ نے فرمایا: اے عباس زور سے آواز دو، اے انصار کی جماعت، اے اصحاب سمرہ چنانچہ اس پر سب نے لبیک لبیک (میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کی صورت میں جواب دیا۔
 جب ایک سو آدمی جمع ہو گئے تو انھوں نے دشمن کی طرف منہ کیا اور قتال کیا، چنانچہ پہلی آواز یہ تھی، اے انصار پھر فرمایا اے خزرج۔ اور یہ لوگ زالی کے رقع پر ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
 اب میدان کارزار گرم ہو گیا۔
 اور فرمایا:

انا النبى لا کذب انا ابن عبدالمطلب
 میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
آں حضرت کا ایک معجزہ | چند کنکریاں اٹھائیں، انھیں کفار کے چہروں پر مارا اور فرمایا
 محمد کے پروردگار کی قسم (کفار) شکست کھا گئے۔

آپ نے یہ کنکریاں مارے ہی تھے کہ میں ان کی طرف دوڑ تک دیکھ رہا تھا کہ کفار شکست کھا کر
 واپس بھاگنے لگے، روایت کا ایک لفظ یہ بھی ہے کہ آپ خیر سے انزائے اور زمین پر سے مٹی کی ایک

مسٹی اٹھائی۔ پھر کفار کے چہروں پر دے ماری۔

چنانچہ ان میں سے اشد نے کوئی انسان بھی ایسا پیدا نہ کیا تھا کہ جس کی آنکھوں میں اس مسٹی کی مسی نہ پڑ گئی ہو۔ چنانچہ وہ پیٹھ پھیر کر واپس بھاگ اٹھے اور مالک بن عوف بھاگ کر بنو لثیف کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ تمام چیزیں جمع کی گئیں اور حیرانہ کے مقام پر رکھ دی گئیں۔ اس دن چھ ہزار پارچے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیر بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

پھر آپ نے مال غنیمت کو تقسیم کرنا شروع فرمایا اور عام مسلمانوں سے قبل بنو لثیف

تو مسلمانوں کے ساتھ خاص رعایت اور سلوک

کو عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ابوسفیانؓ کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سوا اونٹ مرحمت فرمائے (ابوسفیان) کہنے لگے، میرا بیٹا یزید ہے، آپ نے فرمایا اے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سوا اونٹ دیئے۔

پھر کہنے لگا، میرا بیٹا معاویہؓ ہے۔ آپ نے فرمایا، اسے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سوا اونٹ دو۔

یزید آپ نے حکیم بن حزام کو ایک سوا اونٹ عطا فرمایا۔ انھوں نے دوبارہ درخواست کی۔ آپ نے ایک سوا اونٹ عطا فرمایا۔

یزید آپ نے نصر بن حوث بن کلدہ کو ایک سوا اونٹ عطا کیے۔
یزید علاء بن حارثہ ثقفی کو پچاس اونٹ عطا فرمائے۔

اسی طرح رادی نے سوا اور پچاس والے اصحاب کا ذکر کیا ہے اور دتایا ہے کہ آپ نے عبا بن مہروان کو چالیس اونٹ مرحمت کیے۔ انھوں نے اس کے متعلق ایک (تعلیق) شعر عرض کر دیا۔ آپ نے سولہ سو لہرے کر دیے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ غنائم اور لوگوں کو سامنے لایا جائے۔ اس کے بعد تمام لوگوں پر وہ مالی تقسیم ہوا، تو چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں ہر آدمی کے حصہ میں آئیں اور جو سوار تھے انھیں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا انھیں محمود بن لبید نے انھیں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ملی۔ انھوں نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بڑے بڑے

عطا یا قریش میں اور قبائل عرب میں تقسیم فرمائے اور انصار کو ان میں سے کچھ بھی نہ ملا تو انصار کے ایک قبیلہ کے دل میں کچھ خیال سا گذرا، حتیٰ کہ کثرت سے باتیں ہونے لگیں، یہاں تک کہ ایک آدمی نے یہ بھی کہہ دیا کہ :

اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کا خیال کرتے ہیں۔
حضرت سعد بن عبادہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول، انصار کا یہ قبیلہ آپ کے متعلق اپنے دل میں کچھ رغلطی باتیں رکھتا ہے، جب کہ آپ نے اس غنیمت کا بیڑا حصہ اپنی ہی قوم میں تقسیم کیا اور آپ نے قبائل عرب کو بڑے بڑے عطایا مرحمت فرمائے ہیں لیکن انصار کے اس قبیلہ کو کچھ نہیں ملا۔

آپ نے فرمایا، اے سعد تم اس بات کے ہوتے ہوئے کہاں ہو؟ انہوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول میں اپنی قوم ہی میں ہوں۔

آپ نے فرمایا، اپنی قوم کو یہاں بلا کر لاؤ۔

فرمایا کہ مہاجرین میں سے کچھ لوگ آئے۔ آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے آئے، انہیں لوٹا دیا۔ جب تمام انصار جمع ہو گئے۔ سعد آئے اور عرض کیا اے رسول اللہ انصار کا یہ قبیلہ آپ کے حکم پر جمع ہو گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا :

اے انصار کی جماعت، مجھے تمہاری ایک جماعت انصار سے رسول اللہ کا خطاب

چیز کھسکتی ہے، کیا تم لگراہ نہ تھے، پھر اللہ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور کیا تم مفلس نہ تھے مگر اللہ نے میری وجہ سے تمہیں غنا عطا کیا؟ کیا تم آپس میں دشمن نہ تھے۔ پھر اللہ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں محبت بھر دی؟

انہوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول کا بہت بڑا احسان اور فضل ہے۔

پھر فرمایا، اے انصار کی جماعت تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا ہی

احسان اور فضل ہے۔

آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور تم سچ کہو گے اور میں تمہاری تصدیق کروں گا

کہ اے محمدؐ تو ہمارے پاس آیا جب (تریش نے) تیری تکذیب کی تھی اور ہم نے تیری تصدیق کی تو کمزور تھا، ہم نے تیری مدد کی۔ مجھے وطن سے نکال دیا گیا۔ ہم نے تجھے پناہ دی تو سفاس آیا تھا تم نے تیری مواسات کی۔

کیا تمہارے دلوں میں دنیا کی محبت ہے؟ میں نے اس (مالِ غنیمت) سے ایک قوم کا دل رکھا ہے تاکہ وہ اسلام میں پختہ ہو جائے اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔

اے انصار! جماعت کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسولؐ کو لے جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو کچھ تم لے کر جا رہے ہو، وہ اس سے بہتر ہے کہ جسے وہ لے کر جا رہے ہیں۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا۔ اور اگر لوگ ایک علاقہ اور وادی میں چلیں اور انصار دوسرے علاقے اور وادی میں چلیں تو میں انصار کے علاقے اور ان کی وادی میں چلوں گا۔ انصار شعار (اصل) ہیں اور لوگ دشار (بڑی چادر) ہیں، اے اللہ انصار پر انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے پوتوں پر رحم فرما۔

راوی بتاتے ہیں کہ انصار روپڑے جتے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر راضی ہوئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور لوگ بھی منتشر ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی ہمیشہ شیمان بنت حارث بن عبد العزیٰ حاضر ہوئیں اور عرض کیا،

اے اللہ کے رسول، میں آپ کی رضائی بہن ہوں۔

آپ نے فرمایا اس کا ثبوت؟

انہوں نے عرض کیا، میں آپ کو اٹھائے ہوئی تھی کہ آپ نے میری پیٹھ میں کاٹا تھا یہ ہے

وہ نشان۔

راوی کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت سے پہچان لیا اور ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اس پر بٹھایا اور آپ نے ان پر احسان فرمایا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو اکرام و احترام سے رہو گے۔ اور اگر اپنی قوم کی طرف جانا چاہو تو مجھ میں عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا آپ انعام دیجئے اور مجھے اپنی قوم کی طرف لوٹا دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

دشمن کے تمام جنگی قیدیوں کو آپ نے رہا کر دیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو موزن کا ایک وفد آیا۔ یہ چودہ آدمی تھے

اور زہیر بن صردان کا سردار تھا۔ نیز ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا ابو برفان تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غلاموں اور اموال کی درخواست کی۔ نیز انہوں نے اپنے گرفتار شدگان کی واپسی کی درخواست کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور تمام قیدی واپس کر دیئے۔

غزوہ حنین سے متعلق

مسائل فقہیہ اور نکتہ ہائے حکمت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ساتھ وعدہ کیا۔ اور وہ سچے وعدہ والے ہیں کہ جب آپؐ نے مکہ فتح کیا تو آپؐ کے دین میں لوگ گروہ درگروہ داخل ہو گئے۔ اور تمام عرب نے آپؐ کی اطاعت کر لی۔ جب یہ فتح مبین مکمل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بنو موذن اور ان کے اتباع کے دل اسلام لانے سے رک گئے اور انہوں نے قوم کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گئے تاکہ اللہ کا امر ظاہر ہو جائے اور اس کے رسول اور اس کے دین کی عزت و حرمت ظاہر ہو جائے تاکہ ان کے غنائم اہل فتح کے لیے تسکراتہ کے طور پر بن جائیں۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسولؐ اور اپنے بندوں کو غالب کر دے۔ اور اس عظیم شوکت کے باعث کہ اس سے قبل اہل اسلام کو کبھی بھی ایسی عظمت حاصل نہ ہوئی (کفار پر) غالب کر دے تاکہ اس کے بعد کوئی عرب ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ بھی کئی حکمتیں تھیں جو غور کرنے والوں کے سامنے آ سکتی ہیں اور فکر کرنے والوں کو معلوم ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت، بالغہ کا تقاضا یہ ہوا کہ دشمنوں کی کثرت تعداد اور عظمت شان و شوکت کے باوجود انہیں شکست اور ہزیمت کا مزہ چکھائے تاکہ فتح کے باعث جو سراہے دوں چھکا جائے اور اللہ کے شہر اور حرم میں اس طرح داخل نہ ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فاتحانہ) طور پر (لیکن پھر) اپنے سر کو نیچے رکھے۔ گھوڑے پر اس قدر جھکے تھے کہ آپؐ کی ٹھوڑی پروردگار کے سامنے سجد اور اس کی عظمت کے سامنے انکساری اور اس کی عزت کے سامنے خضوع کرتے ہوئے کاٹھی سے لگ رہی تھی۔

اور اللہ نے اپنا شہر اور حرم اپنے نبی کے لیے حلال کیا۔ آپ کے بعد اور آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا

نیز اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام ایک سوال اور اس کا جواب کے عساکر کو مکہ کے غنائم سے منع کر دیا۔ انہوں نے یہاں کسی قسم کا کوئی سونا چاندی، مال و متاع، قیدی اور زمین وغیرہ حاصل نہ کی جیسے ابو داؤد نے وہب بن مہذب سے روایت فرمایا کہ میں نے حضرت جابرؓ سے دریافت کیا کیا فتح مکہ کے دن آپؐ لوگوں کو کچھ مال غنیمت ملا۔ وہ کہنے لگے، نہیں، بلکہ دھماپہ، نے اس شہر کو گھوڑوں اور سواہوں سے فتح کیا تھا اور ان کی تعداد میں ہزار تھی اور انہیں ان ضروریات کی حاجت بھی تھی جو اسباب قوت کی طرح ایک لشکر کو درپیش ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں کو جنگ کی تحریک دی اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے اموال، چوپائے، بکریاں اور ساتھ ہی عورتوں کو بھی لے کر آئیں تاکہ اللہ کے لشکر کی صفیات اور کرامت ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیر پوری ہو کر رہے کہ اس نے انہیں فتح عطا کی اور نصرت کے مبادی ظاہر فرمادیں تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو ہونے والا تھا۔

عنايات رسول کا نتیجہ، قبول اسلام اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اپنے

ادبیار کے لیے مدد نازل فرمائی اور غنائم بھی آگے اور ان میں اللہ اور اس کے رسول کا حصہ جاری ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہمیں تمہاری جانوں تمہاری عورتوں اور بچوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین (بنو سوازن) کے قلوب میں توبہ اور انابت ڈال دی۔ اور وہ مسلمان بن کر حاضر ہوئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے حسن اسلام کی محبتیں کے طور پر ہم تمہاری عورتوں، بچوں اور قیدیوں (غلاموں) کو واپس کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے تمہارے قلوب بہتر دیکھے تو تمہیں اس سے بہتر عطا کرے گا جو تم نے لیا تھا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحیم کرنے والا ہے۔

نیز اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی دلجوئی فرمائی اور انہیں فرحت عطا فرمائی کیونکہ نصرت اور غنائم ملیں اور یہ معاملہ دوا بن گیا جب کہ اس سے قبل (دل ٹوٹ چکے تھے۔ نیز یہ ٹھیک ٹھیک اہل مکہ کی دلجوئی اور ان پر اتمام نعمت تھا کہ بنو سوازن کے شر سے انہیں بچایا کیونکہ تنہا قریش میں ان کے مقابلے کی بہت نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے ذریعہ ان کی نصرت فرمائی اور وہ

تہا سوئے توان کا دشمن ان کا صفایا کر دیتا۔

نیز اس کے علاوہ کئی حکمتیں ہیں کہ جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بغیر کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ نیز اس میں بعض مسائل فقہ بھی حل ہو جاتے ہیں۔

مثلاً یہ کہ امام کو چاہیے کہ فخر و جاسوسی (بھیجے جو کہ دشمن کی فوج میں داخل ہو کر ان کی خبریں مہیا کریں اور حیب امام کو دشمن کے حملے کا ارادہ معلوم ہو اور اس کے لشکر کی جمعیت اور قوت کا پتہ چلے۔ تو وہ فتنہ میں نہ بٹھیا رہے بلکہ خود حمل کر مقابلہ کرے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو موزن کی طرف خود تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حنین کے مقام پر مقابلہ ہوا۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اختیار حاصل ہے کہ **مشرکین سے مدد لینے کا جواز** وہ مشرکین سے ہتھیار اور دشمن سے رٹنے کے لیے جنگی سامان حاصل کرے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے زرہی حاصل کیں، حالانکہ وہ اس دن مشرک تھا۔

نیز اس میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام مادی اسباب **مادی اسباب کا استعمال متافعی توکل نہیں** اللہ تعالیٰ نے نتائج کے لیے تیار رکھے ہیں انہیں ہتھیار

میں لانا یہ طریقہ توکل کا نتیجہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب توکل کے لحاظ سے حل تھے۔ لیکن پھر بھی وہ حیب دشمن کے مقابلہ میں آئے تو کئی انواع کے ہتھیاروں سے اپنا تحفظ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمادی تھی **وَاللّٰهُ لَيَعْصِمَنَّكَ مِنَ النَّاسِ** یعنی اور اللہ تعالیٰ تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔

ابو القاسم نے ابن عساکر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی عورت کے واقعے کے بعد حیب میں نے ایک زہر آمیز بکری پیش کی تھی (اس کے بعد) آپ کو کوئی آدمی کھانا پیش کر کے آیا آپ اسے نہ کھانے حیب تک کہ پیش کرنے والا اس میں سے خود (کچھ نہ کچھ) کھانا لیتا۔ علماء کرام قائل ہیں کہ اس میں بادشاہوں کے لیے اسوہ ہے۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیادیا کہ وہ اپنا دین تمام ادیان پر غالب کر دے گا اور اسے بلندی و رفعت عطا کرے گا۔ یہ وعدہ اللہ کے امیر قتال اور قوت عسکری اور گھوڑے تیار کرنے کے حکم کے خلاف نہیں اور اس بات کے متافعی بھی نہیں کہ جو اس نے دشمن سے بچاؤ اور تحفظ اور ہر قسم کی جنگ اور

تو یہ سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندگی کی ضمانت دی یہاں تک کہ آپ پیغام رسالت پہنچا دیں اور اپنے دین کو غالب کر دے۔ چنانچہ آپ خود و نوش، لباس اور جائے سکونت کے لحاظ سے تمام امیاب زندگی حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے حتیٰ کہ بعض نے دعا کرنا بھی ترک کر دی۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ اگر مطلوب ان کے مقدر میں لکھا ہے تو پھر ضرور مل کر رہے گا اور اگر مقدر میں نہیں ہے تو بالکل نہ ملے گا۔ اس لیے دعائیں مصروف رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے؛ ایسے ضبط الخواص آدمی کی مثال اس طرح ہے کہ وہ یوں کہے اگر اللہ تعالیٰ نے شکم میرا مونا میرے مقدر میں لکھا ہے تو شکم میرا بھر رہوں گا۔ چاہے میں کھاؤں یا نہ کھاؤں اور اگر شکم میرا مونا میرے مقدر میں نہیں ہے تو چاہے کھاؤں یا نہ کھاؤں ہرگز شکم میرا نہ بھریں گا۔ اس لیے کھانے کا فائدہ ہی کیا ہے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور شریعت انتظامیہ کے منافی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے توفیق ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم **مستعار اسلحہ لیتے وقت شرط ضمان** نے صفوان سے اسلحہ مستعار لیتے وقت ضمان کی شرط

لگا دی، بلکہ ضمانت پر اسلحہ مستعار لینے کی شریعت میں مستعار لینے کے متعلق یہ ایک باقاعدہ مسئلہ کی بنیاد تھی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کی آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ اس کا حکم ضمان کا ہے جیسے غصب شدہ کی ضمان پڑتی ہے۔ یا بعینہ اس اسلحہ کی واپسی کی ضمانت تھی اور اس کا مطلب یہ تھا کہ میں انھیں واپس کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ اور یہ ضائع نہ ہوں گے بلکہ میں اسی حالت میں انھیں واپس کروں گا۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور

فقہاء کا اختلاف اور اقوال متعددہ امام احمدؒ پہلے قول پر ہیں کہ ضائع ہونے پر ضمان لازم

ہوگا اور ابوحنیفہؒ اور مالکؒ دوسرے قول پر ہیں یعنی واپس کرنے کی ضمانت ہوگی۔ البتہ مالکؒ کے مذہب میں اس کی مزید وضاحت ہے۔ یہ کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جو غائب نہیں ہو سکتی جیسے کہ حیوان اور زمین ان کے تلف ہونے پر ضمان لازم نہ ہوگی جب تک کہ اس کا کذب واضح نہ ہو جائے۔ اور اگر غائب ہونے والی اشیاء میں سے ہے جیسے کہ زیورات وغیرہ تو ان کے تلف ہونے پر ضمان لازم ہوگی جب تک کہ شہادہ پیش نہ کر دے جو اس کے تلف ہونے کی گواہی دے۔ اس مسلک کا راز یہ ہے کہ مستعار چیز ایک قسم کی غیر مضمون

امانت ہے جیسا کہ ابوسیف نے کہا ہے لیکن (امام مذکور) ظاہر نص کے خلاف قبول نہیں کرتے۔ اس وجہ سے انھوں نے غائب ہو سکے اور غائب نہ ہو سکے کا فرق کیا ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ اس قصہ میں ذکر ہے کہ بعض زر میں جو گم ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضامن بننے کی پیشکش کی تو انھوں نے عرض کیا۔ آج میں اسلام کو پسند کر چکا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ کیا آپ نے اس کے سامنے ایک امر واجب کی (اداگی کا) معاملہ پیش فرمایا، یا یہ فقط استحباب کا معاملہ تھا جو کہ ایک مستحسن فعل تھا اور جسے اخلاق حسنة اور محاسن شریعت کا حصہ کہا جاسکتا ہے؟ بعض لوگ دوسری بات کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایک آپ نے صمان کی پیشکش فرمائی اور اگر صمان واجب نہ ہوتی تو آپ اس طرح پیشکش نہ فرماتے بلکہ آپ اسے ویسے ہی ادا فرماتے اور فرماتے کہ یہ نیرا حق ہے جیسے گم ہونے والی بعینہ موجود ہو۔ یعنی کہ آپ اسے واپس کرنے کی پیشکش نہ کرتے اس پر غور کیجئے۔

میدان جنگ میں دشمن کی سواری زخمی کی جاسکتی ہے | نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کے گھوڑے اور سواری کو زخمی کرنا جائز ہے جب کہ اس سے اس کے قتل پر مدد مل سکتی ہو جیسے حضرت علیؑ نے کفار کے علم بردار کا اونٹ زخمی کر دیا اور حیوان کو اس قسم کی ایذا دی ممنوع نہیں۔

قتل کا ارادہ کرنے والے کو معافی | نیز اس میں سے یہ بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو معاف فرما دیا جس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، بلکہ اس کو دعا بھی دی اور اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا، پھر وہ سچا مسلمان بن گیا۔

معجزات نبوی اور علامات رسالت | نیز اس غزوہ میں معجزات نبوت اور علامات رسالت بھی کثرت سے ظاہر ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و استقلال کا پتہ چلا جب کہ لوگ واپس ہونے لگے تو آپ فرما رہے تھے۔

انا النبى لا کذب | انا ابن عبد المطلب
میں نبی ہوں، جھوٹ نہیں | میں عبد المطلب کی اولاد سے ہوں
جب کہ مشرکین کے دستوں نے آپ کا مقابلہ کیا۔

اسی قبیل سے وہ معجزہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پھینکی ہوئی ایک مٹھی مٹی کو دور ہونے کے باوجود کفار کی آنکھوں میں پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ دشمن کی آنکھیں بھر گئیں۔ اس کے علاوہ ملائکہ کا انزکرتال

شریک ہونا بھی ایک معجزہ تھا اور کفار اور مسلمانوں نے بھی کھل کر انھیں دیکھا۔

امام کے اختیارات خاصہ | لانے کا انتظار کر کے غنائم تقسیم کرے اور اگر وہ لوگ اسلام اور
 اشتراک کی اطاعت کو قبول کر لیں تو ان کے غنائم اور گرفتار شدگان کو واپس کر دے۔ اسی دلیل سے یہ مسئلہ
 بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقسیم کے بعد غنیمت کی (انفرادی) ملکیت ہو سکتی ہے محض قابض ہونے سے (کوئی
 مالک نہیں بن سکتا) اور اگر مسلمان محض غلبہ اور استیلاء سے مالک ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 مسلمانوں کو زمی سے واپس کرنے کا حکم نہ فرماتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تقسیم سے قبل کوئی مسلمان
 غنائم (فوت ہو جائے تو اس کا حصہ وارثوں کی بجائے باقی مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ
 کا مذہب یہ ہے کہ اگر استیلاء سے قبل کوئی فوت ہو جائے تو اس کے وارثوں کا کوئی حق نہیں۔ اور
 اگر تقسیم کے بعد فوت ہو تو اس کے وارثوں کا حصہ ہو گا۔

عطاءے رسول کی حیثیت اور نوعیت | اور یہ عطاء عمومی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 قریش پر فرمائی اور اس کے ذریعے ان کی تالیف

قلوب فرمائی، کیا یہ غنیمت میں سے تھی یا تمس سے یا تمس کے تمس میں سے؟
 امام شافعیؒ اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمس کے تمس میں سے تھا اور یہ خود نبی اقدس صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اتنی حصہ تھا جسے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اور یہ عام حال غنائم کے
 علاوہ تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عطا یا دیتے وقت کسی سے اذن حاصل نہیں کیا۔
 اور اگر یہ عطا یا مال غنیمت میں سے ہوتے تو آپ اس کی اجازت لیتے کیونکہ عام مسلمان استیلاء اور
 قبضہ کے بعد اس مال کے مالک ہو چکے تھے۔

انفال اللہ اور رسول کے لیے ہیں | نیز یہ بھی معلوم ہے تمام انفال اللہ اور اس کے
 رسول کے لیے ہیں۔ رسول انھیں وہاں تقسیم کرتا
 ہے جہاں اس نے حکم دیا۔ وہ کسی بات میں تعدی نہیں کرتا۔ اگر آپ تمام غنائم کو بھی اسلام کی مصلحت
 عمومی کی خاطر (تالیفِ قلوب وغیرہ) میں صرف فرمادیتے تو بھی یہ فعل حکمت و مصلحت اور عدل سے
 خالی نہ ہوتا اور خیب ذی الصولجیرہ تمہیں کی آنکھوں سے یہ مصلحت و حکمت اور جھیل ہو گئی تو اعتراض
 کرنے والے نے کہا دیا۔ عدل کر دیا کیونکہ تمہارے عدل نہیں کیا۔

اور (ان کے مقابلہ) میں اس قول (انصار) پر اپنی مکمل نعمت نازل فرمائی اور یہ لوگ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے وطن میں واپس ہو گئے اور آپ ان کی قیادت فرما رہے تھے اور جو لوگ اس نعمت کبریٰ کی قدر نہیں پہچانتے تھے وہ بکریوں اور اونٹوں پر راہی ہو گئے جیسے طفل نادان کہ اسے جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی عقل اور سمجھ کے مطابق دیا جاتا ہے اور عقل مند اور صاحب خرد کو اس کی سمجھ کے مطابق ملتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے دباؤ میں نہیں ہے کہ وہ اپنی غم کے مطابق اس پر جبر کر سکیں اور اسے نیز اس کے رسول کو نفاذ امر سے محروم رکھیں۔

نیز یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک فقہی مسئلہ

جنس شخص کا ہوازن کے غلام آزاد) کرنے کا جی نہ چاہے (اگر وہ بھی آزاد کرے) تو اسے ہر ایک زلیخہ کے بدلے چھ حصص اس فی منی سے ملیں گے جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے اس سے یہ بھی جواز نکلتا ہے کہ غلام بلکہ چوپائے کے بعض کو بعض کے ساتھ ادھار یا متفاضل فروخت کیا جاسکتا ہے۔

سنن میں حضرت عید اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر حکم دیا۔ اونٹ تم ہو گئے۔ آپ نے خلاص (اونٹوں) پر زائد لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ ایک کے بدلے دو اونٹ لیتے رہے اور سنن میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک حیوان کی دوسرے حیوان کے عوض نسبتاً بیع کو منع فرمایا ہے ترمذی نے حضرت حن سے انھوں نے سمرقند سے روایت کیا ہے اور صحیح بتایا ہے۔

نیز ترمذی نے حجاج بن ارطاة کی حدیث حضرت ابو الزبیر سے انھوں نے حضرت جابر سے نقل کی ہے۔ انھوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک کے بدلے دو حیوان بیع ہوں تو نسبتاً درست نہیں اور نقد میں کوئی ہرج نہیں۔ ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

ان احادیث کی بنا پر لوگوں میں اختلاف رونما ہوا چنانچہ اس سلسلہ میں چار اقوال منقول ہیں ایک تو یہ کہ یہ متفاضل، مساوی، نسبتاً (ادھار) اور نقد ہر طرح جائز ہے۔ یہ ابو حنیفہ اور شافعی کا مذہب ہے۔

۲۔ اور دوسرے نسبتاً (ادھار) اور متفاضل صورت میں جائز نہیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عورتوں اور تفاضل کے جمع ہونے کی صورت میں حرام ہے اور صرف بیع صورت واقع ہونے پر جائز ہے۔ یہ امام مالک کا قول ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ اگر جنس ایک ہو تو تفاضل جائز ہے۔ اور نسبتاً حرام ہے۔ اور اگر جنس

اختلاف ہو تو تفاضل اور تسبیہ دونوں جائز ہیں۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ معاملہ جہاد اور مسلمانوں کی سکت ضرورت کے مواقع پر پیش آیا، جب کہ لشکر تیاری کر رہا تھا اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ لشکر کی تیاری حیوان کے حیوان کو ادھار بیچنے کے شر سے بڑا شوق تھا اور امور شریعت راجح امور کی وجہ سے معطل نہیں ہوتے۔ اس کی مثال جنگ کے موقع پر ریشمی لباس پہننے اور خزانہ کڑا کر چلنے میں ملتی ہے کیونکہ اس وقت یہ مصلحت مرجوح ہے۔

متعاقدین غیر معین مدت کے لیے معاہدہ کر سکتے ہیں | اس واقعے سے اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے کہ حیب متعاقدین (عقد کرنے والے دونوں فریق) کے درمیان غیر محدود مدت موثر کی جائے تو بھی جائز ہے۔ اگر وہ دونوں راہی اور مستحق ہوں۔

امام احمد نے آپ کی روایت سے اس کے جواز پر نص فرمائی ہے کہ غیر محدود مدت مقرر کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ دونوں اسے ختم نہ کر دیں۔ اور یہی راجح ہے کیونکہ یہاں اس کے مقابلہ میں کوئی محذور یا عذر نہیں اور عذر کے طور پر دونوں نے رضا و بصیرت سے اسے تسلیم کیا ہے، اس لیے علم میں دونوں برابر ہیں، اور کسی کو دوسرے پر تفوق حاصل نہیں اس لیے یہ ظلم نہ ہوگا۔

جنگ میں مقتول کا فر کا مال مسلمان قاتل کی ملکیت سے | نیز اس غزوہ میں آپ نے فرمایا:-

جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو تو اس کا ٹما سوا سامان (سلب) اس کا ہوگا، بشرطیکہ اس کا کھلی گواہ بھی ہو۔ اور دوسرے غزوہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ "اس سے قبل اس پر فقہا کا اس باب میں اختلاف ہو گیا کہ یہ شرعاً سلب کا مستحق ہے یا شرط کے بعد مستحق ہوگا؟ اس سے متعلق دو قول ہیں جو احمد سے دو روایات میں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ سلب کا مستحق شرعاً ہے چاہے امام اس کے لیے شرط لگائے یا نہ لگائے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

۲۔ اور دوسرا یہ ہے کہ امام کی شرط کے بغیر مستحق نہیں، یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ قتال کے بعد امام کی شرط کے بغیر مستحق نہیں ہوگا اور اگر اس سے قبل کا نص کرے تو جائز نہیں۔ مالک فرماتے ہیں کہ مجھے حنین کے دن کے سوا کوئی روایت نہیں پہنچی، کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا جو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لڑائی ختم ہونے کے بعد صدقات فرمائے۔

رسول اللہ کی تین حیثیتیں، منصب رسالت

اس نزع کا اصل ماخذ یہ اصول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام بھی ہیں، حاکم اور مفتی بھی، اور رسول بھی ہیں، کبھی تو آپ منصب رسالت سے حکم فرماتے ہیں۔ یہ حصہ قیامت تک شریعت عام بن جانا ہے جیسے کہ آپ کا فرمان۔

”جس نے ہمارے اک امر دین (میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے“

رسول مفتی کی حیثیت سے

اور کبھی آپ مفتی کی حیثیت سے حکم فرماتے ہیں، جیسے آپ نے ابوسفیانؓ کی بیوی ہند بنت عقیہ کو، جب اس نے اپنے شوہر کے نخل کی شکایت کی تو بقدر کفایت خرچ نہ دینے پر فرمایا۔

معروف طریقے پر اس قدر لے لے جتنا تجھے اور تیرے لڑکے کے کفایت کر سکے۔ یہ فتویٰ ہے حکم نہیں، کیونکہ آپ نے ابوسفیانؓ کو بلا کر ان سے جواب دعویٰ نہیں سنا۔ نہ ہند سے شہادت طلب فرمائی۔

اور کبھی آپ منصب امامت کی رو سے حکم فرماتے اور یہ حکم اس وقت اور اس جگہ اور اس حالت میں امت کے لیے ایک مصلحت بن جاتا۔ اس لیے آپ کے بعد ائمہ مسلمین کو چاہیے کہ وہ بھی وقت جگہ اور حالات کے اعتبار سے مصالح عمومی کا خیال رکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہے۔

رسول امام کی حیثیت سے

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

ائمہ کا اختلاف فکر و نظر

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

یہ مقام ایسا ہے کہ جہاں ائمہ کرام بیشتر مقامات پر اختلاف ائمہ کا اختلاف فکر و نظر اتر جاتے ہیں۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی دکان، قتل کیا تو مقتول کا سلب (قاتل) کو ملے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ کلام منصب امامت سے فرمایا تاکہ یہ حکم ائمہ سے متعلق ہو جائے۔ یا منصب رسالت و نبوت سے فرمایا تاکہ شریعت عام بن جائے۔ اس طرح آپ کا فرمان، کہ جس نے بخیر زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ ہر آدمی کے لیے عام قانون شریعت ہے، چاہے امام اجازت دے یا نہ دے، یا یہ قانون ائمہ مسلمین کی اجازت سے مشروط ہوگا؟ اور امام کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت نہ ہوگی؟

اس میں دو قول ہیں،

- ۱۔ پہلا امام شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے جو ان کے ظاہر مذہب سے معلوم ہوتا ہے۔
- ۲۔ اور دوسرا ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام مالکؒ نے بڑے بڑے صحراؤں اور ایسی جگہوں میں زوق کیا ہے جہاں لوگ محنت نہیں کرتے اور جہاں مخصوص طور پر محنت کرنا پڑتی ہے۔ دوسری صورت میں امام کے اذن کا اعتیاد ہوگا اور پہلی ہی اجازت کی ضرورت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (کہ قاتل کے پاس) کوئی گواہ اور بیعت کا مسئلہ | گواہ (بیعت) بھی ہو، اس سے دو مسئلے نکلے ہیں :

- ۱۔ ایک یہ کہ اس نے کافر کو قتل کیا ہے، اور صرف اسی بات کو استحقاق سلب کے لیے قبول نہیں کیا جاتا۔

۲۔ دوسرے اس دعویٰ میں یمن کے بغیر ایک ہی شاهد کافی ہے؟

صحیح روایت میں حضرت ابن قتادہؒ سے ثابت ہے، انھوں نے بتایا کہ ہم حنین کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے۔ جب ہم دشمن سے ملے تو مسلمان ہٹ ہٹ کر حملے کرتے تھے۔ میں نے مشرکین میں سے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک مسلمان کے اوپر چڑھا بیٹھا تھا۔ میں پھر اس کی طرف پیچھے کی جانب سے آیا اور میں نے اس کے کندھے کے جوڑ پر دتلوار، ماری، وہ میری طرف پلٹا اور بری طرح چپٹ گیا، یہاں تک کہ مجھے موت آتی محسوس ہوئی، پھر وہ مر گیا اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اس کے بعد میں حضرت ثمر بن خطاب سے جا ملا۔ انھوں نے کہا، لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا، اللہ کا امر ہے۔

پھر لوگ واپس چلے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا، جس نے کسی دکان کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس کوئی بیعت ہو، تو اس کے سلب کا وہ مستحق ہوگا۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور کہا، میری گواہی کون دے گا؟ آپ نے تین بار یہ فرمایا اور میں اٹھا رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو قتادہؒ کیا بات ہے؟ میں نے تمام واقعہ عرض کیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اس نے سچ کہا اور اس مقتول کا سلب میرے پاس ہے۔ اس لیے اسے اس کا حق دے دیجئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یہ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لڑتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا سلب ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے سچ کہا، اسے

سے دو۔ چنانچہ آپ نے مجھے اس کا سلب عطا فرمایا۔ میں نے زرہ بیچ دی اور میں نے بنو ساسہ سے ایک زنبیل خریدی۔ یہ ہلال طال تھا جو مجھے اسلام میں حاصل ہوا۔
اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں، جن میں سے یہ ایک ہے، اور یہ مذہب احمدؒ کے مطابق ہے
دوسرا یہ کہ شاید اور عین دونوں ضروری ہیں، چلیے احمدؒ کی روایات میں سے ایک روایت منقول ہے۔

تیسرا امام احمدؒ کا منصوص ہے کہ دو گواہ ضروری ہیں، کیونکہ یہ قتل کا دعویٰ ہے جو دو گواہوں کے بغیر قبول نہیں ہو سکتا۔

اس واقعہ میں ایک اور مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ شہادت میں یہ لفظ کہ "میں گواہی دیتا ہوں" کا استعمال ضروری نہیں اور امام احمدؒ سے یہ صحیح ترین روایت ہے اگرچہ ان کے اصحاب کے خیال میں جو (ان مذکورہ الفاظ) کا زبان سے ادا کرنا لازمی ہے اور نہیں (موسر کلام) امام مالکؒ مذہب ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ سے لفظ شہادت کی مشرط معروف نہیں۔

اور آپ کا زمانہ کہ مقتول کا سلب قاتل کا ہے یہ سلب کا خمس نکالنا ضروری نہیں | اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سلب کا خمس نکالے پھر

مالکؒ تھا اور سلمہ بن اروع کے معاملہ میں آپ نے صراحت بھی فرمادی، کہ جس نے کسی (کافر) کو قتل کیا تو تمام سلب (قاتل) کی ملکیت ہے۔

اس مسئلہ میں بھی تین مذاہب ہیں، ایک کا ذکر ہو چکا۔ دوسرا یہ ہے کہ غنیمت کی طرح اس کا خمس یا چائے گا۔ یہ امام اوزاعیؒ اور ابن شام کا قول ہے۔

اور آیت غنیمہ میں داخل ہونے کے سبب سے ابن عباسؓ کا بھی یہی مذہب ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ اگر امام کثرت مال دیکھے تو خمس لے لے اور اگر کم سمجھے تو خمس نہ لے۔ یہ اسحاق کا قول ہے۔

اور عمرؓ بن خطاب کے فعل سے ثابت ہے حضرت عمرؓ کا ذاتی جہاد واجب العمل نہیں | سعید نے اپنی سنن میں ابن سیرینؒ سے

نقل کیا کہ حضرت براہ بن مالک نے بحرین میں مرزبان کا مقابلہ کیا اور اسے نیزہ مارا اور اسے پیچھے توڑ دی۔ پھر اس کے کنگن اور اس کا سلب لے لیا۔ جب حضرت عمرؓ نے ظہر کی نماز ادا کی تو حضرت براہؓ کے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا۔ ہم سلب کا خمس نہیں لیا کرتے تھے، لیکن

نے سلب حاصل کیا، جس کی مالیت بہت زیادہ ہے اور میں اس کا خمس لوں گا، اس طرح اسلام میں یہ پہلا خمس تھا جو حضرت براءؓ کے سلب سے لیا گیا اور یہ تیس ہزار تک پہنچ گیا لیکن پہلی صورت زیادہ صحیح ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو خمس نہیں لیا اور فرمایا کہ یہ تمام کا تمام اسی کا ہے اور اسی پر آپ اور آپ کے بعد حضرت صدیق کاربند رہے۔ اور حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا یہ ان کا ذاتی اجتہاد اور رائے تھی

اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ (خمس، غنیمت میں سے ہے)
خمس غنیمت میں سے ہے | کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قاتل کو ادا فرمایا،
 اور اس کی قیمت اور قدر کی طرف توجہ نہ کی نیز خمس سے خمس نکالنے کا اعتبار نہیں کیا، مالک فرماتے ہیں کہ وہ تو خمس کا خمس تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل مقتول
قاتل مقتول کے تمام سلب کا مستحق ہے | کے تمام سلب کا مستحق ہے اگرچہ یہ مال
 بہت زیادہ مقدار میں ہو۔ اور ابوہریرہؓ نے نقل کیا ہے کہ ابو طلحہؓ نے حنین کے دن بیس آدمیوں کو قتل کیا، چنانچہ ان تمام کے سلب اکھنوں نے لیے۔

غزوة طائف

اہل طائف کے لئے ہدایت اور قبول اسلام کی دعا

طائف کا محاصرہ یہ غزوة شوال ۶۰۰ھ میں ہوئی، ابن سعد کہتے ہیں کہ روادۃ کا بیان ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا تو طفیل بن عمرو کو ذی الکفین کی طرف بھیجا۔ عمرو بن حتمہ دوسی کا بت تھا تا کہ اسے توڑ دے اور آپ نے اسے طائف میں ملنے اور اپنی قوم سے مدد لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیزی سے نکلا اور ذی الکفین کو توڑ کر ہنس ہنس کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی قوم کے چار سو افراد چل پڑے، چنانچہ طائف میں نشریہ آوری کے چار دن بعد یہ لوگ بھی حاضر ہو گئے اور وہاں اور بانیہ اور منجیق ساتھ لے آئے۔

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے طائف جانے کا ارادہ فرمایا تو خالد بن ولید ساتھ آئے اور بنو ثقیف نے اپنے قلعے کا ارادہ کر لیا اور اس میں اس قدر ضروریات زندگی جمع کر لئے جو انہیں ایک سال تک کے لئے کافی تھے۔

جب یہ لوگ اوطاس سے شکست کھا کر بھاگے تو اپنے قلعے میں پناہ گزین ہو گئے اور دروازے بند کر دیئے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

اہل طائف کی طرف سے شدید مزاحمت اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی چل پڑے، چنانچہ آپ طائف کے قریب اترے۔

اور وہاں آپ کا لشکر بھی تھا چنانچہ اہل طائف نے بڑی شدت کے ساتھ تیر برس سے جیسے مکہ طی آ رہی ہو۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کو زخم آئے اور بارہ آدمی شہید ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر اس جگہ آ گئے جہاں آج کل طائف کی مسجد ہے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی ازواج و مہجرات حضرت ام سلمہؓ اور زینبؓ بھی تھیں، ان کے لئے دو خیمے لگا دیئے گئے اور طائف کے محاصرے کے دوران آپ ان دو خیموں کے درمیان نماز پڑھتے رہے۔ آپ نے اٹھارہ روز

عاصرہ جاری رکھا۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں میں سے زیادہ دن محاصرہ جاری رہا اور آپؐ نے منجیق گاڑ دی۔
 ورنہ اسلام میں پہلا ہتھیار تھا جس کے ذریعے دقلعہ توڑنے کے لئے پتھر برسائے گئے۔ ابن اسحاقؒ
 کہتے ہیں جس دن دیوار کے پاس ایک سوراخ سا ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ دبابہ کے نیچے
 چلے گئے اور اس کے ذریعہ دیوار طائف میں داخل ہوئے تاکہ اسے جلا دیں۔ جو ثقیف لے ان پر پتھر برسائے،
 جس کی وجہ سے بعض صحابہؓ شہید ہو گئے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے اعصاب کاٹ دینے کا
 حکم فرمایا، چنانچہ لوگ اسی میں مصروف ہو گئے۔

ابن سعدؒ بتاتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپؐ انہیں اللہ
رسول اللہ کی طرف سے منادی: اور قرابت سے بلائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں انہیں اللہ اور رحم اور قربت سے بلاتا ہوں۔
 چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے منادی کہ جو کسی قلعے سے اتر کر ہماری طرف آجائے
 گا، وہ آزاد ہے اس پر دس اور کچھ آدمی حاضر ہوئے جن میں ابو بکرؓ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے انہیں آزاد کر دیا اور ہر آدمی اہل اسلام کے ایک ایک فرد کو دیا تاکہ ہر ایک دوسرے کی کفالت
 کرے۔ اس بات سے اہل طائف کو سخت صدمہ ہوا لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح
 طائف کی اجازت نہ ملی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ دہلی سے مشورہ کیا اور دریافت فرمایا
 تمہارا کیا خیال ہے؟

انہوں نے عرض کیا، لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی اور
 اگر چھوڑ دی گئی تو بھی نقصان نہیں دے سکتی۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطابؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو کوچ کر لے کی اجازت سنا
 دی جائے۔ اس سے لوگوں کو کوفت ہوئی، کہنے لگے، طائف مستح تو ہوا نہیں اور ہم واپس
 چلے جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا، کل جنگ کرو۔ صبح ہوئی تو مسلمان گھائل ہوئے، نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہم کل الثاء والدد واپس جائیں گے۔ اس سے لوگ خوش ہوئے، اور
 انہیں یقین ہو گیا، چنانچہ انہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سکرانے لگے۔

اے اللہ تعالیٰ کو ہدایت دے :- جب سفر کا آغاز ہوا تو آپ نے فرمایا یوں کہو :- اے نبیوں

تائبوں عابدوں لہبنا حامدون : لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے :- عرض کیا گیا : اے اللہ کے رسول تعالیٰ یہ بددعا فرمائیے، آپ نے فرمایا : اے اللہ تعالیٰ کو ہدایت دے اور انہیں (مطیع کر کے) حاضر کر

معاشرہ طائف میں ایک جماعت شہید ہو گئی اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرائیل کی طرف تشریف لے گئے اور اس مقام سے عمر سے کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا کیا، اس کے بعد آپ مدینہ تشریف لے آئے :-

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نبوکے رسول اللہ کی مدینہ منورہ واپسی :- بعد مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسی ماہ ثقیف کا وفد بھی حاضر

ہوا۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس ہوئے تو آپ کے پیچھے عروہ بن مسعود حاضر ہوئے۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچنے سے قبل آپ سے آئے اور اسلام قبول کر لیا اور حالت اسلام میں اپنی قوم کی طرف جانے کی اجازت چاہی :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ تمہاری قوم سے اندیشہ ہے کہ وہ تم سے جنگ کرے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا کہ ان لوگوں میں نخوت اور غرور ہے جس کی وجہ سے قبول ہونے سے رک رہے ہیں :-

عروہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول : عروہ بن مسعود کی قبول اسلام کے بعد شہادت :- میں ان کے نزدیک ان کی کنواریوں سے جو

زیادہ محبوب ہوں، اور واقعی وہ ان میں ایسے ہی محبوب اور مطاع تھے، چنانچہ اپنی قوم کو اس امید پر اسلام کی دعوت دینے کے لئے چلے کہ وہ ان کے مرتبہ کے باعث مخالفت نہ کرے گی لیکن اس قدر منزلت کے باوجود جب انہوں نے اسلام کی دعوت دی اور اظہار اسلام کی تو ہر جانب تیر بربتنے لگے، چنانچہ ایک تیر ایسا لگا کہ شہید ہو گئے، نزع کے وقت پوچھا گیا کہ اپنے خون کے متعلق کیا خیال ہے ؟

کہنے لگے :- اللہ تعالیٰ نے مجھے اعزاز و اکرام بخشا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت سے نوازا۔ اس لئے مجھ میں اور ان شہداء میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہوئے کچھ فرق نہیں

اس لئے مجھے ان کے ساتھ ہی دفن کرنا۔

رسول اللہ نے ان کے متعلق فرمایا، ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے کہ جیسے صاحب بیس کی قوم میں تھی۔ عرودہ کی شہادت کے کئی ماہ بعد تک ثقیف رکے رہے۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور سمجھ لیا کہ ہر چہ ہر طرف سے عربوں سے لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں (کیونکہ) انہوں نے بیعت کر لی ہے اور اسلام قبول کر چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس بات پر اجتماع کر لیا کہ عرودہ کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوئی آدمی بھیجیں۔ انہوں نے عبد یلیل بن عمرو بن عمیر سے بات کی۔ یہ عرودہ بن مسعود کا ہم عمر تھا اس نے یہ کام کرنے سے انکار کر دیا اور حطرہ محسوس کیا کہ کہیں اس کے ساتھ بھی عرودہ کی طرح معاملہ نہ ہو، یہ کہنے لگا، جب تک تم میرے مزید آدمی نہ بھیجو تب تک میں یہ کام نہیں کر دوں گا، اس پر انہوں نے احلاف کے دو آدمی اور بنی مالک کے تین آدمی کر دیئے۔ یہ چھ آدمی تھے جنہیں بھیجا گیا، چنانچہ انہوں نے حکم بن عمر بن دہرب اور شرجیل بن غیان کو اور بنی مالک میں عثمان بن ابی العاص اور بن عوف اور یزید بن خزیمہ کو بھیجا۔ یہ ان کے ہمراہ نکلے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے، ایک نہر کے قریب اترے، یہاں مغیرہ بن شعبہ ملے (حضرت مغیرہ انہیں دیکھ کر) تیزی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگئے تاکہ آپ ثقیف کے حاضر ہونے کی اطلاع کریں۔

انہیں دراستے میں (ابوبکرؓ نے) فرمایا :- میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجھ سے پہلے نہ جانا کہ میں ہی آپ کو یہ خوشخبری سناؤں، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آخر ابوبکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ثقیف کے وفد کی آمد کی اطلاع دی، جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ تو ان کے لئے مسجد کے صحن میں ایک طرف خیمہ لگا دیا گیا اور خالد بن سعد بن عاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ثقیف کے وفد کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بھیجا کھا نا وہ اس وقت نہ کھاتے جب تک خالد اس میں سے نہ کھا لیتے۔

آخر کار وہ مسلمان ہو گئے اور عہد نامہ کے وقت انہوں نے نبی صلی اللہ بنو ثقیف کا قبول اسلام سے درخواست کی، کہ ان کا بت طغیہ جسے لات کہتے ہیں۔ تین سال

تک کے لئے رہنے دیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ پھر ایک، ایک سال تک کھتے رہے یہاں تک کہ ایک ماہ کی مہلت مانگی لیکن آپ نے قطعی طور پر ایک لمحہ کے لئے بھی انکار کر دیا، طغیہ (لات) کو چھوڑ دینے کے علاوہ وہ نماز کی معافی بھی چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں اپنے ہاتھوں سے بت نہ

توڑنے پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ربا بتوں کا تمہارے ہاتھوں سے توڑنا اس سے ہم تمہیں معاف کر دیں گے لیکن نماز تو جس دین میں نماز نہیں
میں کچھ بھی بھلائی نہیں

جب یہ لوگ اسلام لے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مکتوب لکھ دیا اور حضرت عثمان رضی
عاص کہ ان پر امیر مقرر فرما دیا، یہ نو عمر تھے، اسی وجہ سے انہیں امیر بنایا گیا۔ کہ اسلام اور قرآن سیکھنے
میں سب سے زیادہ خواہش مند تھے، جب یہ اس کام سے فارغ ہوئے اور انہوں نے اپنے علاقے کی طرف
واپسوں کا ارادہ کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ ابو سفیان رضی بن حرب اور مغیرہ رضی بن شعبہ
طاعیہ (لات) کے توڑنے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں قوم کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ طائف پہنچ گئے (یہاں
پہنچ کر) جب ابو سفیان رضی اور مغیرہ رضی نے لات پر کلہاڑیا برسانا شروع کیا تو ثقیف کی عورتیں روتی چلاتی نکلیں
اور توتاہ ہو توتاہ کہہ رہی تھیں۔

جب مغیرہ رضی نے اسے گرا دیا اور اس کا تمام مال اور زیورات لے لئے تو یہ تمام سونا چاندی اور ہار و
ابو سفیان کی طرف بھیج دیا:۔

غزوہ طائف سے متعلق چند اہم ترین اور معرکہ آرا فقہی مسائل

اس واقعہ میں فقہی مسائل یہ ہیں کہ اشہر حرم میں قتال جائز ہے اور اس کی تحریم غسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف رمضان کے اٹھارہ دن گزرنے کے بعد آخری حصہ میں تشریف لے گئے اس کی دلیل مسند احمد کی حدیث ہے کہ میں اسماعیل نے بتایا انہیں خالد حذاد سے انہیں ابو قلابہ سے انہیں ابو اشعث سے انہیں شاد بن ادس سے روایت پہنچی کہ فتح کے موقع پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بقیع میں سنگیاں لگوارا رہا تھا۔ اور یہ رمضان کی اٹھارہویں شب تھی اور آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا:-

سنگیاں لگانے اور لگوانے والے ہر دو کا انکار ہو گیا

نیز اس سے اس بات کا جواز بھی نکلتا ہے کہ انہماں اپنی بیوی کے ہمراہ جنگ میں جاسکتے ہیں کیونکہ اس غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و حالات ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ ہمراہ تھیں۔

نیز کفار کے مقابلہ میں ان پر پتھر برسائے جانے کے لئے لڑائی میں کفار پر پتھر برسائے جاسکتے ہیں۔

بچوں کو قتل نہ کرنا جو جنگ میں شریک نہ ہوں۔

نیز اس میں کفار کے درختوں کے کاٹنے کا جواز بھی پایا جاتا ہے، جب یہ یقین ہو جائے کہ اس سے انہیں ضعف پہنچے گا اور انہیں غصہ آئے گا اور اس سے انہیں خوب ضرر پہنچے گا۔

مشرک کا بھاگنا ہوا غلام آزاد ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکین کے قبضہ سے غلام بھاگ کر مسلمانوں سے آئے تو وہ آزاد ہوگا۔ سعید بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ہارون سے انہیں حجاج سے انہیں مقسم سے انہیں ابن عباس سے

روایت پہنچی۔ انہوں نے بتایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے غلام آزاد کر دیتے تھے جو (پنہ کانہ) آقاؤں کے پاس سے بھاگ آتے تھے

امام حسب مصلحت محاصرہ اٹھا سکتا ہے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام جب

کسی قلعے کا محاصرہ کرے اور وہ فتح نہ ہو اور وہاں سے کوچ کرنے میں مسلمانوں کی مصلحت معتبر ہو تو وہیں پڑا رہنا ضروری نہیں۔ محاصرہ اٹھالینا جائز ہے۔ بلکہ اگر مصلحت اہل اسلام محاصرے میں ہی تو محاصرہ جاری رکھنا واجب ہے

عمرہ کے لئے جواز سے اہرام باندھنا: اس میں اس کا تذکرہ بھی آگیا کہ آپ نے عمرہ کے لئے جواز کے مقام سے احرام باندھا۔ اس وقت آپ

مکہ کی طرف تشریف لا رہے تھے اور طائف کی جانب سے جو آدمی مکہ میں داخل ہونا چاہے اس لئے لے کر ہی سنت ہے وہ طریقہ جو اکثر جہلا کرتے ہیں کہ مکہ سے جواز کی طرف جاتے ہیں تاکہ وہاں جا کر عمرے کا احرام باندھیں، وہاں سے مکہ کی طرف واپس آئیں۔ یہ کام نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ کسی صحابی نے کیا اور نہ اہل علم میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا بلکہ اسے عوام ہی کرتے ہیں اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء خیال کرتے ہیں، حالانکہ انہیں غلط فہمی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے مکہ تشریف لاتے وقت احرام باندھا تھا نہ کہ یوں ہو کہ آپ مکہ سے جواز احرام اٹھانے کے لئے گئے ہوں۔ آج کا طریقہ اور ہے اور آپ کی سنت کا معاملہ اور ہے اور اللہ ہی کی جانب توفیق ہوتی ہے

بداعملوں کے لئے دعائے خیر کی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے تعجب کے حق میں نبی صلی اللہ

ہدایت سے اور انہیں مطیع بنا کر میرے پاس لا، حالانکہ انہوں نے آپ سے جنگ و قتال کیا تھا اور آپ کے صحابہ کی ایک جماعت کو شہید کر دیا تھا اور آپ کے ایک قاصد کو مروہ بھی شہید کر دیا تھا جو انہیں اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔ ان تمام ابد اعمالیوں کے باوجود آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور بددعا نہ کی۔ یہ چیز آپ کی کمال رحمت و شفقت اور رحمت کا ثبوت ہے، آپ پر اللہ کی (الاکھوں، رحمتیں اور سلام ہوں۔

اپنی نیکی دوسرے کو دی جا سکتی ہے اور اسی سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال محبت اور آپ کے تقرب اور مہر مکانی الفت کی خواہش کا پتہ

چلتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضرت مغیرہ سے اصرار کیا کہ انہیں کو اس بات کا موقع دیں کہ وہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفد طائف کی آمد کی خوشخبری سنائیں تاکہ وہی آپ کی فرحت و مسرور کا سبب بنیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی اپنے دوست کے بھائی سے درخواست کرے کہ وہ اسے ایک نیکی کا کر تقرب حاصل کرنے کا موقع دے، کیونکہ ہر آدمی کے لئے یہ چیز جائز ہے۔ وہ اپنے آپ پر اپنے بھائی کو ترجیح دے اور بعض فقہا کا یہ قول فصیح نہیں کہ ”نیکیوں میں ایشار کرنا جائز نہیں۔“ حالانکہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو اپنے گھر کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار رحمت میں دفن ہونے کے معاملہ میں اپنے آپ پر ترجیح دے دی، اور حضرت عمرؓ نے اس کی دشواری کی تو انہیں ناگوار نہ گذری اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان خصالِ حسنہ سے متصف انسان کی نیکیاں اس مخصوص نیکی سے بڑھ جاتی ہیں جس کے متعلق وہ دوست کے بھائی کو ترجیح دے دیتا ہے۔ اس طرح وہ ایک نیکی خرچ کرتا ہے اور کئی نیکیاں حاصل کر لیتا ہے (آپ دیکھئے تو) کہ جب ایک جماعت صحابہؓ کو پیاس محسوس ہوئی اور موت قریب ہو گئی۔ کسی ایک صحابیؓ کے پاس پانی تھا، اس نے دوست کو اپنے آپ پر ترجیح دی اور خود موت کے منہ میں چلا گیا۔ یہ جائز کام تھا اور کسی نے یوں نہیں کہا کہ اس نے خودکشی کی یا اس نے حرام کام کا ارتکاب کیا بلکہ یہ فعل تو جو وجودِ سما کی انتہا ہے، جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَيُؤْتُونَ لِحَبْلِ الْاَنْفُسِ هَدًى لِّوَكَاٰتٍ**

بہر خصاصتہ

اور فتوحِ شام کے موقع پر بھی صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا تھا اور اسے ان کے خصال و مناقب میں شمار کیا گیا

مساکن شرک و طاعت وھاویئے جائیں :- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک و طاعت کی جگہوں کو ایک دن

بھی باقی رکھنا جائز نہیں بشرطیکہ انہیں مٹانے اور ختم کرنے کی استطاعت ہو، کیونکہ یہ جگہیں شرک و کفر کی علامات ہیں جو تمام براہمنوں کی جڑ ہے، اس لئے استطاعت ہوتے ہوئے انہیں قائم رہنے دینا ناجائز ہے

قبروں کے گنبد اور قبے تنکدے ہیں :- اسی طرح قبروں پر گنبد اور قبے کا بھی حکم ہے کہ جنہیں بت بنا لیا گیا ہے اور اللہ کے

علاوہ ان کی پوجا کی جاتی ہے ایسے پتھر جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ نام کی نذر مانی جاتی ہے، اسے بوسہ دیتے ہیں، انہیں مٹانے کی قوت ہوتے ہوئے زمین میں ان پر ایک برائی بھی باقی رکھنا ناجائز ہے

اور ان (مزارات) میں سے بیشتر کی حالت لات بعزی اور منات کے برابر ہے بلکہ یہاں تو اس سے بھی زیادہ شرک کی حرکات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

اور ان مشرکوں کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ یہ میت پیدا کرتے، مرنے سے مارتے اور زندہ کرتے ہیں بلکہ مشرکین بھی وہی کرتوت کرتے جو کہ ابھل ان کے مشرک بھائی اپنے ہاں صنم کدوں (مزارات) میں کرتے ہیں اس طرح آج کے مشرکین، بھی اپنے سے پہلے کے (مشرکین) کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور ایک ایسے مرحلہ پر انہیں کی ابتلا کر رہے ہیں۔ جہالت کے غلبہ اور علم کے خفا کے باعث اکثر لوگوں پر شرک قبضہ کر چکا ہے ان کے نزدیک نیکی بدی بن چکی ہے اور بدی نیکی دکھائی دیتی ہے۔ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھنے لگے ہیں، یہ بات ہر چھوٹے بڑے میں پیدا ہو چکی ہے، شعائر اسلام غائب ہو چکے۔ غربت و سبب نے شدت اختیار کر لی، علماء کم ہو گئے۔ سفہا کا غلبہ ہو گیا اور معاملہ بگڑ چکا۔ تکلیف بڑھ گئی، خشکی و تیزی میں لوگوں کی کرتوتوں کے باعث فساد پیدا ہو گیا لیکن جماعت محمدیہ میں سے ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی اور اہل شرک بدعت کا مقابلہ کرتی رہے گی، اتنا آنکہ اللہ تبارک تعالیٰ زمین اور اہل زمین کا دارث بن جائے گا اقیامت قائم ہو جائے گی، اور وہی بہتر وارث ہے

مزارات اور صنم کدوں کی تخریب کے بعد ان کا مال ضبط کیا جاسکتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام کو حق حاصل ہے

کہ وہ ان مزارات اور صنم کدوں کو مٹانے کے بعد ان کا سرمایہ جہاد اور اہل اسلام کے مصالح میں خرچ کرے یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ان صنم کدوں کا تمام مال قبضہ میں کرے اور اسے فوج اور جہاد اور اہل اسلام کے مصالح پر خرچ کرے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات کو توڑ کر تمام مال قبضہ کر لیا اور بوسنیان کو فے کر اس کی تالیف قلب فرمائی اور اسی کے ذریعہ عروہ اور اسود کا قرض ادا فرمایا۔

قبروں کے گنبد اور قبے ٹوڑ دیئے جائیں۔ اسی طرح امام پر واجب ہے کہ قبروں پر نئے نمونے

دیا گیا ہے اور اسے اس کی بھی اجازت ہے کہ یہ مال جنگ میں استعمال کرے یا فروخت کر کے مصالح اہل اسلام پر خرچ کرے۔ یہی حال ان کے وقف کا ہے کہ ان مزارات کا وقف باطل ہے اور ان کا مال بر باد ہے۔ اسے اہل اسلام کے مقاصد پر خرچ کیا جائے گا۔ وقف تو صرف نیکی اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہوتا ہے، اس لئے مزار پر پختہ قبر لا جو بدی کی علامت ہے، کا وقف جائز نہیں کہ اس پر قبہ بنایا جائے اور اس کے مستحق تعظیم اور تندر و خیر کے رسوم ادا کئے جائیں اور ان کا حج کیا جائے اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کی

جائے، لوگوں نے انہیں صنم بنا رکھا ہے اور آتمہ سلام اور ان کے اتباع میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔
واوی مرج: اس میں ایک واوی مرج کا ذکر ہوا ہے۔ یہ طائف میں ایک واوی ہے اور حرم ہے۔ اس میں درخت کاٹنا اور شکار کھیلنا حرام ہے۔

اس میں فقہاء اور جمہور کا اختلاف ہے، ان کا فرمان ہے کہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ کہیں بھی حرم نہیں۔ البتہ ابو حنیفہؒ نے مدینہ کے حرم ہونے میں اختلاف کیا ہے اور امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ واوی مرج حرم ہے اس میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے۔

وصولی صدقات کا انتظام: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کو داخل ہوئے تو آپ نے اعراب صدقات وصول کرنے کے لئے بعض مصدق و صدقہ وصول کرنے والے بھیجے، ابن سعد کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصدقین بھیجے، کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ ماہ کو محرم کا چاند دیکھا تو آپ نے عربوں سے صدقات لینے کے لئے مصدقین بھیجے چنانچہ آپ نے عیینہ بن حصن کو یثرب تمیم کی طرف یزید بن حصین کو اسلم اور خفاجہ کے قبائل کی طرف، عباد بن بشر اشجلی کو سلیم اور مزینہ کی طرف رافع بن کریث، کو جبینہ کی طرف، عمرو بن العاص کو بن فزارہ کی طرف ضحاک بن سفیان کو بن کلاب کی طرف، بشیر بن سفیان کو بنی کعب کی طرف اور ابن لقیبیہؒ کو بنی ذبیحہ کی طرف بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محصلین و صدقہ وصول کرنے والوں کو حکم دیا کہ معمولی مال بان سے لیں اور اچھا مال لینے سے پرہیز کریں۔

سمریہ کے سرایا اور لغات

عینیہ بن حصین شتراری کا سمریہ جزیریہ تمیم کے خلاف تھا، وہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ محرم میں ہوا، اس سال آپ نے پچاس سواروں کا ایک سمریہ ان کی طرف بھیجا جس میں ہباج بن اور الفار میں سے کوئی نہ تھا۔ یہ لوگ رات کو چلتے اور دن کو چھپتے، آخر صحرا میں انہوں نے دشمن پر اچانک حملہ کیا اور ان کے مویشی آگے، جب کثیر تعداد میں دشمن مقابلہ میں آیا — تو آکر ان میں سے گیارہ مرد، اکیس عورتیں اسیس پے گرفتار کر لائے اور انہیں لے کر مدینہ پہنچے اور انہیں رطلہ بنت حارث کے گھر میں اتارا گیا۔ چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار عطار بن حاجب، زبقان بن بدر، قیس بن عاصم، انزع بن حابس، قیس بن حارث، نعیم بن سعید، عمرو بن اسلم اور رباح بن حارث حاضر ہوئے جب انہوں نے اپنے ہی قبیلے کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار دیکھا تو بہت روتے اور جلدی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئے اور آواز دی اے محمد! ہر آئیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

حضرت بلالؓ نے نماز کی اقامت کہہ دی، یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا چپکے گئے اور باتیں کرتے رہے، آپ ان کے پاس ٹھہرے رہے، پھر تشریف لاکر ظہر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے، عطار بن حاجب آگے بٹھا، اس نے گفتگو شروع کی اور نثر میں خطاب کیا۔

اپنے ثابت بن قیس بن شماسی کو جواب دینے کا حکم دیا، انہوں نے خوب جواب دیا۔ انہیں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون و لو انہم صبروا حتی یتخرج الیہم لکان خیر الہم واللہ غفور رحیم۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرفتار شدگان اور غلام واپس کر دیے۔

پھر نبی تمیم کا شاعر زبقان کھڑا ہوا اور اپنی قوم کے مفاخر میں ایک نظم پڑھی، اس کے جواب میں شاعر

اسلام حضرت حسان بن ثابت کھڑے ہوئے اور اس کی نظم کافی البدیہہ جواب دیا اور حق ادا کر دیا۔
جب حضرت حسان فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس کہنے لگا: سبے شک آدمی جس کے پاس ہم
حاضر ہوئے ہیں، اس کا خلیفہ ہم سے زیادہ (فصیح) خطیب اور اصل کا شاعر ہے ہم سے زیادہ اچھا
شاعر ہے اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔ پھر یہ لوگ اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ و
سلّم نے انہیں انعام عطا فرمایا اور انعامات میں خوب خوب عطیات مرحمت فرمائے۔

وفد بنو تمیم اور شاعر رسولؐ :- داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی، کہ اے
محمد ہماری طرف آؤ،

تو ان کی واویلہ کے باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، آپ ان کی طرف نکلے، پھر لوگ کہنے
لگے :-

ہم آپ کے پاس شاعر اور خلیفہ کے ذریعہ مفاخرت کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ نے ان کا
مقابلے کا چیلنج قبول کر لیا، چنانچہ عطار دین حاجب کھڑا ہوا اور اس نے نشر میں خطاب کیا۔ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماسی کو اس کے جواب دینے کا حکم دیا، وہ کھڑے ہوئے اور جواب دیا اور
جواب دینے کا حق ادا کر دیا۔ پھر جانبین کے شعرا کا مقابلہ ہوا۔ آخر کار اقرع بن حابس نے اپنی
شکست کا اقرار کیا اور وہ لوگ مسلمان ہوئے اور انعامات حاصل کئے۔

قطبہ بن عامر بن حدید کا خشم کی طرف توجہ

یہ ۹ھ میں صفر میں وقوع پذیر ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطبہ بن عامر کو بیس آدمیوں کو خشم کو قتل کی جانب ایک قبیلے کی طرف بھیجا اور اغارت کا حکم دیا۔ یہ لوگ دس اونٹوں پر سوار ہو کر گئے۔ انھوں نے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی، وہ خاموش ہو گیا، پھر وہ چھینے لگا، اور لستی والوں کو آگاہ کرنے لگا، انھوں نے اس کی گردن کاٹ دی، پھر وہیں کھڑے رہے، یہاں تک کہ لستی والے سو گئے۔ پھر انھوں نے لستی پر غارت گری کی، اور سخت ترین جنگ ہوئی، یہاں تک کہ دونوں جانب کافی لوگ زخمی ہوئے اور قطبہ بن عامر دوسروں کے ساتھ قتل ہوا۔

مسلمان چوپائے، عورتیں اور بکریاں لے کر مدینہ واپس لائے۔ اس قصہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ دشمن جمع ہو گئے، اور ان کے پیچھے بھاگے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں سیلاب بھیجا اور ان کے اور مسلمانوں کے درمیان سیلاب حائل ہو گیا۔ چنانچہ مسلمان بکریاں، چوپائے اور گرفتار شدگان کو لے کر جا رہے تھے اور وہ (سیلاب کے باعث) کھڑے بے بس دیکھ رہے تھے اور اسے عبور کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ مسلمان نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بنو کلاب کے خلاف ضحاک بن سفیان کا سر یہ

ضحاک بن سفیان کلابی کا سر یہ جو کہ بنو کلاب کے خلاف ۹ھ ربیع الاول میں واقع ہوا، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کلاب کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ضحاک بن سفیان بن عوف طائی اور اصبہ بن سلمہ ان کے ہمراہ تھے۔ اصبہ کا والد پہلے اسلام لے آیا لیکن پھر اسلام کو گالی دی، مختصر سے مقابلے کے بعد اصبہ نے اسے قتل کر دیا، اس کے بیٹے کو قتل نہ کیا۔

حبشہ کی طرف علقمہ بن محرز مدنی کا سریرہ

یہ سہ ماہی کے زینح الاخر میں واقع ہوا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اہل حبشہ بعض اہل حبشہ کی طرف امید سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت علقمہ بن محرز کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجا۔ یہ ایک جزیرہ میں پہنچے۔ چنانچہ وہ لوگ واپس بھاگ گئے۔ واپسی پر بعض لوگوں نے جلدی سے اپنے گھر واپس آنا چاہا۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی نے بھی جلدی سے آنا چاہا۔ انہیں بھی اجازت دے دی۔ ان کا آپ میں مزاج بھی چل رہا تھا، چنانچہ حبیب یہ کسی جگہ اترے اور انہوں نے آگ جلائی جیسے سینکے لگے انہوں نے کہا:

میں نے ارادہ کیا ہے کہ کیا تم آگ میں کود پڑو؟
چنانچہ کچھ لوگ اٹھے اور تیار ہو گئے، یہاں تک کہ انہیں یقین ہو گیا واقعی یہ کود جائیں گے
اس پر علقمہ کہتے لگے، میں تو تم لوگوں سے مذاق کر رہا تھا۔
واپسی پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔
جو گناہ کا حکم دے اس کی اطاعت مت کرو۔

بنی ہاشم کے بتوں کو توڑنے کے لیے

حضرت علی بن ابی طالب کی سرگردی میں ایک سریر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ڈیڑھ سوا انصار کے ہمراہ ایک سو اونٹوں اور چھاس گھوڑوں پر بھیجا۔ ان کے پاس ایک سفید اور ایک سیاہ جھنڈا تھا۔ یہ لوگ قس تک گئے جو طے قبیلہ کا یہ تھا تاکہ اسے گرا دیں، چنانچہ انہوں نے فجر کے وقت حاتم کے محلہ پر چھا پارا اور اسے مٹا دیا اور چوڑے کبریاں اور قیدی جو انکے ہاتھ لگے، نیز عدی بن حاتم کی بہن بھی گرفتار کر لی گئی۔ خود عدی شام کی طرف بھاگ گیا۔ ان کے گھر سے تین تلواریں، تین زرہیں ملیں، ابوقت ادہ کو قیدیوں کا محافظ مقرر کر دیا گیا۔ اور چوہاؤں اور غلاموں پر عبداللہ بن عتیک کو نگہبان بنا دیا گیا۔ راستہ میں ہی غنائم تقسیم کر دیئے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ (صغی) الگ کر لیا گیا اور آل حاتم پر جب تک کہ وہ مدینہ حاضر نہیں ہوئے، کچھ تقسیم نہ کیا گیا۔

ابن اسحاق بتاتے ہیں کہ عدی بن حاتم نے کہا:

عدی بن حاتم کی رسول اللہ سے نفرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر نہ تھا جس قدر میں تھا، جو بہی میں نے آپ کے متعلق سنا۔ میں ایک شریف نصرانی آدمی تھا اور اپنی قوم میں مربع میں رہتا تھا۔ اپنے خیال کے مطابق میں ایک صحیح دین پر تھا اور اپنی قوم کا سردار بھی تھا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو مجھے متعجب ہو گیا، اور میں نے اپنے ایک عربی غلام سے کہا جو میرے اونٹوں کا چرواہا تھا کہ تیرا باپ نہ ہو میرے اونٹوں کو مٹانا ذرا بنا سے اور انہیں میرے قریب ہی رکھو جب تو نے کہ محمد کے عساکر طے کے علاوہ کو رو نہ رہے ہیں تو مجھے اطلاع دینا۔

اس نے ایسا ہی کیا، ایک صبح میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے عدی جب محمد کے عساکر گھیریں گے تو پھر تم کیا کر گے؟ اب موقع ہے کچھ کر لو، کیونکہ میں نے جھنڈے دیکھے ہیں۔

میں نے ان کے متعلق پوچھا تو جواب ملا کہ یہ محمد کا لشکر ہے۔

عدی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا۔ میرے اونٹ جلدی لاؤ۔ وہ اونٹوں کو لے آیا۔ میں نے اپنے اہل و عیال کو ان پر سوار کیا اور کہا :-

میں شام میں اپنے نمرانی بھائیوں کے پاس جا رہا ہوں۔

حاتم کی ایک لڑکی کو میں شہر میں ہی چھوڑ گیا۔

جب میں شام آیا اور یہاں اقامت پذیر ہو گیا تو میرے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عساکر آئے اور حاتم کی لڑکی کو دیگر گرفتار شدگان کے ساتھ لے گئے اور طے کے قیدیوں کے ساتھ اسے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے متعلق شام کی طرف فرار ہونے کی خبر مل چکی تھی۔

حاتم کی لڑکی پر آپ کا رحم و کرم :- آپ حاتم کی لڑکی کے پاس سے گزرے، اس نے عرض کر کیا اور میں ایک بڑھیا عبورت ہوں کوئی خادم نہیں، اس لئے اللہ کے فضل سے مجھ پر احسان فرمایا۔ آپ نے دریافت فرمایا، تیرا سر پرست کون ہے؟

کہنے لگی، عدی بن حاتم

آپ نے فرمایا، وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے فرار ہو گیا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ مجھ پر احسان کیجئے، جب آپ واپس ہوئے، اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا، آپ سے سواری مانگو، کہتی ہے کہ میں نے (سواری) کی درخواست کی آپ نے سواری عطا فرمادی اور عدی کو حاضر کرنے کا حکم دیا

عدی کہتے ہیں کہ آخر میری بہن میرے پاس آئی اور کہنے لگی تو نے وہ کام کیا ہے جو تیرے بارے میں نے نہ کیا تھا؟ آپ کے پاس رغبت سے یا در سے حاضر ہو کیونکہ آپ کے پاس فلاں حاضر ہوا۔ تو اسے اسے انعام ملا۔ فلاں حاضر ہوا اسے بھی انعام ملا

عدی بن حاتم خدمت نبوی میں | عدی بتاتے ہیں کہ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجھ میں تشریف لگے کہتے ہیں یہ عدی بن حاتم ہے۔ اور میں تیرے کسی امان اور تحریک کے حاضر ہو گیا تھا۔

جب اس نے مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے قبضہ میں یہ کہا کرتا تھا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا، آخر آج اپنے گھر میں تشریف لائے، ایک بچی نے دسا وہ دگدا، بچایا، آپ اس پر بیٹھے گئے اور یہ

پکے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا، تجھے کس چیز نے بھگا یا؟ کیا تو اس کلمہ سے
 لگتا ہے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، کیا تو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے
 اللہ (معبود) مانتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں! پھر اپنے کچھ دیر باتیں کہیں، پھر فرمایا تو اس کلمہ سے بھاگتا ہے کہ اللہ اکبر
 (سب سے بڑا ہے)، کیا تیرے نزدیک اللہ سے کوئی بڑا ہے؟
 میں نے جواب دیا نہیں!

پھر آپ نے فرمایا: پیو در اللہ کا غضب ہے اور نصاریٰ گمراہ ہو چکے ہیں
 میں نے کہا میں حنیف مسلم ہوں۔

عدی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ فرحت سے کھل گیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا۔ تو میں
 انصاری کے پاس بٹھرا اور دن میں دو بار حاضر ہوتا رہا۔ اس اثنا میں آپ کے پاس ایک جماعت
 نر ہوئی، جن نے روٹی کے کپڑے پہن رکھے تھے (انفلاسی کے سیدھے) عدی، کہتے ہیں کہ نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور کھڑے ہوئے اور ان پر حدتہ کرنے کی ترغیب دی۔ پھر
 آیا۔

اے لوگو! اپنی دولت میں سے کچھ خرچ کر دو۔ اگرچہ ایک صاع ہو، نصف صاع ہو، ایک
 صاع ہو یا مٹھی کا کچھ حصہ ہو جس کے ذریعے تم جہنم کی گرمی یا آگ سے اپنے چہرے کو بچاؤ گے
 اگرچہ ایک کھجور ہو یا کھجور کا ایک ٹکڑا ہو۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو بیٹھے بول ہی سے ہی،
 تم میں سے کوئی اللہ سے ملے اور ملنے والا بول کہے،

کیا میں نے تجھے مال اور اولاد نہ دی تھی؟

وہ کہے گا، ہاں!

وہ پوچھے گا اپنے لٹے تو نے کیا آگے بھیجا؟

تو وہ اپنے سامنے پیچھے دائیں بائیں دیکھے گا اور جہنم کی گرمی سے اپنے چہرے کو بچانے کے
 لیے کچھ نہ پائے گا۔

اس لئے تمہیں چاہیے کہ اپنے چہرے کو دوزخ کی حرارت سے بچاؤ، اگرچہ کھجور کے ٹکڑے
 ہی ہو سکے، اگر یہ بھی نہ ملے تو بیٹھے بول سے کیونکہ مجھے تم پر انفلاسی اور فائدہ کے باعث

سے کچھ خطرہ نہیں، اللہ تعالیٰ و در کرنے والا ہے اور عطا کرنے والا ہے یہاں تک کہ شرب
 حیرۃ کے درمیان ایک عورت گزرے گی اور اسے کہیں بھی چوروں کا خوف محسوس نہ ہوگا
 عدی کہتے ہیں کہ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ اس وقت طے قبیلہ کے چور کہاں
 جائیں گے ؟

واقعہ کعب بن زہیر

ایک دشمن اور باغی سے رسول اللہ کا عفو و درگزر

یہ واقعہ طائف سے واپسی اور غزوہ تبوک کے درمیان ہوا۔ ابن اسحق بتاتے ہیں کہ حیب بنی لطف سے واپس تشریف لائے تو بکیر بن زہیر نے اپنے بھائی سعد کو خط لکھا اور اطلاع دی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ایسے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے جو کہ آپ کی ہجو کرتے اور ایذا دیتے تھے اور شعرائے قریش میں سے جو باقی ہیں یعنی ابن زبیر اور ہبیرہ بن ابی وہب وہ اس طرح اڑھتے کہ ان کا کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔ اس لیے اگر تیرے دل میں کچھ لگاؤ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت میں حاضر ہو جا۔ کیونکہ جو بھی آپ کے پاس تائب ہو کر مسلمان ہو کر حاضر ہوتا ہے۔ آپ اسے قتل نہیں کرتے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اپنا انتظام کر لے۔

اس نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا اور جواب میں چند اشعار لکھ بھیجے۔ پھر بکیر نے کعب کو خط لکھا اور اشعار میں اسے اسلام کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ اگر اسلام قبول نہ کیا تو ایک دن ایسا آئے گا کہ تم نجات نہ پاسکو گے۔

کعب کو جب یہ خط ملا تو اس پر زمین تنگ ہو گئی اور اسے اپنے متعلق خطرہ ہوا اور کہنے لگا مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

جب کچھ چارہ کار نظر آیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور اپنے خوف و ہراس، اپنے دشمن کی طرف سے چغلی کا ذکر کیا۔ اس کے بعد وہ مدینے حاضر ہوا اور ہیبہ کے ایک آدمی کے پاس کھڑا جس سے پہلے ہی سے مراسم تھے۔

صبح کو حیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا کی تو اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ رسول اللہ ہیں، اللہ

اور ان سے امان کی درخواست کر۔

مجھے بتایا گیا، کہ وہ اکٹھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ اور انہا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہچانتے نہ تھے۔ اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کعب بن زہیر آپ سے امان کی درخواست کرنے حاضر ہونا چاہتا ہے جو تائب اور مسلمان ہو کر حاضر ہے اور عرض کیا، اگر میں اسے آپ کی خدمت میں لے آؤں تو آپ اس کی درخواست قبول فرمائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں !

دشمن کو معاف کر دینے کا وعدہ

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں کعب بن زہیر ہوں۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ انصار میں سے ایک صحابی انھیں لکھے اور عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجئے۔ میں اللہ کے اس دشمن کی گردن مار دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اسے رہنے دے، وہ تائب ہو کر حاضر ہوا ہے۔

راوی کہتے ہیں اس پر انصار کے اس قبیلہ پر کعب کو غصہ آیا۔ اس وجہ سے کہ مہاجرین نے کعب کے سوا کچھ بات نہ کی۔ اس نے اس موقع پر قصیدہ لامیہ پڑھا، جس میں اس نے ابتدا میں اپنی محبوبہ اور اس کی اولاد کی تعریف کی اور پھر دربار رسول میں حاضر ہونے کے متعلق پر زور اٹھارکھے۔

فہرس

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۸	عجز اور کس کے مظاہرہ سے بچو		زاوا المعاد حصہ دوم خصوصیات و فضائل پر
۲۹	عجز اور کس	۵	ایک طائرانہ نظر
۳۱	ذکر الہی		مسائل و مباحث کتاب، حصہ دوم کے مسائل
۳۱	آپ ہمہ تن ذکر میں مشغول بہتے تھے	۸	و مباحث کا اجمالی جائزہ
۳۱	ذکر الہی کی وسعتیں	۱۳	رسم عقیدہ اور اسکی مذہبی اور دینی حیثیت
	لباس پہنتے وقت آنحضرت کی سنت	۱۳	موطا امام مالک کی روایت
۳۳	طیبہ	۱۵	امام عن اور امام حین کا عقیدہ
	گھر میں داخل ہوتے وقت اور خانگی	۱۶	آپ نے خود اپنی طرف سے عقیدہ کیا
۳۴	مصروفیات کے سلسلہ میں آپ کا عمل	۱۷	حین رضی اللہ عنہما کے کان میں آپ نے اذان دی
۳۶	اذکار و منو	۱۸	اسما کا اثر شخصیت پر
۳۸	اذکار اذان	۱۹	اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم
۵۱	عشرہ ذی الحجہ میں	۳۰	انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھو
۵۱	کثرت تکبیر و تمجید و تہلیل کی تاکید	۳۲	کنیت رکھنے کے آداب
۵۷	رویت ہلال کے موقع پر سنت نبوی	۳۳	آنحضرت کی کنیت کو اختیار کرنے کا مسئلہ
۵۳	قبل و بعد از طعام اذکار نبوی	۳۳	آنحضرت کی کنیتیں
۵۳	ایک فکر انگیز مسئلہ	۳۳	آپ کی کنیت پر کنیت نہیں رکھی جاسکتی
۵۵	آنحضرت کا دستور خانہ	۳۴	کیا ابو عیسیٰ کنیت اختیار کی جاسکتی ہے
۵۷	سلام کرنے اور اذن چاہنے سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ	۳۶	افراد امت سے آپ کا مخاطب
۵۸	آداب سلام	۳۶	سراپا شفقت و رحمت

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۸	وقت کی دعائیں۔	۵۸	آپ کی بخورتوں بچوں اور غریبوں پر سلام میں پیشقدمی
۷۹	دشتناک خواب دیکھنے کے بعد کیا کتنا چاہیے	۵۹	سلام میں پیش قدمی کسے کرنا چاہیے
۸۰	وسادس میں مبتلا ہونا اور ان کا علاج	۶۰	جو آپ کے سامنے آتا آپ خود اسکو سلام کرتے
۸۲	مرغوب اور نامرغوب کام	۶۱	آپ جس سے ملتے سب سے پہلے سلام کرتے
۸۲	اچھے کام کو نیا کیلئے آپ کی دعائیں	۶۲	اہل کتاب کو سلام کرنے سے متعلق آپ کی سنت طیبہ
۸۲	پسندیدہ چیز پر دعا	۶۳	اجازت چاہنے میں آنحضرت کی سنت طیبہ
۸۵	آنحضرت کے ناپسندیدہ الفاظ	۶۳	جب دریافت کیا جاتا تم کون ہو؟ جواب
۸۵	انانیت تکبر اور نخوت کی مذمت	۶۳	دیا جاتا فلاں بن فلاں
۸۵	مشرکانہ الفاظ	۶۵	چھینکنے کے آداب
۸۷	جہاد و غزوات میں آپ کی سنت طیبہ	۶۶	دو اختلافی مسائل
۸۷	جہاد کے اقسام و انواع مختلفہ و متعددہ	۶۸	سفر کے اذکار و آداب
۸۷	آپ نے ہر طرح کے جہاد میں حصہ لیا		سفر پر جاتے وقت اور سفر سے واپسی
۸۹	جہاد کے چار مراتب ہیں	۶۸	کی دعائیں
۹۰	شیطان سے جہاد کے دو مراتب ہیں	۶۸	دور کعت نفل سے آغاز
۹۰	کفار و منافقین کی خلاف ورزیوں میں مراتب ہیں	۷۰	سوار ہوتے وقت کی دعا
	جہاد و ہجرت کے بغیر اور ہجرت جہاد و ایمان	۷۱	آپ رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ کہتے تھے
۹۱	کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے	۷۳	عزورہ میں شرکت کے وقت کی دعا
	اللہ کے نزدیک اکمل الخلق وہ ہے جس نے	۷۴	عورت کو غیر محرم کیساتھ سفر کرنا چاہیے
۹۱	جہاد کے تمام مراتب مکمل کئے	۷۴	بچوں سے آپ کا مشفقانہ برتاؤ
۹۶	دعوت اسلام	۷۶	اذکار نکاح
	کفار کی ایذا رسانیاں مسلمانوں کا استقلال	۷۶	خطبہ حاجت
۹۶	ہجرت کا حکم	۷۷	اپنے اہل یا مال میں خوش کن مناظر دیکھتے تو کہتے
۹۶	سب سے پہلے کون اسلام لایا؟	۷۸	بیمار کو دیکھ کر کون سی دعا پڑھی جائے؟
	حضرت علی بن ابی طالب نے آٹھ سال		شگون، خواب، دوسوں اور شدت غضب کے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۱۵	مشرکین کی چال	۹۶	کی عمر میں اسلام قبول کیا
۱۱۶	آن حضرت کا مقصد ہجرت	۹۶	حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ
۱۱۷	حضرت علی اور کفار قریش	۹۸	ورقہ بن نوفل کا قبول اسلام
۱۱۹	سراقہ بن مالک کا تعاقب	۹۹	حضرت بلال کی استقامت
۱۱۹	مدینہ کے راستہ میں آپ کا ایک معجزہ	۹۹	پہلی ہجرت حبشہ کی طرف
۱۲۰	آن حضرت کا حلیہ اور شہزادگی	۱۰۰	حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کا حکم
۱۲۱	مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال	۱۰۰	شاہ حبشہ کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ
۱۲۲	مدینہ کی پہلی مسجد، مسجد قباء	۱۰۱	عمر اور عم رسول حضرت حمزہ کا قبول اسلام
۱۲۳	مسجد نبوی کی تعمیر	۱۰۲	ابوطالب اور خدیجہؓ کا انتقال
۱۲۴	انصار اور ہاجرین کے درمیان مواخات	۱۰۳	طائف کا سفر
۱۲۵	نبیؐ نے مدینہ کے یہود سے معاہدہ صلح کیا	۱۰۴	طائف سے مکہ میں آپ کی واپسی
۱۲۶	تحويل قبلہ اور مومنین کا امتحان	۱۰۵	معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۶	یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کی	۱۰۷	صحابہ کا اختلاف رائے
۱۲۶	قیاس آرائیاں	۱۰۸	خبر معراج کا کفار پر رد عمل
۱۲۶	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف	۱۱۰	اہل مدینہ کی آپ کی طرف رغبت
۱۲۶	ایک اہم اور عظیم واقعہ	۱۱۰	اور قبول اسلام
۱۲۸	افضل قبلہ افضل امت کے لئے	۱۱۰	بیت عقبہ اولیٰ
۱۲۹	جہاد کی فضیلت	۱۱۲	اسعد بن زرارہ کا انتباہ
۱۲۹	جہاد کے مراتب، شہید اور غازی	۱۱۲	اہل مدینہ کے قبول اسلام پر قریش کا
۱۳۱	شہید کا مرتبہ درجہ اور حیثیت	۱۱۳	اضطراب
۱۳۳	آن حضرت اکثر مشورہ فرمایا کرتے تھے	۱۱۴	مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کی اجازت
۱۳۴	دشمن کا مال بھی ناجائز طور پر نہیں کھایا	۱۱۵	آن حضرت کی ہجرت
۱۳۴	جاسکتا	۱۱۵	اہل مدینہ کا جوش و خروش کے ساتھ
۱۳۷	دشمن کی "ش کا بھی علیہ نہیں بگاڑا جاسکتا	۱۱۵	والہانہ استقبال

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۶	مناحق کی کارستانیاں	۱۳۷	خیانت کسی حالت میں جائز نہیں
۱۵۶	بنو قریظہ کے اس انجام کے اسباب	۱۴۰	جہاد اور اس کی فضیلت
۱۵۸	اسلام کا پرچم علیؑ کے ہاتھ میں	۱۴۰	جہاد کی قسمیں مجاہد کے درجات اللہ کی نعمت
۱۶۲	غیر مسلموں سے معاہدے اور مصالحت	۱۴۰	احکام جہاد کے تدریجی مرحلے
۱۶۲	دشمن کے قاصد خدمت نبویؐ میں	۱۴۰	جہاد کے بارے میں انکار
	خیبر کے یہودیوں سے معاملہ	۱۴۱	جہاد فرض قرار دیا گیا
	کافروں منافقوں اور دوستوں سے	۱۴۳	حضرت جابر کے واقعہ کی طرف اشارہ
۱۶۵	آپ کا برتاؤ	۱۴۴	حضرت ابو بکر کا مرتبہ بلند
	عقد مذمہ اور جزئیہ وصول کرنے کے	۱۴۴	جہاد کرنے والے کے درجات
۱۶۷	متعلق آپ کی سنت طیبہ	۱۴۶	میدان جنگ کی باتیں
	کفار اور منافقین کے ساتھ آپ کی سنت		اسیران جنگ - فدیہ - جنگی غلام - جاسوسی
۱۷۰	بعثت سے وفات تک	۱۴۶	مال غنیمت
۱۷۱	صحابہ اور اپنی جماعت کے متعلق آپ کی سنت طیبہ	۱۴۷	ابو بکر و عمر کی تشبیہ ابراہیم و نوح سے
۱۷۲	آنحضرتؐ کے عزوات اور سہرا	۱۴۸	ماں اور بچہ میں جدائی نہ کرائی جائے
۱۷۲	بدر کا عظیم اور تاریخی معرکہ	۱۴۹	مشرکین کے غلام مسلمان علاقہ میں آزاد
	اسلام کا پہلا لشکر	۱۴۹	غنیمت کی زمین کے متعلق آنحضرتؐ کی سنت طیبہ
۱۷۴	وادی رابغ میں مقابلہ	۱۵۱	مکہ بڑے شہر فتح ہونے کے چند دلائل
۱۷۴	وادی نخلہ میں	۱۵۲	مشرکین کے درمیان اقامت کی ممانعت
۱۷۶	ابوسفیان کی سرکردگی میں قافلہ قریش	۱۵۴	امان صفحہ خیر یہ اجل کتاب منافقین اور کفار کے قاصد
۱۷۷	انصار کی طرف سے آنحضرتؐ کی نگاہ امید		کفار کی آمدان کا قرآن مجید سننا پھر انہیں واپس
۱۷۷	انصار کا ایمان افروز اور روح پرور جواب	۱۵۴	اپنی باا من جگہوں میں پہنچانا
۱۷۹	صنادید کفار کی قتل گاہ کی نشان دہی	۱۵۴	یاس عہد و فانی
۱۷۹	آنحضرتؐ کا اپنے رب سے راز و نیاز	۱۵۵	بنو قینقاع کی طرف سے جنگ
۱۸۲	عباس بن عبدالمطلب کی گرفتاری	۱۵۵	بنو نصیر کی عہد شکنی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
	حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقوں کی	۱۸۵	غزوة سویق
۲۰۵	تہمت اور اس کے اثرات		دشمن اسلام یہودی سردار کعب بن اشرف
۲۰۵	واقعات کی ضروری تفصیل	۱۸۵	کا قتل
۲۰۶	حضرت جویریہؓ آپ کے عقد میں	۱۸۵	غزوة سویق
۲۰۷	چھ میگو بیاں اور طرح طرح کی باتیں	۱۸۵	کعب بن اشرف کے واقعہ کی تفصیل
۲۰۷	منافق کو کوڑے کیوں نہیں لگائے گئے	۱۸۷	غزوة احد
۲۰۸	حضرت عائشہ کے طرز عمل کی توجیہ		تاریخ اسلام کی اہم ترین اور فصل کن جنگ
۲۰۸	منافق کے قتل سے آپ کا انکار	۱۸۷	ابوسفیان کی اسلام دشمنی
۲۰۹	غزوة خندق	۱۸۸	مسلمانوں کی صف بندی اور جنگی تیاریاں
۲۰۹	دشمن اسلام یہودی سردار ابورافع کا قتل	۱۹۰	ایک دشمن رسول کی درگت
۲۰۹	یہود اور قریش کا اتحاد اسلام کے خلاف	۱۹۱	ابوسفیان کے نعروں کا جواب
۲۱۰	بنو نضیر کی عہد شکنی	۱۹۳	یوم احد بتلا اور امتحان کا دن تھا
	باب سریہ نجد	۱۹۴	احد کا غزوة کئی احکام و قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے
	ایک بدترین دشمن اسلام کس طرح	۱۹۵	غزوة احد میں حکم و غایات محمودہ
۲۱۳	حلقہ بگوش اسلام میں	۱۹۷	صحابہ میں شہادت کی تمنا اور شوق
۲۱۵	صلح حدیبیہ	۱۹۸	اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا
	ظاہر شکست کے پردے میں حقیقی		اسلام کے دو جاں باز
۲۱۵	فتح و عظمت کا پہلو	۱۹۹	ضیب بن عدی اور زید بن الدثنہ کا بیدار قتل
۲۱۵	مسلمانوں کے ایمان کا امتحان	۱۹۹	خالد بن سفیان ہذنی کا قتل
۲۱۵	مسلمانوں کی طرف سے عمرے کی تیاری	۲۰۱	واقعہ بئر معونہ
۲۱۶	آن حضرت کا معجزہ	۲۰۲	قنوت نازلہ
۲۱۷	عثمان کی طرف سے آپ کی بیعت	۲۰۳	غزوة ذات الرقاع
۲۱۸	بدیل کا تاثر اشرف قریش پر	۲۰۴	بدر معود یا بدر ثانیہ
۲۱۸	عردہ کے تاثرات آنحضرتؐ اور صحابہ کے بارے میں	۲۰۵	غزوة مریسج اور واقعہ انک

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۲۲	تعلق خاطر	۲۲۰	سہیل بن عمرو سے صلح کے شرائط
۲۲۳	آن حضرت کو زہر دینے کی کوشش	۲۲۱	مسلمانوں پر مایوسی کی کیفیت
۲۲۴	غزوہ خیبر کے سلسلہ میں احکام فقہیہ		مظلوم مسلمانوں نے خود اپنی نجات
۲۲۵	کیا اشہر حرم میں قتال کا آغاز جائز ہے	۲۲۲	کی سورت نکالی
۲۲۵	پالتو گدھوں کے گوشت کا مسئلہ		عورت کی حرمت سے معاہدہ کی ایک
۲۲۶	متعہ کب حرام ہوا؟	۲۲۲	شق منسوخ کردی
	متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس	۲۲۵	واقعہ حدیبیہ کے سلسلہ میں فوائد فقہیہ
۲۲۶	کا فتویٰ	۲۲۶	صلح حدیبیہ کے بعض حکمتوں کا بیان
۲۲۷	مساقات اور مزارعت کے جواز کا پہلو		
۲۲۷	تقسیم الگ چیز ہے بیع جدا	۲۳۰	فتح خیبر
	بلندی کے ساتھ نکاح میں گواہوں کی	۲۳۰	یہود کی ہمیشہ کیلئے سرکوبی خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ
۲۲۸	ضرورت نہیں	۲۳۰	سہ کا ایک اہم معرکہ
۲۲۹	کافر کا بدیہ قبول کرنا جائز ہے	۲۳۳	حضرت علی کا شرف
۲۲۹	فتح خیبر کے سلسلہ میں اختلاف آراء	۲۳۴	مرحب اور حضرت علی کا مقابلہ
۲۵۰	وادی قری میں آپ کی تشریف آوری	۲۳۵	یاسر اور حضرت زبیر کا مقابلہ
۲۵۰	حضرت زبیر اور حضرت علی کی بہادری	۲۳۶	شہدائی صفت میں ایک نو مسلم غلام
۲۵۱	حضرت عمر اور یہودیوں کی خیبر و فدک	۲۳۶	ایک اور پہرہ وائے شمع اسلام
۲۵۲	قفانماز موقع ملتے ہی فوراً پڑھنی چاہیے	۲۳۷	ایک من چلا اعرابی
۲۵۲	اس واقعہ کے فقہی احکام	۲۳۹	اہل خیبر سے معاہدہ
۲۵۳	حماجرین کی بلند حوصلگی	۲۳۹	خیبر کی پیداوار کی تقسیم
۲۵۴	سریہ ابو بکر صدیق	۲۳۹	امام شافعی کے انکار کی اساس و بنیاد
	حضرت اسامہ کی اجتہادی غلطی اور	۲۴۱	حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت عمر میں
۲۵۵	آنحضرت کی اس سے بیزاری		سنت کلامی
			حضرت جعفر بن ابی طالب سے آپ کا واہمانہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۷۳	عبداللہ بن رواحہ کے ابیات	۲۵۶	سریہ غالب بن عبداللہ کلبی
۲۷۴	غزوہ ذات السلاسل	۲۵۷	بشر بن سعد کی ہم
۲۷۴	بے نقی اور بے لوثی	۲۵۸	سرایہ ابی جدر و علی
۲۷۵	عمر بن عاص کا اجتہاد	۲۵۹	سریہ ابوقتا واد و عہلم بن جثامہ
۲۷۷	سریہ خبیط	۲۶۰	حضرت عبداللہ بن خذافہ سہمی کا سریہ
۲۷۸	اجتہاد جیات نبوی میں	۲۶۱	امیر کی اطاعت کے حدود شرانکا
۲۸۰	فتح مکہ تاریخ اسلام کا عظیم واقعہ	۲۶۲	عمرہ قضا
۲۸۰	رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و	۲۶۲	حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح
۲۸۰	رحمت مجروں اور خط کاروں پر	۲۶۳	کیا حالت احرام میں نکاح ہو سکتا ہے؟
۲۸۰	ابوسفیان کا جمعکا ہوا سر	۲۶۵	حضرت حمزہ کی پچی کی تولیت پر جھگڑا
۲۸۰	قریش کی شرارت	۲۶۵	تمام قریشی عزیزوں اور رشتہ داروں پر خالہ کو ترجیح
۲۸۱	رسول اللہ کا پاس عہد	۲۶۶	صحابہ کے درمیان موافقات یعنی بھائی چارہ
۲۸۱	پہی نے باپ کو بستر رسول اللہ پر نہیں بیٹھنے دیا	۲۶۶	ایک فقہی بحث
۲۸۱	ابوسفیان کی التجا پر آپ کی خاموشی	۲۶۸	محصر کی قربانی
۲۸۲	حضرت علی کا جواب ابوسفیان کو	۲۶۸	ایک اہم اور تحقیقی مسئلہ
۲۸۲	حضرت فاطمہ کا جواب ابوسفیان کو	۲۶۸	عمرہ میں محصر حلال ہو سکتا ہے
۲۸۳	فتح مکہ کی تیاری	۲۶۹	محصر کہاں نحر (قربانی) کر سکتا ہے؟
۲۸۳	ایک مسلمان کی مخبری مسلمانوں کی خلاف	۲۷۰	غزوہ موتہ شہادت کا شوق فراوان
۲۸۴	قول رسول پر حضرت علی کا اعتماد		خدا کے راستہ میں جان دینے والوں کی جرات
۲۸۴	حضرت عمر اور ابوسفیان	۲۷۱	اور بے خوفی
۲۸۵	دس ہزار کا لشکر مکہ کی طرف	۲۷۱	یا فتح یا شکست
۲۸۶	ابوسفیان کی ندامت	۲۷۱	حضرت زید بن حارثہ کی شہادت
۲۸۶	اصل واقعہ یعنی فتح مکہ کی طرف عود	۲۷۱	حضرت جعفر بن ابی طالب کی بے نظیر بہادری
۲۸۶	ابوسفیان اور مال کا طالب	۲۷۲	امارت خالد بن ولید کے ہاتھ میں

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۹۹	کفار کے قاصد قتل نہیں کئے جاسکتے	۲۸۷	عباس کی سفارش آنحضرت کا ارشاد
۲۹۹	محارب کفار پر اچانک حملہ جائز ہے ؟	۲۸۷	قبول اسلام کی دعوت
۲۹۹	جاسوس کے قتل کا جواز	۲۸۸	شکر اسلام سے ابوسفیان کی مرعوبیت
۳۰۰	عورت کی تلاش لی جاسکتی ہے	۲۸۹	اگر کوئی مقابلہ کرے تو ڈٹ کر لڑو
۳۰۰	جذبہ دینی کے باعث کفر کا الزام گناہ نہیں	۲۸۹	قریش کے سفہا کی جنگی تیاریاں
۳۰۰	حسناات سے سیئات مٹ جاتے ہیں	۲۹۰	کلید بردار کعبہ کی طہی
۳۰۱	خوارج کی مثال	۲۹۰	خطا کار اور مجرم فاتح کے سامنے
۳۰۱	معاہدین سے جنگ	۲۹۲	آنحضرت ام ہانی کے گھر میں
۳۰۱	دشمن کے مقابلہ میں شان و شوکت کا اظہار	۲۹۲	وہ لوگ جنہیں امان نہیں ملی
۳۰۲	احرام کے بغیر قتال مباح	۲۹۳	انصار مدینہ کی تشویش
۳۰۲	مکہ بندہ در قوت فتح ہوا صلح سے نہیں	۲۹۴	قاتلانہ حملہ کی تیاریاں
۳۰۵	فتح مکہ کی شرعی اور فقہی نوعیت و حیثیت	۲۹۵	بت شکنی
۳۰۶	ایک دوسری دلیل	۲۹۶	بنو جذیمہ کی طرف خالد لید کا سر یہ
۳۰۷	مزار عین مکہ پر خراج	۲۹۶	خالد کے فعل سے آپ کی برات
۳۰۷	فتح کے دو سہ روزہ کے خطبہ میں علمی جواہر پارے	۲۹۷	حضرت خالد بن ولید بن عوف بن تلخ کلامی
۳۰۸	حرم میں کوئی خون مباح نہیں	۲۹۷	حضرت حسان کی شعر گوئی
۳۰۸	گرمی پڑی چیز بھی نہ اٹھاؤ	۲۹۸	فتح مکہ اور دو سہ غزوات سے
۳۰۹	ایام مالک اور امام شافعی کے اقوال	۲۹۸	اہم فقہی مسائل کا استنباط
۳۰۹	حرم میں پناہ لینے کا مسئلہ	۲۹۸	اہل حرب سے عہد
۳۱۰	حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں	۲۹۸	نقص عہد کی سزا
۳۱۱	خود بخود درخت گر جائے تو انتفاع جائز ہے	۲۹۹	معاہدہ صلح و جنگ میں پوری قوم شریک ہوتی
۳۱۱	حرم کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے	۲۹۹	اہل حرب کے ساتھ مدت معاہدہ
۳۱۲	حرم کے شکاری جانور نہ ستکے جائیں	۲۹۹	امام کی خاموشی رضامندی نہیں

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۲۷	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۱۳	قصاص یا دیت کا اختیار
۳۲۷	عنايات رسول کا نتیجہ، قبول اسلام	۳۱۳	اذخرف گھاس مستثنیٰ ہے
۳۲۸	مشرکین سے مدد لینے کا جواز	۳۱۳	کتابت حدیث کی اجازت
۳۲۸	مادی اسباب کا استعمال منافی توکل نہیں	۳۱۴	نصا ویر کے سامنے نماز پڑھنی چاہیے
۳۲۹	منتعاز اسلام لیتے وقت شرط ظمان	۳۱۴	آپ نے سیاہ عمامہ بھی باندھا
۳۲۹	فقہاء کا اختلاف اور اقوال متعددہ	۳۱۴	متعہ کے بارے میں فیصلہ
۳۳۰	میدان جنگ میں دشمن کی سواری زخمی کی جا سکتی ہے	۳۱۵	اہل کتاب کی عورتیں کب حلال ہوئیں؟
۳۳۰	قتل کا ارادہ کرنے والے کو معافی	۳۱۵	مسلمان عورت کافر کو امان دے سکتی ہے
۳۳۰	معجزات نبوی اور علامات رسالت		
۳۳۱	امام کے اختیارات کا خاصہ	۳۱۷	
۳۳۱	عطائے رسول کی حیثیت اور نوعیت	۳۱۷	
۳۳۱	انفال اللہ اور رسول کے لئے ہیں	۳۱۷	
۳۳۲	ایک فقہی مسئلہ	۳۱۸	
۳۳۳	متعاقدین غیر معین مدت کے لئے معاہدہ کر سکتے ہیں	۳۱۸	
۳۳۳	جنگ میں تغزل کافر کا مال مسلمان قاتل کی ملکیت ہے	۳۱۹	
۳۳۴	رسول اللہ کی تین حیثیتیں منصب رسالت	۳۲۰	
۳۳۴	رسول منہی کی حیثیت سے	۳۲۰	
۳۳۴	رسول امام کی حیثیت سے	۳۲۱	
۳۳۴	ائمہ کا اختلاف فکر و نظر	۳۲۲	
۳۳۵	گواہ اور بیٹہ کا مسئلہ	۳۲۳	
۳۳۶	سلب کا خمس نکالنا ضروری نہیں	۳۲۴	
۳۳۶	حضرت عمر کا ذاتی جہاد واجب العمل نہیں	۳۲۵	
۳۳۷	خمس غنیمت میں سے		
۳۳۷	قاتل مقتول کے تمام سلب کا مستحق ہے	۳۲۶	

غزوہ حنین

مسلمانوں کی شکست اور فتح کا راز

آنحضرت کی استقامت

درید بن سعد کی جنگی ہدایتیں

شُرک سے مدد لی جا سکتی ہے

بھاگنے والوں کو رسول کا بلاوا

ایک دشمن رسول کی کہانی

جان کے دشمن سے آپ کا خطاب

آنحضرت کا ایک معجزہ

مسلموں کے ساتھ خاص رعایت اور سلوک

ماعت انصار سے رسول اللہ کا خطاب

ضامی ہیں سے آپ کا سلوک

دشمن کے تمام جنگی قیدیوں کو اپنے رہا کر دیا

غزوہ حنین سے متعلق

مائل فقیہ اور نکتہ ہائے حکمت

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۳۸	مزارات اور صنم کدوں کی تخریب کے بعد ان کا	۳۳۸	غزوہ طائف
۳۳۸	مال ضبط کیا جاسکتا ہے	۳۳۸	اہل طائف کیلئے ہدایت اور قبول اسلام کی دعا
۳۳۸	قبروں کے گبندا اور قبے توڑ دیئے جائیں	۳۳۸	طائف کا محاصرہ
۳۳۸	وادی مرزح	۳۳۸	اہل طائف کی طرف سے شدید مزاحمت
۳۳۹	وصول صدقات کا انتظام	۳۳۹	رسول اللہ کی طرف سے منادی
۳۴۰	۹۰ کے سرایا اور بعتات	۳۴۰	اے اللہ تعالیٰ کو ہدایت دے
۳۴۰	وفد بنو تمیم اور شاعر رسول	۳۴۰	رسول اللہ کی مدینہ منورہ واپسی
۳۴۰	قطیبہ بن عامر بن حدید کا حشم کی طرف سر یہ	۳۴۰	عروہ بن مسعود کی قبول اسلام کے بعد شہادت
۳۴۱	بنو کلاب کیخلاف ضحاک بن سفیان کا سر یہ	۳۴۱	بنو ثقیف کا قبول اسلام
۳۴۳	حبشہ کی طرف علقمہ بن محرز مدحی کا سر یہ	۳۴۳	غزوہ طائف سے متعلق
۳۴۳	نبی طے کے بتوں کو توڑنے کیلئے	۳۴۳	چند اہم ترین اور معرکہ آرا فقہی مسائل
۳۴۳	حضرت علی بن ابی طالب کی سرگردگی میں ایک سر یہ	۳۴۳	لڑائی میں کفار پر پتھر برسائے جاسکتے ہیں
۳۴۴	عدی بن حاتم کی رسول اللہ سے نفرت	۳۴۴	مشرک کا بھگا ہوا غلام آزاد
۳۴۴	حاتم کی لڑکی پر آپ کا زحم دکریم	۳۴۴	امام حبیب ضرورت محاصرہ اٹھا سکتا ہے
۳۴۴	واقعہ کعب بن زہیر	۳۴۴	عمر کے لئے جعراند سے احرام باندھا
۳۴۵	ایک دشمن اور باغی سے رسول اللہ کا عنود و درگزر	۳۴۵	بد اعمالوں کے لئے دعائے خیر کی جاسکتی ہے
۳۴۵	دشمن کو معاف کر دینے کا وعدہ	۳۴۵	مساکن شرک اور طاعت و عبادت دینے جائیں
			قبروں کے گبندا اور قبے بتکدے ہیں

نَزَاكَةُ الْبَعَاثِ

DATA ENTERED

323 / 323 حصہ دوم

یہ حصہ مشتمل ہے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و مجاہدات، معاملات دینی و دنیوی میں آپ کے اسوۂ مبارک اور سنتِ طیبہ، نیز حالات و سوانح اور معمولات نبوی کی روشنی میں بہت ہی اہم نکات و نوادر مسائل فقہیہ پر:

مُصَنَّفٌ
علامہ حافظ ابن تیم

مُتَرَجِّمٌ
سید رئیس احمد جعفری

نَفِيسُ كَيْدِي

بلاسٹن سٹریٹ ————— کراچی (پاکستان)

قیمت: - لورپے بارہ آنے

ALHAMBRA BOOKS & STATIONERY

ALHAMBRA BOOKS & STATIONERY

ALHAMBRA BOOKS & STATIONERY